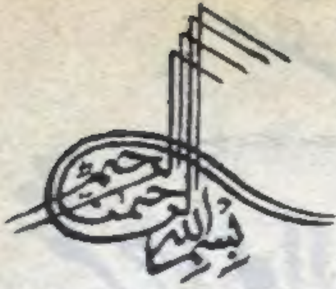
غالب کے غیر مطبوعہ کلام کی مفصل اور مکمل شرح

کلامِ غالب

از مولوی عبدالباری آسی مرحوم



مکمل شرح کلام غالب

یعنی

غالب کے غیر مطبوعہ کلام کی مفصل اور مکمل شرح

از مولوی عبدالباری صاحب آسی الدنی سکریٹری انجمن خاصان ادب لکھنؤ

مکتبۂ شعر و ادب ○ سمن آباد ○ لاہور

مقدمہ

شرح دیوان غالب جدید

مین جانتا ہون اور خوب جانتا ہون کہ دیوان غالب کے پڑھنے والون نے کبھی نہ کبھی تو ضرور یہ شعر پڑھے ہی ہون گے کہ

ہمارے شعر ہین اب صرف دل لگی کے اسد
کھلا کہ فائدہ عرض ہنر مین خاک نہین

مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل
سن سن کے اسے سخنوران کامل

آسان کہنے کی کرتے ہین فرمایش
گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

رہا یہ خیال کہ کسی کو اس بات پر غور و فکر کا موقعہ ملا یا نہین۔ مجھے اس کا جواب میری بدگمانی کی طرف سے نفی ہی مین ملتا ہے بہت ممکن ہے کہ یہ غلط ہو مگر کم از کم مین ابتک یہی خیال کرتا ہون کہ جواب صحیح ہے اور بالکل صحیح ہے لہذا اس کی تشریح و توضیح کی ضرورت پڑتی ہے۔

آج ہم جب غالب کے متداول اور مروج دیوان کو دیکھتے ہین تو ہم کو اس مین تین قسم کا کلام نظر آتا ہے۔

ایک وہ جس نے عام لوگون کی نظرون مین غالب کو غالب بنایا ہے اس سے میری مراد وہ کلام ہے جو سہل اور سہل تر ہے اور جس مین ایک منٹ بلکہ ایک سکنڈ بھی کسی کو سر جھکانے اور سوچنے کی ضرورت نہین پڑتی۔ اس کی مثال مین یہ شعر پیش کیے جا سکتے ہین۔

کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالبؔ / شرم تم کو مگر نہین آتی

رونے سے اور عشق مین بیباک ہو گئے / دھوئے گئے ہم اتنے کہ بس پاک ہو گئے

بوسہ دیتے نہین اور دل پہ ہے ہر لحظہ نگاہ / جی مین کہتے ہین کہ مفت آئے تو مال اچھا ہو

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا / ساغر جم سے مرا جام سفال اچھا ہے

نہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی / امتحان اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی

اس قسم کے بہت سے اشعار ان کے دیوان مین موجود ہین جن کو دیکھنے والا ایک حصہ سے تعبیر کرسکتا ہو مگر یہ تحقیق صرف یہ بتا کر ختم نہین ہو جاتی کہ سہل اشعار کا ایک حصہ ان کے کلام مین موجود ہو - بلکہ کاوش تنقید اس قسم کے اشعار کو بھی دو حصون پر تقسیم کرتی ہو - ایک وہ کہ جن کو صرف شعر کہا جا سکتا ہے اور زیادہ سے زیادہ ان کو غالب کے نام سے منسوب کرکے ذوق سلیم کو کچھ خفت نہین ہوتی ان کی نظیر مین مندرجۂ بالا اشعار پیش ہوسکتے ہین - غور سے دیکھئے تو ان مین کوئی ندرت خیال کوئی جدت تخیل کوئی خاص طرز بیان نہین ہے بلکہ صرف شعر کی حدود مین ہین - بہت سے بہت یہ کہ غلطیون سے بری ہین اور بس مگر اس کے برعکس دوسری قسم کے وہ اشعار ہین جو سہل بھی ہین اور پھر ان مین جذبات بھی ہین نئے انداز بیان بھی ہین حسن تعلیل اور چستی بندش بھی ہو - شوکت الفاظ بھی ہو سادگی بھی ہو روانی بھی ہو - مثلاً

موت کا ایک دن معین ہے / نیند کیون رات بھر نہین آتی

آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی / اب کسی بات پر نہین آتی

ہزارون خواہشین ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے / بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن / بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچہ سے ہم نکلے

ایک ہنگامہ پہ موقوف ہو گھر کی رونق / نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی

ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہو منہ پر رونق / وہ سمجھتے ہین کہ بیمار کا حال اچھا ہے

قفس مین مجھ سے رودادِ چمن کہتے نہ ڈر ہمدم / گری ہو جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیان کیون ہو

یہ اور اسی قسم کے دوسرے اشعار وہ ہین جو یا تو میر کی تتبع مین کہے گئے ہین اور یہ وہ زمانہ ہو جب غالب کو میر کے اتباع کا خیال پیدا ہوا ہے جیسا کہ جذبات کی روانی مین دو ایک جگہ وہ اس کا اظہار بھی کر گئے ہین - بقول

ریختی کے تمھیں استاد نہیں ہو غالب کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا

یا غالبؔ بنا بر عقیدہ ہو بقول ناسخ آپ بے بہرہ ہی جو معتقد میر نہیں

مگر اس قسم کے اشعار زیادہ نہیں ہیں اس کی دو وجہیں سمجھ میں آتی ہیں یا تو یہ کہ میر تقی کے اتباع کا خیال چند ہی روز تک اُن کی دماغی نشو و نما کا مہمان رہا ہو اور پھر ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ کر خود مرزا کو موجد اور صاحب طرز بنایا گیا ہے یا یہ کہ زمانہ نے اس اتباع کی اُس وقت قدر نہیں کی اس واسطے کہ میر۔ سودا۔ مصحفی۔ میر سوز۔ میر درد۔ میر حسن اور اُن کے دوسرے معاصرین کے کلام کا جوہر تاثیر و تاثر۔ سوز۔ درد۔ جذبات حزن کی برانگیختگی یا بہ الفاظ دیگر رثائیت۔ بین۔ بکا وغیرہ ہی۔ اور یہ اس درجہ عام ہو کہ ہر اچھے بُرے کہنے والے کے کلام میں کچھ نہ کچھ یہ رنگ موجود ہی۔ بلکہ یوں کہئے کہ اُس زمانہ کی شاعری کے کالبد کا روح رواں یا بصورت تنزل عناصر اربعہ شعر کا ایک ضروری عنصر ہے۔

مگر جرأت۔ انشاء۔ صادق علی خان اختر۔ نظیر۔ شاہ نصیر وغیرہ نے اس قدیم رنگ کو متروک قرار دیکر اس میں رنگ انبساطی۔ اور تفریحی۔ ساقی و شراب مغنی و رباب وغیرہ کو بھی شامل کیا ہی اور ایوان شاعری میں ایک نئی تعمیر کا اضافہ فرمایا ہے میرے کہنے کی بات نہیں ہو دیکھنے والے خود دیکھ لیں کہ انشاء جرأت اور متقدمین کے دیوانوں میں زمین و آسمان اور آفتاب و ماہتاب کا فرق نظر آتا ہی۔ یہ میرا دعویٰ نہیں ہے کہ ان لوگوں نے قدیم رنگ کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ ہی دیا۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں وہ قدیم رنگ بھی قائم رہا اور اس میں کچھ جدید اضافوں کے ساتھ اور اور بھی گلکاریاں ہوتی رہیں۔ برعکس اس کے یہ بھی نہیں کہ شذ و ذ کے طریقہ پر بھی متقدمین کے یہاں انبساطی رنگ کا وجود نہیں۔ بحث اکثریت پر ہوا کرتی ہو یہاں بھی وہی بحث ہی۔

جرأت اور انشاء وغیرہ کا زمانہ اور شاہ نصیر کا دور ختم ہونے پر لکھنؤ اور دلی کی شاعری کے دو اسکول مستقل بن گئے۔ ناسخ اور آتش نے لکھنؤ کی دنیائے شاعری کو بدلا اور مومن۔ ذوق۔ غالب۔ آزردہ۔ شیفتہ وغیرہ نے دلی کی شاعری کو تغیر دیا۔ یہی وجہ ہی کہ شاہ نصیر کے بعد کے جتنے دلی والے شاعروں کے دیوان دیکھئے گا ایک کے یہاں بھی درد اور میر تقی میر کا رنگ نہ پایئے گا بلکہ ایسا معلوم ہوگا جیسے ایک شخص یوپی سے چل کر سی پی کی سرحد میں پہونچ جائے اور وہاں کچھ اثر اِدہر کا اور کچھ اُدہر کا پا سکے۔

جب یہ سب حالات مسلم ہین تو ماننا پڑے گا کہ مرزا نے میر تقی میر کے اتباع سے بعد کو عمداً چشم پوشی کی اور اسی روش کو مطبوع طبع بنا لیا جس اُن کے معاصرین تھے اس کی دلیل یہی ہے کہ اُن کے کلام کا بیشتر حصہ ایسا ہے جو ہرگز میر کے کلام سے مشابہ نہین ہے۔

غرضکہ ایک قسم کے کلام کی تشریح تو یہ ہو جو اوپر ہو چکی۔ دوسری قسم وہ ہو جس مین شوکت الفاظ اور بلندی تخیل۔ عمق مضامین ہو اور یہ حصۂ کلام دیوان غالب مین بہت زیادہ ہے اگرچہ قدرتی طور پر اس مین بھی دو صورتین پیدا ہو گئین۔ ایک صورت وہ ہو جسمین صفائی روانی چستی بندش کا زیادہ خیال کیا گیا ہو۔ اور معانی آفرینی سے زیادہ غرض نہین رکھی۔ دوسری قسم وہ ہو جس مین معانی آفرینی شوکت الفاظ۔ منطقی چاشنی۔ حکیمانہ اور فلسفیانہ نکات اور کچھ نہ کچھ مراعات لفظی کا حصہ بھی موجود ہو یہ رنگ کلام بھی دیوان کا جزو غالب ہو۔ اور اس رنگ نے بھی غالب کو غالب بننے مین اچھی خاصی مدد دی بلکہ یہ کہنا کچھ غلط نہ ہوگا اگر مین کہدون کہ غالب کو صاحب طرز اسی رنگ نے بنایا۔ اگر فی زمانا لوگ یہ سمجھتے ہین کہ غالب کے قابل قدر اشعار وہ ہین جو میر تقی میر کے رنگ مین کہے گئے تو میرے نزدیک یہ کہنا صحیح نہین اور اس خیال کی کوئی اہمیت میرے دماغ مین نہین ہو کہ غالب کو غالب میر کے اتباع نے بنایا۔ یہ اور بات ہو کہ وہ رنگ جو میر کے تتبع مین ہو بہت چوکھا ہو مگر اس بات کو کبھی نہ بھلانا چاہئے کہ کسی کامل کا تتبع اور کسی صاحب طرز کا اتباع کسی کو صاحب طرز نہین بنا سکتا بلکہ موجد اور صاحب طرز کا خطاب وہی رنگ دلا سکتا ہے جو اپنا طبعزاد ہو۔ جیسا کہ غالب کے یہان اس کے ثبوت مین مین یہ اشعار پیش کر سکتا ہون۔

نہ لڑ ناصح سے غالب کیا ہوا گر اسنے شدت کی
ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہے گریبان پر

کسی کو دیکے دل کوئی نوا سنج فغان کیون ہو
نہ ہو جب دل ہی پہلو مین تو پھر منہ مین زبان کیون ہو

ہمارے ذہن مین اس فکر کا ہو نام وصال
کہ گر نہو تو کہان جائین ہو تو کیون کر ہو

سنتے ہین جو بہشت کی تعریف سب درست
لیکن خدا کرے وہ تری جلوہ گاہ ہو

ہوا ہون عشق کی غارت گری سے شرمندہ
سوائے حسرت تعمیر گھر مین خاک نہین

جب وہ جمال دلفروز صورت مہر نیم روز
آپ ہی ہو نظارہ سوز پردے مین منہ چھپائے کیون

بجھ کے کرتے ہین بازار مین وہ پرسش حال
کہ یہ کہے کہ سر رہگذر ہے کیا کہیے

حسن اور اس پہ حسن ظن رہ گئی بوالہوس کی شرم
اپنے پہ اعتماد ہے غیر کو آزمائے کیون

جاتا ہون داغ حسرت ہستی لئے ہوئے
ہون شمع کشتہ درخور محفل نہین رہا

رشک کہتا ہو کہ اس کا غیر سے اخلاص حیف
عقل کہتی ہو کہ وہ بے مہر کس کا آشنا

سرشک سر بصحرا دادہ نور العین دامن ہے
دل بے دست و پا افتادہ برخوردار بستر ہے

سر بسر مفت نظر ہون مری قیمت یہ ہے
کہ رہے چشم خریدار پہ احسان میرا

جاتی ہو کوئی کشمکش اندوہ عشق کی
دل بھی اگر گیا تو وہی دل کا درد تھا

ممکن ہو کہ میرے اس انتخاب سے اہل نظر مطمئن نہون مگر مین اسی قسم کے کلام کو غالب کا رنگ خاص سمجھتا ہون اس کے ماسوا وہ کلام ہو جس مین یا تو اشکال ہو اور یا تخئیل اس قدر پیچیدہ ہو کہ خود غالب بھی اب قبر سے اٹھکر آئین تو پہرون ان کو بھی اُنکے مضمون مین غور کی ضرورت پڑے اور دانتون مین انگلی دبائے دیر تک سوچتے رہین کہ بار خدایا یہ مین نے کیا کہا تھا اور یا پھر وہ اتنا سہل ہو جو غالب کے نام کے ساتھ کچھ وقعت نہین معلوم ہوتا۔

مرزا کے کلام کا تیسرا حصہ وہ ہو جو اس وقت زیر بحث ہے اور جو بوجہ مشکل ہونے اور بوجہ خیالی ہونے کے اُنھون نے اپنے دیوان سے خارج کر دیا آج اُس کے چند نمونے بطور باقیات الصالحات کے دیوان مین کہین کہین دکھائی دیجاتے ہین ورنہ اس کا اصل ذخیرہ اس مین نہین ہے۔

بیشک دفتر یہی وہ کلام ہو جس کی نسبت مرزا نے خود ایک خط مین یہ عبارت لکھی ہو "پندرہ برس کی عمر سے پچیس برس کی عمر تک مضامین خیالی لکھا کیا دس برس مین بڑا دیوان جمع ہو گیا تو اس دیوان کو دور کیا - اوراق یک قلم چاک کئے - دس پندرہ شعر واسطے نمونے کے دیوان حال مین رہنے دیے -

یہین یہ بھی لکھنا ضروری ہو کہ مرزا کا عقیدہ تہا کہ شاعری کے معنی مضمون آفرینی کے ہین اگر شعر مین مضمون آفرینی یا کوئی نئی بات نہو تو شعر کہنا بیکار اور کوشش لاحاصل ہو اسی خیال کی بنا پر اُنھون نے بیدل اور شوکت و اسیر کا تتبع شروع کیا - یہ وہ لوگ ہین جنکے یہان مضمون آفرینی کے دریا بہہ رہے ہین - اور ہر مضمون کی تہ مین کوئی نہ کوئی ایسے بدیع المعنی ہین کہ دیکھکر جی پھڑک اٹھتا ہو تتبع اور تقلید اس کے بغیر ممکن ہی نہین ہو کہ جس کا تتبع ہے اس کی روش کو ذہن نشین کرنے کے واسطے اس کے طرز کلام کو دیکھا جائے اور غور سے دیکھا

جاے - مرزانے بھی اول اول مین ان لوگون کے دواوین کا مطالعہ کیا ہوگا مگر مطالعہ
کے لئے امعان نظر اور سمجھ کی پہلی شرط ہو مگر مرزا نے پندرہ برس کی عمر سے شاعری کی ابتدا
کی اور سب سے پہلے اردو مین شعر کہنا شروع کئے - پھر یہ کون خیال کر سکتا ہو کہ انھون نے اس سے
زیادہ سمجھا ہوگا جیسا کہ ایک پندرہ برس کے لڑکے کو سمجھنا چاہیئے اور یہی وجہ تھی کہ انھون نے بیدل
کے یہان سے وہ کلام قابل انتخاب اور قابل تقلید سمجھا جس مین انھون نے خیالی مضامین دیکھے -
ورنہ کیا بیدل کے یہان ایسے شعر نہین ہین جن مین حقایق و معارف عبرت و نصیحت بھری ہوئی
ہے جو بظاہر رنگینیون کا مجمع معلوم ہوتے ہین مگر بیرنگی کی تعلیم دیتے اور دل کو دنیا اور دنیا کے
کاروبار سے اُچاٹ کر دیتے ہین - بہرصورت جیسا کہ خود مرزا نے گل رعنا کے دیباچہ مین لکھا
ہو انھون نے اپنی شاعری کی ابتدا اردو سے کی اور خیالی مضامین پر اپنے کمال کی بنا رکھدی -
اُن کو دو مشکلین پیش آئین ایک تو اُن اساتذہ کا تتبع جنھون نے اپنی پوری پوری
عمرین مشق سخن مین صرف کر دی تھین اور ایک ہی انداز مین کہتے کہتے پختہ مشقی کے نمونے
بن گئے تھے دوسرے اسی انداز کلام اور ویسے ہی نازک مضامین کو اردو مین لانا جس سے
قریب قریب اس وقت تک کے تمام ریختہ گو شعرا کے صفحات دواوین سراسر معرا اور خالی
تھے تیسرے نازک خیالی پیدا کرنا کہ یہ بھی پہاڑ کاٹنے کے برابر ہے - برابر دس برس تک
اس طرح کے شعر کہا کئے - ہوتے ہوتے اچھا خاصہ ذخیرۂ کلام موجود ہوگیا -
مرزا کی مشق سخن جاری تھی تو معاصرین کو اس کے سننے کا اتفاق نہونا ایک عجیب سی
بات تھی - سب نے اُن کے اس رنگ کو دیکھا اور اندازہ کیا کہ یہ کیا کہتے ہین تو اپنی اپنی
جگہ پر تو سب نے صداے واویلا اور وادریغا بلند کی مگر نازک بات کے سمجھنے کے لئے نازک سمجھ اور
غور و تامل کی بھی ضرورت ہو تعمق نظر اور فکر و اندیشہ کی بھی احتیاج ہو اور یہ صورت عام
جلسون اور شاعرون مین مفقود ہے وہان تو یہ ہوتا ہے کہ پڑھے اور آگے بڑھے کوئی
سمجھنے کی کوشش بھی کرے غور بھی کرے تو وقت کہان ہے اور فرصت کسے میسر ہے -
یہی ہوا - مرزا کے انداز کلام کو دیکھ کر سب سمجھ ہی گئے کہ جو کچھ ہے وہ ہے جو اور کہین نہین
رہا سمجھنا اس کے لئے ذرا دشواری پیدا ہوئی نہ اتنا غور و فکر کر سکے نہ سمجھ سکے بعض نے صورت
دیکھی آواز سنی اور خاموش ہوگئے بعض نے سرگوشیان شروع کر دین - بعض مطلق العنانون
نے یہ بھی کہدیا کہ ؎

مزا کہنے کا جب ہے اک کہے اور دوسرا سمجھے | اگر اپنا کہا تم آپ ہی سمجھے تو کیا سمجھے
مگر ان کا کہا یہ آپ سمجھیں یا خدا سمجھے | کلام میر سمجھے اور زبان میرزا سمجھے

رفتہ رفتہ یہ ہوا کہ مشاعروں میں۔ صحبتوں میں۔ جلسوں میں محفلوں میں مرزا کی مشکل گوئی کے چرچے ہونے لگے اور کہا جانے لگا کہ اچھا تو کہتے ہیں مگر بھئی بہت مشکل کہتے ہیں بعض نے دبی دبی زبان سے یہ بھی کہدیا کہ کیسا اچھا اور کیسا بُرا۔ جو کہتے ہیں مہمل ہوتا ہے اور جو کچھ فرماتے ہیں بے معنی ہوتا ہے۔ مرزا کے کانوں تک بھی یہ آواز پہونچی بیچارے اپنی کاوش کی یہ داد پاکر کلیجہ تھام کر رہ گئے۔ جی میں آیا کہ لاؤ اس روش کو چھوڑ کر اسی شاہراہ پر چلیں جس پر یہ سب آنکھیں بند کئے چلے جا رہے ہیں۔ بچے بھی ہو جہاں سب وہیں ہم۔ مرگ انبوہ جشنے دارد کی صورت ہے مگر معنی فہم طبیعت اور جدت آفرین دماغ نے صلاح دی کہ دنیا کچھ کہے کہنے دو تم جو کچھ کر رہے ہو کئے جاؤ۔ ایک دن آئیگا کہ چلانے والے شرما کر آپ ہی خاموش ہو جائیں گے اور تلافی مافات پر شرمائیں گے اسی ہنگامۂ کشاکش میں یہ کہکر خاموش ہو گئے۔

سُن سُن کے اُسے سخنوران کامل | مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل
گویم مشکل و گر نہ گویم مشکل | آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمایش

اس پر بھی ناانصافوں کی شورش فرو نہ ہوئی اور ناسمجھوں کا ماتم کم نہ ہوا تو مرزا کو پھر سوچنا پڑا کہ اس روش کو بدلنا چاہئے یا نہیں مگر غیور طبیعت نے ہاں سے نہیں نہ کی اور یہی صلاح دی کہ کہنے والوں اور تماشا دیکھنے والوں کی باتوں پر نہ جاؤ۔ جو جس کا جی چاہے کہنے دو ؎

ہفت اختر و نہ چرخ خود آخر بچہ کارند

کو ذہن میں رکھو۔ مجبوراً ایک مرتبہ انھوں نے ذرا بلند آواز کے ساتھ پھر لوگوں کے سامنے یہ شعر کہکر پڑھ دیا کہ ؎

گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی | نہ ستایش کی تمنا نہ صلے کی پروا

یہ تو اتنا کہکر مستغنی ہو گئے مگر بات نہ دبی شدہ شدہ یہ خبر ان کے دلی دوستوں تک پہونچی۔ مولانا آزاد کا بیان ہے کہ مرزا خان عرف مرزا خانی کوتوال شہر اور مولوی فضل حق خیرآبادی نے بھی ان کی مہمل گوئی کے اتہامات سنے دونوں نے

وقت بے وقت ان کا کلام سنا اور بے تکلفی کی راہ سے یہ رائے دی کہ زمانہ ظاہر پرست حق ناشناس تو ضرور ہو ہم جانتے ہیں کہ حق بجانب آپ ہی ہیں جو کچھ کہتے ہیں خوب کہتے ہیں مگر کیا کیا جائے دنیا کی رسم یہی ہو کہ جدہر زمانہ پھرے اُدہر پھر جاؤ اکیلے رہ جاؤ گے تو پس جاؤ گے۔ تلسی داس نے کہا ہے۔

تلسی اس سنسار مین رہیے سبھی ملائے ملنے کو مارے نہین اَنل مارے گائے

مرزا صاحب نے جل کر کہا کہ یہ تو بتائیے کہ اب ہو کیا سکتا ہے معاملہ تو یہ ہے کہ جف القلم بما ہو کائن فی الازل۔ پورا دیوان تیار ہے اب اس کو کہان بدلتا پھروں جو کچھ کہا ہو ٹھیک ہو رہنے دیجئے۔ انہون نے کہا دیوان ہمین دو انتخاب کر دینگے اور ان پھولون مین سے وہی پھول نکال لین گے جن کو سونگھ کر سارا زمانہ مست ہو جائے گا۔ مرزا نے بھی سوچا کہ کوئی یہ لوگ بدخواہ تو ہین نہین جو کچھ کہتے ہین بھلے کے لئے کہتے ہین اُن سے تجتین کرنے سے کیا فائدہ ہے چھاتی پر صبر کا پتھر رکھا۔ اور عمر بھر کی کائنات اُن کے حوالے کر دی دونون نے بیدردی کے ساتھ نازک نازک مضامین کے گلے پر انتخاب کی چھریان چلائین اور پھر ان کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد مرزا نے بھی غور کیا تو یہی رائے ہوئی کہ جو کچھ کہا ہو اس کا یہ نتیجہ ہو آئندہ اگر یہی کہے جائین گے تو معلوم نہین کیا ہوگا لہذا در مع الدہر کیف دار پر عمل کرنا چاہیئے۔ مجبوراً رنگ کو بچاتے ہوے عام روش سے دور رہ کر وہی کہنے لگے جو سب کہتے تھے مگر نزاکت خیال کو اس مین بھی ہاتھ سے نہین جانے دیا۔

مولانا حالی بھی اس روایت مین شریک ہین ان کا خیال ہو کہ صرف مولوی فضل حق کے کہنے سے مرزا نے روش قدیم کو ترک کر دیا۔

مرزا خانی ہون یا مولانا فضل حق میرا ہرگز یہ خیال نہین ہو کہ مرزا ایسے غیور طبع نے اپنے جگر پارون کو ان کے حوالہ کر کے اُن کی زندگی اور موت کو ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہوگا۔ غلط ہو اور بالکل غلط ہو یہ اور بات ہو کہ ان دونون نے صلاحین دی ہون اور مرزا نے ان کی دوستانہ صلاح کو مانا بھی ہو۔ مگر یہ انتخاب خود مرزا ہی نے کیا ہے جیسا کہ انکی اس عبارت سے ظاہر ہو جو مین اوپر نقل کر آیا ہون۔

اس کی وجہ یہ ہو۔ مرزا خانی کوتوال تبدیل کے شاگرد تھے اور مرزا کو تبدیل سے

کبھی عقیدت نہیں تھی بلکہ آخر میں تو وہ ان کو نہایت ہی برا سمجھتے تھے۔ ان کو کیا اپنا کلام دکھلاتے اور کیا اُن سے اپنا انتخاب کراتے۔ یہی وجہ ہی کہ مولانا حالی نے باوجود تقلید روایات آزاد کے مرزا خانی کے شریک اصلاح ہونے کا ذکر نہیں کیا ہے۔

رہے مولانا فضل حق خیر آبادی وہ فاضل بے عدیل تھے۔ عالم تھے۔ مولوی تھے۔ منطقی تھے۔ مرزا کے دوست بھی تھے۔ غرض سبھی کچھ تھے۔ مگر میں کبھی نہ مانوں گا کہ مرزا کے مشیر شعر وسخن تھے۔ اور مرزا ایسے سیدھے سادے اور بھولے تھے کہ چپکے سے اپنا دیوان اٹھا کے اُن کے حوالے کر دیا کہ جو تمھارا جی چاہے کرو جس شعر کو چاہو کاٹ کے پھینک دو۔ اور جس کو چاہو رکھو۔ اُردو میں تو مولوی فضل حق کے نام مرزا کا شاید کوئی خط ہی نہیں ہو فارسی میں کچھ خطوط پائے جاتے ہیں جن میں سے ایک میں شاید کچھ شعر و شاعری کا بھی ذکر ہو ورنہ وہی دوستانہ خط ہیں اس خط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ کی رسم کے موافق مولانا فضل حق بھی فارسی ہی کے شیدا تھے۔ ایک مولوی سے بڑی مشکل کے ساتھ یہ توقع ہوتی ہو کہ وہ اس زمانے میں اُردو کا ایسا زبردست ماہر ہو کہ مرزا ایسے شخص کے کلام کا انتخاب کرے اور کرے تو پھر مرزا بے چون وچرا سر ایمان بھی لے آئیں ہرگز نہیں۔ ان ہذا لشیء عجیب۔ خدا معلوم نقاد کمال اس طرف سے کیوں آنکھیں بند کر لیتے ہیں کہ اس زمانہ کے مشہور استاد ذوق کو مرزا یہ کہتے ہیں کہ انچہ اندر شعر فخر تست آن ننگ من است۔ مولانا آزاد سے یہ فرماتے ہیں۔

باش منکر غالب کہ در زمانہ تست

نواب الٰہی بخش خان معروف ایسے شاعر کی طرف کبھی توجہ نہیں کرتے۔ جو اُن کے خسر بھی تھے بلحاظ سن اور مشق بھی ان سے زیادہ تھے۔ مومن سے ان کو ہم چشمی کا دعویٰ ہے۔ مگر یا ایں ہمہ وہ دو ایسے آدمیوں کو اپنا کلام حوالے کر دیتے ہیں جو نہ مشہور ہیں نہ شعر وسخن میں معروف ہیں نہ ادب اُردو میں اُن کا کوئی درجہ ہو۔

غور تو کیجئے یہ وہی مرزا غالب ہیں جنھوں نے کلکتہ میں ایک ترکیب کے لئے ہنگامہ برپا کر دیا تھا جنھوں نے برہان قاطع کے طرفداروں کا ناطقہ بند کر دیا تھا جنھوں نے آزاد ایسے باکمال سے ہمیشہ بحث کی کیا وہ پہلے ایسے مبتدی اور ناتجربہ کار تھے کہ ان دو آزردہ کو اپنا کلام دکھایا جنہیں شعر گوئی میں کوئی ملکہ نہ تھا۔

بات یہ ہو کہ آزاد کا دوسری باتون کی طرح مرزا پر یہ بھی ایک رنگین اتہام ہو جس سے
ان کے کلام کو مشکل اور بے معنی بتا کر ان پر یہ تہمت بھی لگائی ہو کہ یہ کائنات انتخاب دوسرون
کی ہو مرزا کا اس مین کچھ نہین انھین اپنے بُرے کے سمجھنے کی تمیز ہی نہ تھی۔

خود میرے والد مرزا غالب کے دیکھنے والون مین تھے اُن کے کمال سخن کے پورے
رازدان تھے وہ جب آزاد کا یہ آبحیات والا لطیفہ دیکھتے تھے کہ مرزا نے مولوی فضل حق
سے انتخاب کرایا تو غصہ کے مارے سرخ ہو جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ کیا بہتان باندھا ہے
والد صاحب بیان کرتے تھے کہ مرزا اصلاح دیکر بعض شاگردون سے ایک ہندو متوفی کی
نسبت تو ضرور یہ کہتے تھے کہ ذرا اس کو بھی سنا لینا۔ اور باقی کسیکو وہ کچھ نہین سمجھتے تھے صہبائی
کو ملائے مکتبی۔ آزردہ کو ایک حکمران۔ ذوق کو بادشاہ کا استاد۔ مومن کو لڑکا کو جانتے تھے۔
اور ذرا بھی ان کی پروا نہ تھی۔

یہ بھی معلوم ہو کہ مرزا کا اصل وطن اکبر آباد تھا۔ اور دلی والے ہمیشہ اس بات کے منتظر
رہتے تھے کہ ان کی زبان کی غلطیان پکڑ دین اسی سے مرزا نہایت احتیاط کرتے تھے۔
اور بقول شخصے پھونک پھونک کر قدم رکھتے تھے۔ پھر بھلا خیال تو فرمایئے کہ ایک نی کا تہو
والا غیر شہری شخص کو کیونکر اپنا کلام دکھاتا اور کیا اُن سے انتخاب کراتا۔

ہو یون کہ مرزا نے خود اپنے کلام کا انتخاب کیا۔ اور اس کی وجہ یہ ہو کہ ریختہ اُن کو
سمجھ آتی گئی تو انھون نے معلوم کر لیا کہ بیدل کا رنگ اُردو مین کہنا کچھ آسان کام نہین ہو
اسی سے متاثر ہو کر انھون نے یہ کہا ؎

طرز بیدل مین ریختہ کہنا ۔۔۔ اسد اللہ خان قیامت ہے

اس کے بعد ان کو معلوم ہوا کہ بیدل ہزار کچھ اچھا کہنے والے لوگون مین سہی پھر بھی ہندی
نژاد ہین لہذا وہ اُن کو زبان کے بارہ مین غیر مستند جاننے لگے اور ظہوری عرفی وغیرہ کا
کلام ان کو پسند آ گیا۔ چنانچہ انھون نے اُردو مین اُن لوگون کا تتبع کیا جیسا کہ کہتے ہین ؎

ہون ظہوری کے مقابل مین خفائی غالب ۔۔۔ میرے دعوے پہ یہ حجت ہو کہ مشہور نہین

ان لوگون کے یہان معاملہ بندی حسن بندش حسن بیان تخئیل کے ساتھ ہو واقعات اور
معاملات کے علاوہ صرف خیالی شعر بہت کم ہین۔ لہذا ان کے اتباع مین مرزا کو ویسا
ہی اُردو مین کہنا پڑا۔ وہی نازک خیالی ہر دو ہی بندش وہی اچھوتے مضمون وہی

خیالات وہی رنگ وہی جوش - فرق ہو تو اتنا ہو کہ وہ زبان نہیں ہو باقی سب کچھ ہی ہو
لوگ کہتے ہین کہ مرزا کا کلام مشکل ہو اور خود مرزا کو بھی اس کا اقرار تھا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہو کہ کیا مرزا نے خود ہی دشوار اور مشکل زبان مین شعر کہنا شروع کر دیا تھا یا اور کوئی بات تھی - میرے نزدیک یہ خیال وہم ہو - جو شخص ایسے ایسے نازک مضامین لکھنے کا ارادہ کرے جن مین بیدلیت پیدا ہو - میرے نزدیک وہ اس بات پر مجبور ہو کہ نئی نئی ترکیبین بھی لاے نئی بندشین بھی ہون - الفاظ بھی نامانوس ہون - بیان مین کہین کہین خلا بھی رہ جاے - اگر ایسا نہو تو ہرگز ہرگز وہ ان لوگون کی تقلید نہین کر سکتا جنکی تقلید پر مرزا نے کمر باندہی تھی -- وہ اگر دشوار نہ کہتے تو کیا کرتے - مجبور تھے اور قطعًا مجبور تھے مضامین کا ذخار دریا ایک شعر مین لانا چاہتے ہین پھر اس کا نتیجہ سواے اس کے کیا ہو کہ کچھ الفاظ بھی نئے پہلو سے آئین مثال کے طور پر دیکھیے وہ کہنا چاہتے ہین -

امید کی خاکبازی کچھ بھی نہین اس کی ظاہری شان و شوکت ظاہری نام و نمود پر نہ جاؤ یہ بچون کا گھروندا ہو جس سے وہ کھیلتے ہین اور جو دیکھنے مین سبھی کچھ معلوم ہوتا ہے مگر اصل مین بیکار محض ہو - یہان یعنی دنیا مین امید کا وجود ہی نہین ہے دونون جہان یاس ہی یاس ہین اچھا اگر یہ ہو تو پھر یہ دونون جہان کیا چیز ہین جواب یہ ہو کہ یہ دونون جہان جہان نہین ہین بلکہ یاس کے دونون ہونٹ ہین - دنیا یا زمین نیچے کا ہونٹ ہو اور آسمان اوپر کا یہ دونون ہونٹ ہنسی مین کھل گئے ہین - پھر جب یہ ہو تو معلوم ہوا کہ امید کچھ نہین صرف یاس ہی یاس ہو جو ہماری امید دلی پر ان دونون ہونٹون کو کھول کر ہنس رہی ہو اتنا بڑا مضمون ہو اتنا زبردست خیالی فلسفہ ہو اور وہ صرف ان دو مصرعون مین ادا کرنا چاہتے ہین -

خاکبازی امید کارخانۂ طفلی — یاس کو دو عالم سے لب بخندہ وا پایا

جب یہ دشواریان حایل ہون تو کون سا شاعر ہو جو کچھ کا کچھ کہنے پر مجبور نہو جاے اسی لئے انہون نے خود انتخاب کیا اور ان تمام خیالی مضامین کو نکال کر دیوان مین وہ شعر باقی رکھے جنمین جذبات کی فراوانی ہو اب اس قسم کے چند شعر مروجہ دیوان مین پاے جاتے ہین اور مشکل شعر براے نام نمونے کے طور پر چھوڑ دیے ہین اسپر مرزا نے ستم یہ کیا کہ اپنے دیوان کے دیباچہ مین یہ بھی لکھدیا کہ ان کے سوا میرا کوئی شعر نہین انکا یہ کہنا

اس حیثیت سے صحیح تھا کہ وہ اپنی دانست میں وہ تمام دیوان تلف کر چکے تھے جو پہلے رنگ میں تھا مگر خوش قسمتی سے اب وہی دیوان پھر مل گیا ہے جو انہوں نے تلف کر دیا تھا جس میں اُن کا وہ سرمایہ جمع ہے جس پر انھیں اوائل عمری میں ناز تھا۔

مرزا کا یہ کلام اگرچہ ابتدائے مشق کا کلام ہے۔ اگرچہ اس میں ثقیل الفاظ نامانوس ترکیبیں پائی جاتی ہیں اگرچہ اس کے اشعار بالکل فارسیت سے بھرے ہوئے ہیں۔ اگرچہ اس میں کا بیشتر حصہ مغلق ہے اگرچہ اس کے سمجھنے میں زیادہ سے زیادہ غور و فکر کی ضرورت پڑتی ہے مگر کیا وہ اس قابل ہے کہ بالکل ناپید ہو جائے۔

میرے نزدیک تو یہ وہ کلام ہے جو مرزا کو عوام کی صف سے علیحدہ کر کے زمرۂ خواص میں لے آتا ہے اور اُن کی تخیل کی رفعت کا اندازہ کراتا ہے۔ اُن کی وسعت نظر کی شہادت دیتا ہے اگر اُس میں چند معمولی سقم۔ چند معمولی فروگذاشتیں ہیں تو ہوا کریں اس سے اصل کمال کو کوئی نقصان نہیں پہونچتا۔ پھولوں کے گرد اگر کانٹے لگا دیے جائیں تو کوئی اندیشہ نہیں پھر بھی اُن کی خوشبو دوش نسیم پر سوار ہونے کے قابل ہے اور پھر بھی ان کا رنگ چشم مشتاق میں جگہ پانے کے لائق ہے۔

میں وثوق اور کامل وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ غالب کے اس کلام میں وہ جوہر کمال پنہاں ہیں جو ہندوستان کے کسی شاعر کے یہاں نہیں ہیں اور وہ وہ خیالات ہیں کہ اگر وہ جلال اسیر اور بیدل کے یہاں ہوتے تو ان کے لئے سرمایۂ نازش ہوتے اور لوگ اُن کو سر آنکھوں پر جگہ دیتے انہیں مشکل شعروں میں وہ شعر بھی ملے ہوئے ہیں جو ان کے موجودہ دیوان سے کسی طرح کم نہیں ہیں نہ ان میں کوئی بندش کی خرابی ہے نہ تخیل میں کوئی نقص ہے نہ بیان میں کوئی عیب ہے۔ کڑی کمان کے تیروں کی طرح نکلے ہیں اور نشانہ اُتر پر جا بیٹھے ہیں مگر خدا معلوم کیوں انتخاب کی زد میں لا کر عام نگاہوں سے پوشیدہ کر دیے گئے ہیں ان کا نہ شائع ہونا سخت کمی اور اُن کا مرزا کے نام سے منسوب نہ کرنا سخت حق تلفی ہے ذرا دیکھئے تو فرماتے ہیں ؎

خور شبنم آشنا نہ ہوا ورنہ میں اسد   سرتاپا گزارش ذوق سجود تھا

مطلب یہ ہے کہ کوتاہی جو کچھ ہوئی ہے حسن کی جانب سے ہوئی ہے ورنہ میرے عشق میں کوئی کمی نہ تھی اور میں اُسی طرح اس ذات میں جذب ہونے کے واسطے تیار تھا

جیسے کہ شبنم آفتاب مین جذب ہونے کے واسطے آمادہ ہو گیا کوئی کہہ سکتا ہو کہ اس شعر
مین کوئی خرابی ہو اور اگر خرابی ہو تو پھر یہ شعر کیون اچھا ہو ؎

پرتو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم　　ہم بھی ہین ایک عنایت کی نظر ہونے تک

مجنون کا دل خاک ہو گیا ہو اور مٹ گیا ہو اور اس قدر مٹا اور خاک ہوا ہو
کہ اب اس کے ذرے بھی منتشر ہو گئے ہین اور تمام جنگل مین بکھرے پڑے ہین اور
مجنون کے دل کا ہر ذرہ سویدائے بیابان معلوم ہوتا ہے۔ اس خیال کو اس شعر مین
ادا کیا ہو اور اس درد و اثر کے ساتھ ادا کیا ہو کہ سبحان اللہ۔

کس قدر خاک ہوا ہو دل مجنون یارب　　نقش ہر ذرہ سویدائے بیابان نکلا

اور لیجیئے کہتے ہین کہ دم شماری میری فطرت مین تھی اور اضطراب میرے حصہ مین آیا
تھا۔ میرے اضطراب نے میری اس خصوصیت انتظار کو کبھی نظر انداز نہین کیا۔ مین اگر
خاک بھی ہوا تب بھی میری وہی خصوصیت قائم رہی۔ میری خاک شیشہ ساعت کے کام
آئی جس سے تعین وقت کا کام لیا جاتا ہو اور یہ خاصیت ہو اسی اضطراب دم شماری کی

نہ بھولا اضطراب دم شماری انتظار اپنا　　کہ آخر شیشہ ساعت کے کام آیا غبار اپنا

ایک شخص آلام فراق مین مبتلا ہو کرب و غم سے عاجز ہو نہ کوئی اُسے پوچھتا ہو
نہ وہ غریب اپنا حال کسی سے کہہ سکتا ہو۔ عمر گذر جاتی ہو اور یہ تمنا یا یہ حسرت کبھی پوری
نہین ہوتی اور اب وہ پوری داستان کو مختصر کر کے بس اتنا کہدیا کرتا ہو کہ میرا مختصر قصہ
یہ ہو کہ عرض ستمہائے جدائی کا مین مشتاق ہون۔ اور کبھی موقعہ نہین ملتا۔ اس مضمون
کو اس شعر مین ادا کرتے ہین ؎

اسد کا قصہ طولانی ہو لیکن مختصر یہ ہے　　کہ حسرت کش رہا عرض ستمہائے جدائی کا

کہنے والے اگر اس کو برا کہین تو مہربانی کر کے اس شعر کو بھی نظر انداز کر دین ؎

نہ دے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھدے　　کہ حسرت سنج ہون عرض ستمہائے جدائی کا

ذرا اس حسرت کو ملاحظہ فرمایئے اس بے نوائی اس بے سروسامانی کو دیکھئے۔
اس مجبوری اور اس ناچاری پر نظر ڈالئے کہتے ہین ؎

ہمنے وحشت کدۂ بزم جہان مین جون شمع　　شعلۂ عشق کو اپنا سروسامان سمجھا

یہ مضمون آفرینی اور اس کے ساتھ وہ تعات کی بندش کیونکر کہا جائے کہ قابل داد

نہین ہے ؎

مرا شمول ہر اک دل کے پیچ و تاب مین ہے — مین مدعا ہون تپش نامہ تمنا کا

ایک جگہ اپنے حزن و ملال کی ان سادے اور روان الفاظ مین تصویر کھینچتے ہین ؎

بصورت تکلف بمعنی تاسف — اسد مین تبسم ہون پژمردگان کا

یہ مضمون کہ وہ دل ناصبور جو پہلے صبور تہا اور اب اتنا مضطرب ہے کہ برق تپان بھی اس سے تپش کا سبق لیتی ہے اور اس سے نہین بلکہ اس کے نام سے درس تپش حاصل کرتی ہے یون ادا کرتے ہین ؎

درس تپش ہے برق کو اب اس کے نام سے — وہ دل ہے یہ کہ جس کا تخلص صبور تہا

ذرا اس تشبیہ کو ملاحظہ فرمائیے شمع کو انگشت سے اور شعلہ کو سر انگشت حنائی سے اور غنچہ گل کو پروانہ سے تشبیہ دیکر کہتے ہین ؎

شمع رویون کی سر انگشت حنائی دیکھ کر — غنچہ گل پرفشان پروانہ آسا جل گیا

کیا یہ شعر محاکات کا بہترین نمونہ نہین ہے کیا یہ ایک مایوس عاشق کی تصویر سے کچھ کم ہے ؎

کل اسد کو ہم نے دیکھا گوشہ میخانہ مین — دست بر سر سر بزانوے دل مایوس تہا

یاد ایام ماضی اور عیش رفتہ کی تصویر یون دکہاتے ہین ؎

اسد خاک در میخانہ اب سر پر اڑاتا ہون — گئے وہ دن کہ پانی جام سے کا تا بزانو تہا

معشوق کے تبختر کی تصویر کھینچتے ہین ؎

پھر وہ سوے چمن آتا ہے خدا خیر کرے — رنگ اڑتا ہے گلستان کے ہوادارون کا

کیا روانی اور سادگی کا نمونہ اس سے بہتر بھی ہو سکتا ہے ؎

نہ فکر سلامت نہ بیم ملامت — ز خود رفتگی ہاے حیرت سلامت

وفور بلا ہے ہجوم وفا ہے — سلامت ملامت ملامت سلامت

تعلیم عبودیت اور تلقین آداب بندگی کے لئے اس سے اچھے شعر شائد کہین مشکل سے ملین گے۔

اے اسد بیجا ہے نازِ سجدہ عرض نیاز — عالم تسلیم مین یہ دعوی آرائی عبث

بہت سے اساتذہ کی مندرجہ ذیل طرح مین غزلین ہین۔ خود مرزا کی غزل

بھی اس زمین مین موجود ہی اور کوئی شک نہین کہ وہ غزل ان کی فکر کا بہترین نتیجہ ہی مگر حیران ہون اور سخت حیران ہون کہ کیون ایسا شعر نظر انداز کر دیا گیا۔ جو غزل کی جان تھا ؎

تھا مین گلدستہ احباب کی بندش کی گیاہ | متفرق ہوے میرے رفقا میرے بعد

پند و نصائح اگر عبوست اور یبوست سے بھرے ہوے ہین تو وہ مشکل سے کسی دل پر اثر ڈال سکتے ہین مگر جب اس مین کسی قسم کی رنگینی شامل ہو جاتی ہی تو وہ ضرور ہی اثر کرتی ہین مرزا نے بھی اس شعر مین ایک سانپ کی تشبیہ سے کام لیکر کچھ سے کچھ بنا دیا ہے۔ کہتے ہین کہ ؎

تو پست فطرت اور خیال بسا بلند | اے طفل خود معاملہ قد سے عصا بلند

ذرا دعائیہ رنگ ملاحظہ کیجئے۔ مناجات مین اگر وہی فقیرانہ صدا ہی تو اسکی رسائی وہین تک ہو سکتی ہی جہان تک ان مشہور شعرون کی ؎

ملاقات دونون کی باہم کری | مری بار کیون دیر اتنی کری

ہے زیبا تجھے اکبری سروری | مری بار کیون دیر اتنی کری

مگر جب اسی مناجات مین خلوص۔ درد دل۔ عجز و نیاز۔ بیکسی بے بسی کی بھی شرکت ہو جاتی ہی اور اس کو ایک حقیقی شاعر ادا کر دیتا ہی تو وہ تغزل اور قصیدے اور مثنوی سب کی حدود سے آگے بڑھ جاتی ہی۔ مرزا بھی درد دل سے کہتے ہین ؎

ہزار آفت و یکجان بے نوائے اسد | خدا کیواسطے اے شاہ بیکسان فریاد

اس اثر اور اس درد کو ملاحظہ فرمائیے اسی کے ساتھ زبان کو بھی دیکھئے ؎

ظلم کرنا گدائے عاشق پر | نہین شاہان حسن کا دستور

دوستو مجھ ستم رسیدہ سے | دشمنی ہے وصال کا مذکور

زندگانی پہ اعتماد غلط | ہی کہان قیصر اور کہان فغفور

دل کو ایک موج لرزان اور فکر کو صہبائے آبگینہ گداز سے تشبیہ دیتے ہوے کہتے ہین ؎

ہجوم فکر سے دل مثل موج لرزے ہے | کہ شیشہ نازک و صہبائے آبگینہ گداز

مین حیران ہون کہ جو اس شعر کو ناپسند کرتے ہین وہ غالب کے دیوان مین شعر

کیونکر دیکھ سکتے ہین ؎

ثابت ہوا ہے گردن مینا پہ خون خلق   لرزے ہے موج مے تری رفتار دیکھ کر

یا یہ شعر ؎

ہاتھ دھو دل سے یہی گرمی گر اندیشہ مین ہے   آبگینہ تندی صہبا سے پگھلا جائے ہے

آہ سے شکایت کرتے ہین۔ یا آہ کی شکایت کرتے ہین اور کہتے ہین کہ تیرا سارا زور تیری ساری کائنات۔ تیری ساری قوت مجھی پر ختم ہوگئی کہ مجھے تو نے سر سے پاؤن تک پھونک دیا اور غیر کے گھر پر تیری ایک چنگاری بھی نہ پہونچی فرماتے ہین ؎

تھی میرے ہی جلانے کو اے آہ شعلہ ریز   گھر پر پڑا نہ غیر کے کوئی شرار حیف

کیا یہ شعر بھی اسی انداز کا نہین ہے ؎

فلک نہ دور رکھ اس سے مجھے کہ مین ہی نہین   درازدستی قاتل کے امتحان کے لئے

ناتوانی اور کثرت گریہ کا یہ عالم کچھ کم درد انگیز نہین ہوتا کہ ایک شخص روتے روتے اس قدر کمزور اور ناتوان ہو جائے کہ پلکون کو بھی باہم نہ ملا سکے۔ مرزا اسی عالم کا اظہار کرتے اور کہتے ہین۔

رونے سے طاقت اتنی نہ چھوڑی کہ ایکبار   مژگان کو دون فشار پئے امتحان اشک

دنیا ایک ہوس گاہ ہے۔ ہر شخص اور ہر شے یہان بقدر شوق گرفتار حرص ہے مگر یہی حرص اور یہی سامان عیش اس کے واسطے تباہی کا باعث ہے اسی مضمون کو اس لطافت کے ساتھ ادا کیا ہے کہ اُس مین لطافت کے ساتھ عبرت بھی پیدا ہوگئی ہے۔ فرماتے ہین ؎

برہم ہے بزم غنچہ بیک جنبش نشاط   کاشانہ بسکہ تنگ ہے غافل ہوا نہ مانگ

کہتے ہین کہ مین لخت جگر کی عدم موجودگی کی حالت مین دل کی تسلی گل کو دیکھ کر کر لیا کرتا ہون۔ ورنہ میرے لئے میرے لخت جگر ہی گل ہوتے ہین۔ اب یہ زمانہ ایسا ہے کہ آنکھون تک لخت جگر کی رسائی مشکل ہوگئی ہے۔ بڑی مصیبت ہے اگر اب بھی نگاہ آشنائے گل نہو اور کہین پھول دیکھنے کے لئے نہ ملین۔

مژگان تلک رسائی لخت جگر کہان

اے وائے گر نگاہ نہو آشنائے گل

دریا کی دل شکستگی کا اس صورت سے اظہار کیا ہے ؎

امواج کی جو یہ شکنین آشکار ہین　　ہے چشم اشک ریز سے دریا شکستہ دل

غرضکہ مرزا کے اس کلام مین اچھے شعر بھی اتنے ہین جو کسی طرح نظر انداز کرنے کے قابل نہین ہین خرابی صرف اتنی ہی کہ وہ اُن کو انتخاب کر کے نظر انداز کر چکے تھے ورنہ وہی تخئیل ہے وہی زور ہے وہی رنگ ہے جو عموماً اُن کے کلام مین پایا جاتا ہی اور قدرت کی طرف سے جس کے وہ تنہا مالک بنائے گئے ہین۔

رہا وہ حصہ کلام جس مین خیالات کی گہرائی نے پیچیدگیان پیدا کر کے عام نظرون سے اُن کے مفہومون کو پوشیدہ کر دیا ہی۔ وہ بھی کچھ کم نہین ہین میرے خیال مین وہ کلام مروجہ کلام سے کچھ زیادہ ہوگا۔ کیونکہ دس برس کی مشق کا سرمایہ تھا جو نظر انداز کر دیا گیا اور نمونے کے طور پر اس کا کچھ حصہ اس دیوان مین چھوڑ دیا گیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہی کہ جب دیوان غالب کی شرح لکھنے والون نے مشکل کلام کی بھی شرح لکھی ہی اور دوسرے کلام کے ساتھ ساتھ اُس کو بھی آنکھون سے لگانے کے قابل سمجھا ہے تو پھر کیا سبب ہے کہ اب اس پورے کلام کو چھوڑ دیا جائے جس کا چھوٹا سا ایک ٹکڑا یہ کلام بھی ہے۔ لوگ یہ تو کہتے ہین کہ جب مرزا نے خود ہی اس کلام کو طبع ہونے اور منظر عام مین آنے کے قابل نہین سمجھا تو پھر کسی کو کیا حق ہے کہ وہ اس کلام کو پبلک مین لائے اور شہرت کے پر لگا کر اڑائے مگر یہ کوئی نہین دیکھتا کہ ناسمجھون کی زبردستیون اور زمانہ کی کوتاہ فہمیون نے ان کو اس بات پر مجبور کیا ورنہ انھون نے تو وہ شعر کہے ہی تھے اور اس مین اپنا شباب کا زمانہ صرف کیا ہی تھا۔ میرے نزدیک تو انھون نے جب یہ شعر نکال دیئے ہین اسی پر اُن کو افسوس ہوا ہے اور اُسی کے لئے انھون نے یہ شعر کہا ہے کہ ؎

ہمارے شعر ہین اب صرف دل لگی کے اسد
کھلا کہ فائدہ عرض ہنر مین خاک نہین

ظاہر اتر یہ ہے کہ وہ شعر جن پر انتخاب کی چھری چلائی گئی وہ ابتدائے مشق کے تھے اور دیکھنے والون کی نظر مین صرف اس لئے ان کی کوئی وقعت اور کوئی اہمیت نہ تھی کہ وہ اُن کی سمجھ سے باہر یا بالاتر تھے مگر انصاف کیجئے تو معلوم ہو جائے گا کہ

مرزا نے انہیں معانی کے دریا بہا دیے تھے اور ہر مصرع میں پرواز خیال کی انتہا دکھا دی تھی ہر لفظ گنجینۂ معنی تھا۔ اور ہر مفہوم سرمایۂ ناز شاعری تھا اسی قسم کے کلام کی طرف انکا اشارہ یہ تھا کہ ؎

گنجینۂ معنی کا طلسم اس کو سمجھیے
جو لفظ کہ غالب مرے اشعار میں آئے

ابتدائے شاعری کا وقت سہی۔ نومشقی کا عالم سہی مگر اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ وہ اُن لوگوں کا اتباع تھا جن کا جواب دنیائے شعر میں مشکل سے ملے گا۔ جنکے تخیل کی حدیں اُس عالم سے ملی ہوئی ہیں جہاں عام نظریں کبھی پہونچ ہی نہیں سکتیں۔ میرے خیال میں وہ گمراہی بھی رہنمائی سے زیادہ درجہ رکھتی ہے اور وہ ابہام و اشکال بھی سہل ممتنع سے بڑھا ہوا ہے۔

بیدل۔ شوکت اور جلال اسیر کے یہاں اول تو سب خیالی مضمون نہیں ہیں بہت سے مضامین عالی بھی اُن کے کلام کا جوہر ہیں اور اگر فرض کیجیے کہ تمام دنیا خیالی ہی ہے تب بھی تو یہ بات غور کرنے کے قابل ہے کہ عام دنیا کی اس دنیا تک رسائی نہیں اور وہ سطح بلند پر آباد ہے جہاں بڑے بڑے نظر بازوں کی نظر نہیں پہونچتی۔ بیشک مرزا نے اُس کلام کو نظر اندازی کے قابل سمجھا مگر اسوقت کہ جب ہر طرف سے صدائے دار و گیر بلند ہوئی اور جب ہر سخن ناشناس وا ویلا اور وا مصیبتا کہتا ہوا پھرنے لگا۔ جب جگہ جگہ یہی ذکر ہونے لگا کہ مرزا مہمل گو ہیں مرزا مشکل گو ہیں۔ مرزا کے کلام میں معنی نہیں ہیں۔ مزا نہیں ہے۔ نکالنے کو تو انھوں نے اپنے دیوان سے وہ کلام نکال ہی دیا مگر غور کیجیے کہ اگر وہ اس کو بے معنی اور مہمل جانتے تو اس قسم کے نمونے کیوں چھوڑ دیتے سعدی کی ایک حکایت میں یہ جملے تو انھوں نے پڑھے ہی ہوں گے۔ آتش کشتن و اخگر گزاشتن و افعی کشتن و بچہ اش نگاہ داشتن کار خردمندان نیست والا مضمون ہے پھر جب تمام کا تمام کلام بدل ہی دیا تو آخر نمونے کی کیا ضرورت تھی۔

اسقدر لکھنے کے بعد یہ بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ مرزا کا وہ کلام بے معنی نہیں ہے بلکہ اس میں تو مرزا نے اور بھی زیادہ خون جگر کھایا ہے اور عمیق خیالات ظاہر کیے ہیں۔

اگر یہ کلام پہلے سے دستیاب ہو جاتا تو میرے نزدیک سب سے پہلے اسی کی شرح کی ضرورت تھی اور شارحین کی طبع آزمائیوں کا سب سے زیادہ یہی محتاج تھا مگر اتفاق سے یہ غفلت اور لاعلمی کی مٹی مین دبا پڑا رہا اور کسیکو خبر بھی نہو ئی۔

اب غالب کے اُس کلام کو جو میرے لئے زیر بحث ہو رہے ہوے اچھا خاصہ ایک زمانہ گزر گیا مگر میرا جہان تک خیال ہے اس وقت تک کسی نے اس طرف مطلق توجہ نہین کی ہے بلکہ جو اٹھتا ہے یہی ارادہ کرتا ہوا اٹھتا ہے کہ غالب کے متداولہ دیوان کی اپنی سمجھ کے موافق ایک شرح لکھ ڈالون حالانکہ یہ بات کچھ چھپی ہوئی نہین ہے کہ اب اتنی شرحین لکھی جا چکی ہین کہ نہ شرح کی احتیاج ہے نہ تشریح کی اب غالب کے پرانے کلام مین نئے معنی پیدا کرنے کے یہ معنی ہین کہ حقیقی معنی پر پردہ ڈالکر کلام کو مہمل اور لایعنی کا خطاب دلایا جائے۔ کیونکہ جہان ایک کلام مین مختلف معنی کا پایا جانا اس کی فصاحت و بلاغت پر دال ہے وہین یہ بھی ہے کہ اس کو مہمل ثابت کرنے مین بڑی مدد دیتا ہے اس واسطے کہ جہان تک میرا تجربہ ہے شاعر کسی شعر مین دو تین سے زیادہ معنی نہین پیدا کر سکتا اگر اسی سے ایک دو اور اچھے پہلو بھی پیدا ہو جائین تو وہ اعجاز کلام اور فیضان سخن سے تعبیر کیا جائے گا شاعر کی کوئی خاص کوشش نہ مانی جائے گی اور اگر اس مین بہت سے مفہوم ادنیٰ ادنیٰ نقصان کے ساتھ پیدا ہوتے ہون تو قطعی طور پر یہ سمجھ لینا چاہئے کہ شاعر نے سمجھ کر وہ شعر نہین کہا ہے۔ یہی اور بالکل یہی آجکل غالب کے کلام مین کیا جا رہا ہے۔ شرح کرنے والون کی ٹولیان کی ٹولیان چلی آتی ہین اور جو جس کی سمجھ مین آتا ہے کہتا ہے اور ایک ضخیم کتاب تیار کر کے رکھدیتا ہے۔ دیکھنے والے سب کو دیکھ رہے ہین اور سب کا نعرہ مستانہ سن رہے ہین حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ سوائے دو تین شرحون کے باقی شرحین ماسبق شرحون کے لئے گراموفون اور صدائے بازگشت سے زیادہ نہین مگر مجبوری ہے ع

تقدیر جو دکھاوے ناچار دیکھنا

میرا جہان تک خیال ہے جناب تہا اور حضرت بیخود موہانی و بیخود دہلوی کی شرحین اُس وقت تیار کی گئی ہین جب نسخہ حمیدیہ چھپ چکا تھا اور غیر مطبوعہ

کلام بھی عام نظروں کے سامنے آگیا تھا مگر حسرت تھا کی شرح اور دیگر شرحوں میں اس قدر فرق ہے جس قدر کہ فونوگراف اور گراموفونوں میں۔ باقی اللہ بس باقی ہوس۔ رہے حضرت مولانا نجود موہانی اعلی اللہ مقامہ آنکی دنیا ہی جدا ہے پہلے سب شرحوں کو جمع فرماتے ہیں پھر ان کی تشریح کرکے ان کے عیوب واسقام سے اپنی رائے عالی کے مطابق دنیا کو آگاہ فرماتے ہیں اور اس کے بعد اپنی طلاقت لسانی کا ثبوت دیکر معانی کے ابواب جدیدہ کا افتتاح فرماکر

کس بشنود یا نشنود من گفتگوے می کنم

کی ایک آواز لگاتے ہوئے برق خاطف کی طرح گزر جاتے ہیں۔ افسوس بلکہ سخت افسوس اس بات کا ہے کہ ابھی تک وہ شرح دنیا سے روپوش ہے اور بستہ کے سرخ یا سبز غلاف میں ملبوس طاق زینت پر رکھی ہوئی ہے ورنہ میں اس پر کچھ لکھتا پھر بھی میں نے اس کے بعض بعض وہ حصے دیکھے ہیں جن سے اخبارات ورسائل کے کئی کئی صفحے کالے ہوگئے ہیں۔ اسی بنا پر یہ چند فقرے بے اختیارانہ لکھ گیا ہوں۔ ورنہ او داند و کار او۔ مارا چہ ازین قصہ کہ۔ مولانا نجود دہلوی کی شرح کامل طرح پر میں نے نہیں دیکھی مگر متعدد خبریں اس کے متعلق بھی سنی ہیں کہ خوب خوب معانی آفرینی کی داد دی ہے۔

کوئی ان رہنمایان معانی اور حامیان زبان اردو سے یہ پوچھنے والا نہیں کہ حضرات یہ کیا ستم ہے کیا غضب ہے کیا ناانصافی ہے جس کی ضرورت نہیں اس کے لئے تو مرکہ آرائی اور جادہ پیمائی قلم جاری ہے اور جس کی ضرورت ہے اس کی طرف توجہ بھی نہیں۔ کیا خوب۔ یا آن گرماگرمی یا این سرد مہری

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

حقیقت یہ ہے کہ غالب کے مروجہ کلام کی رہنما تو کئی شرحیں موجود تھیں غالب کے اس کلام کو تو سننے والے اور اس کے معنی سمجھانے والے تو ہزاروں آدمی ہندوستان میں موجود ہیں۔ اس لئے ان کی شرحیں لکھنے میں نہ کوئی دقت پڑی نہ کسی کاوش کی ضرورت ہوئی۔ مگر وہ کلام جو نہ تو زبان زد ہو کر مقبول ہوا ہے اور نہ اس وقت تک کوئی اس کی شرح لکھی گئی ہے اس پر قلم اٹھانا کوئی

آسان کام نہین ہو- اس کے لئے ہمت چاہیئے دل چاہیئے دماغ چاہیئے - معنی یاب طبیعت چاہیئے ذوق سلیم چاہیئے- یہان کا تا اور لے دوڑی سے کام نہین چل سکتا- اور وہان ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی" کا منظر نظر نہین آسکتا اس لئے بعض تو دیکھتے ہین- رہ جاتے ہین- بعض کی نظر خیرہ ہو جاتی ہے بعض کے ہاتھ سے کتاب چھوٹ پڑتی ہے بعض مہمل سمجھ کر چھوڑ دیتے ہین بعض ادب سے خاموش ہو جاتے ہین-

مولانا بیخود تو خیر پھر بھی اپنی جگہ ہین دیکھئے حضرت نظم طباطبائی اعلی اللہ مقامہ کو جو ہندوستان مین دیوان غالب کے ایک بہترین شارح تسلیم کئے گئے اور جنہون نے اپنی شرح مین شرح کیساتھ تنقید کی بھی جواہر ریزی فرمائی اور ساتھ ہی ساتھ جا بجا کلام مقبول و متداول پر نگاہ غائر ڈالکر حق اصلاح بھی ادا کیا تو پھر اس کلام مین تو ان کو اور بھی زیادہ مواقع تھے اور یہان تو بقول سمجھے دریا بہا سکتے تھے پھر کیون نہ ادہر توجہ فرمائی-

میرے نزدیک کسی شاعر کو بڑے بڑے ماہرین شعر کے مقابلہ مین پیش کرنے سے یہ زیادہ بہتر ہو کہ خود اسی کے کلام کی تشریح و توضیح کردی جائے- ڈاکٹر بجنوری مرحوم نے اپنے مقدمہ کلام غالب مین غالب کو کہین ٹینیسن ٹھہرایا ہو کہین اپنے زمانہ کا ورڈسورتھ اور شیلی بنایا ہو گو یہ بھی ایک قسم کی جدت ہو اور اس سے بھی غالب کی قابلیت کو چار چاند لگتے ہین مگر کاش یہ کلام اُن کے ہاتھ لگا ہوتا اور اسپر وہ حاشیہ آرائی کرتے تو یقینی وہ اس کوشش و کاوش بیجا سے بہتر ہوتا جسپر انہون نے اپنی تمامتر قوت بیان کو ختم کر دیا ہو- اس سے تو کون انکار کر سکتا ہو کہ مقدمہ کے لکھنے مین انہون نے بے انتہا عرقریزی کی ہو اور فلسفے کے دریا بہا دیئے ہین- بہت سے اشعار کے معنی اس جدت و ندرت کے ساتھ بیان کئے ہین کہ ہر ایک سننے والا ان کی داد دیئے بغیر رہ ہی نہین سکتا مگر افسوس ہو کہ اس کے ساتھ ہی یہ خیال بھی آتا ہو کہ جو معنی بجنوری مرحوم نے سمجھے شاید غالب کا خیال بھی وہان تک نہین پہنچا تھا اور وہ اسیطرح ان سے ناواقف تھے جیسا کہ آج ایک ایسا آدمی جس نے اس مقدمہ کو نہ دیکھا ہو۔ بجنوری مرحوم کے سرمایۂ عمر اور اُن کی سعی و کوشش یعنی اُن کے مقدمہ کو جس دن مین نے دیکھا انکے الفاظ سے نکلتے ہوئے جبروتی ترانے اور اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد کے قدسی نغمے میرے کانون تک پہونچے- دل کنگرۂ قصر کسریٰ کی طرح ہلنے لگا ہاتھ بتان کعبہ کی طرح لرزنے لگے- صفحات کا جادہ

برق سرِطور کی طرح چمکنے لگا اور میری موسیٰ نگاہی غش کھا کر گرنے کو تیار ہو گئی میرے
ہوش و حواس پروانہ ہائے آتش بجان کی طرح تڑپنے لگے پہلے ہی صفحہ کے الفاظ
اور فقرے مجھے از خود رفتہ بنا گئے پھر بھی مین نے بقیہ صفحات الٹ پلٹ کر دیکھے۔
مگر سوائے اس کے کہ جو بار مدحت اپنی پوری روانی پر ہے۔ سوائے اس کے
کہ چند دور از کار اور لایعنی دعوے ہین سوائے اس کے کہ غالب کی مضمون آفرینی
کو سراپا فلسفہ بنا دیا ہے سوائے اس کے کہ یورپ کی چند معروف ہستیون سے غالب
کا مقابلہ کیا ہے سوائے اس کے کہ انھین شعرون کی پھر شرح کر دی ہے جن کی شرح
بارہا ہو چکی ہے مجھے ایک بات بھی ایسی نظر نہ پڑی جس کو دیکھ کر میری محدود معلومات
اضافہ کا شکریہ ادا کرتی یا سامعہ کسی نئی بات کے سننے سے ممنون ہوتا اس مین شک
نہین کہ وہ ادب کی ایک نئی دنیا پیش کرتے ہین مگر سب بیکار ہے کیونکہ جدید کلام کی نسبت ایک لفظ بھی
ارشاد نہین فرماتے وہ بھی مجبور ہین کیونکہ یہ کلام ہی اُن تک نہین پہنچا تھا انھون نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ ایک تبرک کے طور پر
پیش کیا ہے جو کچھ دکھایا ہے وہ عجائبات روزگار سمجھ کر دکھایا ہے باقی انہین نہ
اس کی شرح سے بحث ہے نہ اُن کے اس انداز بیان سے غرض ہے اسی طرح ترتیب کلام کا
جو حال ہے وہ اُس جدید ترتیب پر ہے اور جو کچھ اُن کی کاوش تھی وہ اُن چند
نوٹون پر ختم ہو جاتی ہے جا بجا صفحات مین اس تشریح اور اس تفصیل کیواسطے
لکھے گئے ہین کہ ان غزلون مین سے کوئی شعر مطبوعہ دیوان غالب مین نہین ہے
یا یہ شعر پہلے اس طور پر کہا گیا تھا۔ اور بس مین نے اسی زمانہ مین یہ ارادہ کیا کہ اردو
کے مروجہ دیوان غالب کی طرح اس کی بھی اگر شرح ہو جائے تو وہ صرف مفید
مطلب ہی نہین بلکہ عجیب بھی ہو گی مگر اس ارادہ کا قوت سے فعل مین آنا اور
اس خیال کا عملی جامہ پہننا کوئی آسان بات نہ تھی ایک دو رکاوٹین نہین بلکہ متعدد
موانع موجود تھے۔ اشغال کی کثرت۔ فرصت کی کمی غور و فکر کے لئے موقعہ نہ ملنا۔
کلام کا غائر نظر سے مطالعہ کر کے قابل شرح شعرون کا انتخاب اُس پر سب سے بڑی
کمی اس بات کی کہ لکھ بھی لین اور شرح کر بھی ڈالین تو کون چھاپے گا اور کون
خریدے گا یونہی ایک فرقہ ہے جو اس کلام کو دیکھ کر چین بر جبین ہے اور اپنی
معلومات کی بنا پر قیاسی بنیادین قائم کر کے یہ کہتا پھرتا ہے کہ یہ کلام ہرگز غالب کا

کلام نہین ہے پھر بھلا اس کوشش اور سعی کو نظر استحسان سے کون دیکھے گا۔ اور کہان سے اس کے قدردان پیدا ہون گے۔

مندرجہ بالا موانع کے باوجود بھی مین نے ہمت نہین ہاری اور اس شغل کو جاری رکھا۔ ان شعرون کو پڑھتا رہا اور وقت بے وقت اپنے ضروری وقت کو معانی کی گتھیان سلجھانے مین صرف کرتا رہا جب جب ممکن ہوا کاغذ پر بھی کچھ نہ کچھ لکھتا رہا۔

غالب کے انداز بیان ۔ الجھی ہوئی ترکیبون ۔ نامانوس بندشون نے میرا کافی وقت صرف کیا۔ ہوا یہ کہ بیشتر اشعار کے ایک وقت مین کچھ معنی سمجھے دوسرے وقت کچھ سمجھے اہل نظر سے محاکمہ اور فیصلہ کا خواستگار رہا۔ بہت سے فیصلے ہو گئے اور بہت سی جگہ رہنما اور رہبر بھی راہرو اور رہ نوردبنکر رہ گئے ۔ اور ہان مین ہان ملانے کے سوائے نہ کوئی حتمی رائے دی اور نہ کوئی قطعی فیصلہ کیا ایسے شعرون مین مین نے یہ کیا کہ جو جو معنی میری سمجھ مین آئے وہ سب لکھدیے۔

اب مین مرزا کے اسی کلام پر مخصوص طور سے ایک دوسری نظر ڈالنا چاہتا ہون اور بتاتا ہون کہ اس مین کیا ہے اور اس کے ظاہری اجزائے ترکیبی مین کون کون سے عناصر کام کر رہے ہین۔

(۱) اگرچہ یہ کہنا کچھ کارآمد اور ضروری نہین ہے کہ ان کے اس کلام مین قریب قریب بھی مروجہ بحور موجود ہین اور اس صورت سے عروض کی پوری پوری خانہ پُری ہو جاتی ہے۔ پھر بھی ان لوگون کی خاطر سے جن کو عروض و تقطیع کے جھگڑون اور ولزلون مین لطف آتا ہے یہ نہ بتانا ایک کمی کے طور پر محسوس کیا جائے گا۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہنا ہے کہ مرزا اُن شاعرون مین نہین تھے جو عروض دانی ہی کو کمال شاعری سمجھتے تھے انہون نے انہین بحرون کو اپنے دیوان مین جگہ دی جنکو لکھنے کے بعد بھی شاعر شاعر ہی معلوم ہوتا ہے وہ جانتے ہون یا نہ جانتے ہون اس سے بحث نہین ہے پھر بھی اس طرف ان کی توجہ منعطف نہین ہوئی ہے جن بحرون مین زحافون کی فراوانی نے آشوب مذاق برپا کر رکھا ہے۔

(۲) اُن کا یہ کلام بھی کئی حصون پر منقسم ہوتا ہے ایک وہ غزلین ہین جنمین کا

کوئی شعر مروجہ دیوان میں نہیں ہے۔ اور وہ سر سے پاؤں تک انتخاب کے سیلاب میں غرق ہو گئی ہیں دوسرے وہ اشعار ہیں جو اسی موجودہ دیوان کی غزلوں میں سے چنکر جدا کر دیئے گئے ہیں اس قسم کے اشعار کے دو حصے کئے جا سکتے ہیں ایک وہ جو بالکل نئے شعر ہیں ان میں خیال بھی نئے ہیں باتیں بھی جدا ہیں دوسرے وہ اشعار ہیں جو اسی دیوان کے اشعار کا نقش اول ہیں اور کچھ الفاظ کے تغیر اور تبدل کے بعد ان کو متداول دیوان میں جگہ دیدی گئی ہے اور پھر ان میں بھی دو تقسیمیں ہیں ایک اس قسم کے شعر ہیں جو اصلاح کے بعد ایسے بدل گئے ہیں کہ پہچانے ہی نہیں جاتے دوسرے وہ ہیں جن کے خط و خال اب بھی نمایاں ہیں اور صرف چند الفاظ بدلے ہیں باقی وہی ہیں۔

(۳) بندش کی حیثیت سے بھی دو قسم کے شعر پائے جاتے ہیں یا سہل ہیں۔ یا بعید الفہم ترکیبوں سے لبریز پھر سہل میں بھی اگرچہ سہل ممتنع اشعار کا پتہ نہیں مگر یہ بھی دو طرح کے ہیں یا تو ایسے ہیں کہ ان کی شرح کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ پڑھئے اور سمجھ لیجئے اور یا ایسے کہ سہل تو ہیں مگر پھر بھی ان کی شرح کی ضرورت ہے۔ بعید الفہم اشعار بھی دو قسموں پر تقسیم کر لیجئے یا وہ ہیں جو کوشش کرنے کے بعد سمجھ میں آ جاتے ہیں اور کسی نہ کسی صورت سے شارح کی محنت ٹھکانے لگ جاتی ہے اور وہ اُن کے معانی پر کچھ نہ کچھ رائے زنی کر سکتا ہے یا ایسے ہیں کہ ادراک کی قوت کو تھکا دیتے ہیں ذہن کی رسائی کو عاجز کر دیتے ہیں۔ واہمہ اگر خلاقی کر کے کچھ اچھے بُرے معنی پیدا بھی کرتا ہے تو دماغ اُن سے مطمئن نہیں ہوتا۔ اور اپنے پُر کرنے کے لئے ہل من مزید کی صدا آخر تک بلند کرتا رہتا ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں اس ترکیب صوری کی آسانی کے لئے کچھ مثالیں پیش کر کے اپنے مذکورۂ بالا دعوؤں کا ثبوت دیدوں۔ پہلے اُن بحروں کو دیکھئے۔ جن کو بجنوری مرحوم نے از روئے اقلیدس خطوط منحنی اور دائرے سے مشابہ کر کے افتان و خیزان کے نام سے یاد کیا ہے۔

کہتے ہو نہ دینگے ہم دل اگر پڑا پایا
دل کہاں کہ گم کیجئے ہم نے مدعا پایا

اسی غزل مین اور بھی بہت سے اشعار غیر مطبوعہ ہین جن کا ایک شعر نقل کے لئے کافی ہے۔

ہے کہاں تمنا کا دوسرا قدم یارب
ہمنے دشت امکان کو ایک نقش پا پایا

یا عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہین ہم آگے کہ اپنے سایہ سے سر پاؤن سے ہے دو قدم آگے

اس غزل کا اور کوئی شعر اشعار غیر مطبوعہ مین نہین ہے مگر ایسی ہی اور کئی غزلین موجود ہین جن مین سے ایک یہ ہے۔

نظر بنقص گدایان کمال بے ادبی ہے
کہ خار خشک کو بھی دعوئ چمن نسبی ہے

دونون بحرون مین فرق بھی مگر اپنی غنیدگی کے لحاظ سے دونون برابر ہین اور لیجئے میر کی مخصوص بحر ملاحظہ فرمایئے۔

وحشی بن صیاد نے ہم رم خوردون کو کیا رام کیا
رشتۂ چاک جیب دریدہ صرف قماش دام کیا

یہ بھی پوری غزل موجود ہے اور اسی قسم کی اور بحرین بھی پائی جاتی ہین مگر ڈاکٹر بجنوری مرحوم کا یہ دعوی کسی صورت سے صحیح نہین ہے کہ کوئی آسان سے آسان اور مشکل سے مشکل بحر ایسی نہین جس مین مرزا نے کلام موزون نہ کیا ہو۔ یہ ناواقفی فن کی دلیل ہے یا خوش عقیدگی کی اس کا کوئی ثبوت اُن کے دیوان سے نہین ملتا۔ اور ایک مرزا غالب ہی کے دیوان کو کیون پیش نظر رکھا جائے مجھے کسی اُردو کہنے والے شاعر یا کسی فارسی کہنے والے کا دیوان اس معیار پر پورا اُترتا نظر نہین آتا۔ میری نظر مین اس فرض کو فارسی گویون مین شمس تبریز رحمتہ اللہ علیہ کے کلیات مین پورا کیا گیا ہے مگر وہان بھی خدا معلوم کتنی کمی رہ گئی ہے۔

(۲) اُن غزلون کو لیجئے کہ جن کا کوئی شعر مروجہ دیوان مین نہین ہے تو وہ بہت کافی تعداد مین آپکو ملینگی۔ چنانچہ ان غزلون مین کا کوئی شعر دیوان مطبوعہ مین نہین ہے۔

شب کہ دل زخمی عرض دو جہان تیر آیا نالہ بر خود غلط شوخی تاثیر آیا

سیر آنسوئے تماشا ہے طلبگارون کا — خضر مشتاق ہے اس دشت کے آوارونکا

عیادت سے زبس ٹوٹا ہے دل یارانِ غمگین کا — نظر آتا ہے موئے شیشہ رشتہ شمع بالین کا

وردِ اسمِ حق سے دیدارِ صنم حاصل ہوا
رشتۂ تسبیح تارِ جادۂ منزل ہوا

اس قسم کی غزلین قریب قریب سبھی ردیفون مین ہین اور اچھی خاصی تعداد مین ہین۔

وہ اشعار بھی بہت سے ہین جو مطبوعہ دیوان کی غزلون مین سے چھنکر جدا کر دیے گئے ہین نمونہ کے لئے الف کی ردیف کی ابتدا سے دو تین غزلون کی تفصیل لکھتا ہون۔

نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

یہ پہلی ہی غزل ہے جس مین مطبوعہ پانچ شعر ہین مگر پانچ ہی غیر مطبوعہ ہین۔

اس غزل مین سے

شمار سبحہ مرغوبِ بتِ مشکل پسند آیا
تماشائے بیک کف بردن صد دل پسند آیا

مین مطبوعہ اشعار چار ہین مگر غیر مطبوعہ پانچ شعر اور ہین۔

اس غزل مین سے

تیشے بغیر مر نہ سکا کوہکن اسد
سرگشتۂ خمار رسوم و قیود تھا

چھ شعر ملتے ہین مگر چھ غیر مطبوعہ بھی ہین۔ غرضکہ بہت سی غزلون مین یہی صورت ہے۔ وہ غیر مطبوعہ اشعار بھی بہت سے ہین جو بالکل نئے ہین ان کا نقل کرنا اس لئے فضول ہے کہ جب یہ بتا دیا گیا کہ بہت سی سالم غزلین غیر مطبوعہ ہین تو پھر اب ایسے اشعار کے شمار کرانے کی کیا ضرورت باقی رہی۔ ہان وہ اشعار جو مروجہ بہت سے شعرون کے نقش اول ہین لکھنے کی ضرورت ہے وہ بھی کثیر تعداد مین ہین مگر مین نمونتاً چند شعرون پر اکتفا کرتا ہون۔ یہ شعر

بسکہ ہون غالب اسیری مین بھی آتش زیر پا — موئے آتش دیدہ ہے حلقہ مری زنجیر کا

پہلے یون تھا۔

آتشین پا ہون گداز وحشت زندان نہ پوچھ
موے آتش دیدہ ہی ہر حلقہ یان زنجیر کا

یا یہ شعر — بوے گل۔ نالۂ دل۔ دود چراغ محفل
جو تری بزم سے نکلا وہ پریشان نکلا

اس کا پہلا مصرع پہلے یون تہا۔

عشرت ایجاد چہ بوے گل و کو دود چراغ
جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا

یہ تو ہو اُن اشعار کا حال جن مین کہین کہین پورے پورے مصرعون کو بدل دیا ہو اور کہین اس سے بھی زیادہ تصرف کیا ہو مگر اس سے بھی زیادہ وہ اشعار ہین جن مین صرف ایک ایک دو دو لفظ بدلے ہین اور باقی جیسے پہلے تھے ویسے ہی مروجہ دیوان مین ہین۔ اُن کی مثال کے لئے کہان تک اشعار پیش کئے جائین بہت سے ہین مگر وہ اشعار جن کے خط و خال بھی نہین پہچانے جاتے کم ہین۔ اور نہ پہچانے جانے کی خاص وجہ یہ ہے کہ اُن مین الفاظ کا تغیر معمولی نہین ہو بلکہ لفظ بھی بدل دیے ہین زمین شعر بھی بدل دی ہو کہین بحر بھی بدل دی ہو اور تہوڑا بہت خیال مین بھی تصرف کیا ہو مثال کے طور پر اس شعر کو لیجئے ؎

نہین ذریعہ راحت جراحت پیکان
وہ زخم تیغ ہے جس کو کہ دل کشا کہئے

پہلے یہ خیال اس صورت مین تہا۔

جس قدر جگر خون ہو کوچہ دادن گل ہے
زخم تیغ قاتل کو طرفہ دل کشا پایا

یا یہ شعر ؎

پرتو خور سے ہی شبنم کو فنا کی تعلیم — ہم بھی ہین ایک عنایت کی نظر ہونے تک

پہلے ایک جگہ اسی مضمون کو یون کہا تہا ؎

خور شبنم آشنا نہ ہوا ورنہ مین اسد — سرتاپا گزارش ذوق سجود تہا

یا یہ دو شعر ؎

ثابت ہوا ہے گردن مینا پہ خون خلق — لرزے ہے موج مے تری رفتار دیکھ کر
ہاتھ دہو دل سے یہی گرمی گر اندیشے مین ہے — آبگینہ تندیٔ صہبا سے پگھلا جائے ہے

پہلے شعر مین صرف لرزش موج کا خیال ہے اور دوسرے مین آبگینۂ صہبا گداز کا بیان ہے۔ مگر دونون کو ایک شعر مین پہلے یون کہا تھا۔

ہجوم فکر سے دل مثل موج لرزے ہے
کہ شیشہ نازک و صہبائے آبگینہ گداز

بعض ایسے شعر بھی ہین جو کہے گئے ہین ایک دوسرے کی مدد سے اور یکے بعد دیگرے ہین مگر وہ دونون انتخاب ہو کر مطبوعہ دیوان مین آگئے ہین جیسے یہ شعر ؎

مری تعمیر مین مضمر ہے اک صورت خرابی کی — ہیولیٰ برق خرمن کا ہے خون گرم دہقان کا
کارگاہ ہستی مین لالہ داغ سامان ہے — برق خرمن راحت خون گرم دہقان ہے

یا یہ شعر ؎

بیان کیا کیجیے بیداد کاوشہائے مژگان کا — کہ ہر اک قطرۂ خون دانہ ہے تسبیح مرجان کا
ودیعت خانۂ بیداد کاوشہائے مژگان ہون — نگین نام دلبر ہے مرا ہر قطرہ خون تن مین

دونون شعر ظاہرا شاید کسیکو جدا معلوم ہون مگر معترض خون کے قطرون کی تشبیہ کو دیکھے گا تو اچھی طرح سمجھے گا کہ کاوش مژہ نے ایک کو نگین بنایا ہے اور ایک کو مرجان اور نگین و مرجان مین کچھ بڑا فرق نہین ہے۔ رہے وہ شعر جو سہل ہین اور ان کی شرح کی ضرورت نہین ہے ان کی مثال مین یہ اشعار پیش کئے جا سکتے ہین مگر اس قسم کے شعر صرف برائے نام ہین۔

ظلم کرنا گدائے عاشق پر — نہین شاہان حسن کا دستور
دوستو مجھ ستم رسیدہ سے — دشمنی ہے وصال کا مذکور
شیخ جی کعبہ کا جانا معلوم — آپ مسجد مین گدہا باندہتے ہین

مہر بجائے نامہ لگائی بر لب پیک نامہ رسان
قاتل تمکین سنج نے یون خاموشی کا پیغام کیا

اسی طرح ان اشعار کی تعداد بھی بہت کم سمجھنا چاہئے جو بے حد سہل ہین مثلاً

نہ پوچھ حال شب و روز ہجر کا غالب   خیال زلف و رخ دوست صبح و شام رہا
لگے خدنگ سر پہ یار کے دست نگارین سے   بجائے زخم گل از گوشۂ دستار ہو پیدا

جاتا ہون جدہر سب کی اُٹھے ہے اُدہر انگشت
یکدست جہان مجھ سے پھرا ہو مگر انگشت

بعید الفہم اشعار سے تو دیوان ہی بھرا ہوا ہے اُن کا گنانا نہ گنانا سب برابر ہے اُنمین سے اس قسم کے اشعار پیش کرنا بھی بے سود ہے جو کسی طرح سمجھ مین نہین آتے کیونکہ میرا عذر نا فہمی اپنی کوتاہی ادراک کے مطابق ہوگا - یا اُن لوگون کے موافق کہ جن سے مین نے بعض اشعار کے معنی مین مشورہ کیا - سو اس کے لئے یہ تو ضروری ہی نہین کہ تمام دنیا مجھی سی ہو جائے ممکن ہے کہ اور لوگ سمجھ لیین اور ان کی قوت ادراک وہان تک پہنچ سکے جہان تک مین نہین پہونچا -

معنوی حیثیت سے دیکھئے تو غیر مطبوعہ دیوان غالب مین بقول مصنف کے ایسے اشعار بہت زیادہ ہین جن کی بنیادین خیالی مضامین پر رکھی ہوئی ہین اور جو واقعات سے کوسون دور ہین مثال کے طور پر بعض اشعار ملاحظہ فرمائیے -

کہنا یہ ہے کہ لالہ کا پھول ایک مسافر ہے جس کو بہار فرصت ہستی کی کمی کا راز معلوم ہے اور وہ دنیا کی بے بقائی کو خوب جانتا ہے اسواسطے وہ راہ مین کسی جگہ فروکش ہونا اور قیام کرنا بالکل بیکار اور غیر ضروری سمجھتا ہے - اور عیش و سرور کو صرف اتنا ہی مدنظر رکھتا ہے کہ محمل کے اوپر ہی ایک جام بادہ پی لیتا ہے اور رخصت ہو جاتا ہے محمل وہی شاخ ہے جسپر پھول کھلتا ہے اور جام بادہ پھول کے لئے خود اس کا وجود ہے - اس مضمون کو اس طرح کہا ہے -

ہوئی جس کو بہار فرصت ہستی سے آگاہی
برنگ لالہ جام بادہ برمحمل پسند آیا

یا وہی شعر جسکی شرح مین پہلے لکھ چکا ہون -

خاکبازی امید کارخانۂ طفلی
یاس کو دو عالم سے لب بخندہ وا پایا

راہ خوابیدہ یعنی وہ راستہ جو کم چلتا ہے ایک درس آگاہی کے لئے گرد نکش تھی مگر

میرا نقش قدم زمین کے لئے ایک سیلی استاد کا کام دے گیا۔

رہ خوابیدہ تھی گردنکش یک درس آگاہی
زمین کو سیلی اُستاد ہے نقش قدم میرا

فصل بہار کی تاثیر سے آتش کا رنگ بدل گیا ہو لہٰذا شمع اپنے پاؤں کا کانٹا چراغ گل لیکر ڈھونڈھ رہی ہے۔ چراغ گل اسی شعلہ کو کہا ہے جو شمع مین موجود ہوتا ہو۔

زبس آتش نے فصل رنگ مین رنگ دگر پایا
چراغ گل سے ڈھونڈے ہو چمن مین شمع خار پا

ہوائے صبح گل کی گریباں چاکی کے سبب سے پریشان ہو لہٰذا اگر تجکو بھی غمخواری کر کے میرا حال دریافت کرنا ہے تو وہان زخم پیدا کر کے مجھ سے حال دریافت کر اسکے بغیر میرا دریافت حال ناممکن ہو کہتے ہین کر

ہوائے صبح یک عالم گریبان چاکی گل ہو
دہان زخم پیدا کر اگر کھاتا ہے خم میرا

اسی قسم کے سیکڑون اشعار ہین جنکی بنا صرف خیال پر ہے انہین مین بعض شعر واقعاتی بھی شامل ہین مگر استعارے اور تشبیہین اتنی بھری ہوئی ہین کہ انھون نے ہر شعر کو الجھا دیا ہے اسی استعارہ در استعارہ اور تشبیہ در تشبیہ کا یہ عالم ہو کہ شعر کے سلجھانے اور سمجھنے مین پوری پوری قوت صرف کرنا پڑتی ہے اسپر بھی جہان نامانوس ترکیبون کا جال بچھا دیا ہے وہان تو شارح کا دماغ صید رم خوردہ بن جاتا ہے یا حلقون مین پھنس کر رہ جاتا ہو اور گھنٹون اس فکر مین رہنا پڑتا ہو کہ کس طرح اس دام خم بخم سے اپنے آپ کو نجات دی جائے۔ اور کیونکر ان الجھے ہوے پھندون سے نکلا جائے۔

بعض ترکیبین ایسی بھی ہین جو حرف مشدد کا کام دے رہی ہین ادہر بھی انکے معنی لگتے ہین اور اُدہر بھی۔ یون بھی معنی پیدا ہوتے ہین اور یون بھی وہان بھی عجیب وغریب کشمکش کا عالم پیدا ہو جاتا ہے اور شارح کے واسطے مشکلات کے سیکڑون دروازے کھل جاتے ہین۔ جہت ترجیح کو معین کرنا تو کجا معنی لکھنا اور کسی مطلب کا بیان کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ مثلاً

نہ بھولا اضطراب دم شماری انتظار اپنا
کہ آخر شیشۂ ساعت کے کام آیا غبار اپنا

اسکے دو معنی پیدا ہوتے ہین یا میرا اضطراب دم شماری کبھی اپنے انتظار کو بھول نہ سکا یا میرا انتظار اضطراب دم شماری کو نہیں بہولا - یا

بت پرستی ہے بہار نقشبندیہاے دہر
ہر صریر خامہ مین یک نالۂ ناقوس تہا

اس مین بھی دو صورتین ہین - بہار نقشبندیہاے دہر بت پرستی ہے یا بت پرستی سے بہار نقشبندی دہر پیدا ہوتی ہے - اس شعر مین اگرچہ مصرع ثانی ایک جہت معنی کو مرجح قرار دیدیتا ہے مگر ہر شعر اور ہر مصرع مین یہ صورت نہین ہے اور انتخاب کی زحمت کی جلے تو اس قسم کے اشعار کی تعداد بہت زیادہ ہے -

یہ مشکلین تہین جو مرزا کے اس کلام غیر مطبوعہ کی شرح مین حایل تھین - مگر پھر بھی - ع

شوق در ہر دل کہ باشد رہبرش در کار نیست

مین برابر اس کی تگ و دو مین لگا رہا - اور مدتون تک گاہ و بیگاہ اس سلسلہ کو جاری رکھا پھر بھی کوئی خاص ارادہ اس کے طبع کرنے کا نہ تہا مگر ع

مردے از غیب برون آید و کارے بکند

اتفاق وقت کہ میری لکھی ہوئی شرح دیوان غالب جو صدیق بکڈپو مین طبع ہوئی ہے ختم ہوگئی اور ارادہ ہوا کہ اس کو دوبارہ طبع کیا جاے - مولانا محمد صدیق صاحب مالک صدیق بکڈپو نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اس مین اگر غالب کے وہ اشعار بھی شامل کر دیے جائین جو اگرچہ طبع ہو گئے ہین مگر مطبوعہ دیوان مین شامل نہ ہونے کی وجہ سے اب تک منظر عام پر نہین آے ہین تو شرح مکمل ہو جاے - مین نے بھی اس راے مین کوئی خرابی نہ دیکھتے ہوے قبول کر لیا اور ارادہ کیا کہ بعض ایسے اشعار کا شرح مین اضافہ کر دیا جاے جو اس دیوان کے اشعار سے ملتے جلتے ہون - اور جو بے تکلف کھپ جائین - ارادہ ابھی معرض التوا مین تہا اور دماغ ہنوز اس فکر مین سرگرم کار تہا کہ مولانا کو معلوم ہوا کہ ڈاکٹر

عظمت الٰہی سلونوی اڈیٹر اخبار قیامت کے پاس ایک بیاض ہے جو انکو بالکل غیر متوقع طور پر کسی جگہ سے ہاتھ لگ گئی ہے۔ اس مین پندرہ بیس غزلین ایسی ہین جو اس دیوان مین بھی نہین ہین۔ جو حمیدیہ نسخہ کے نام سے موسوم ہے مولانا نے نہایت عجلت کے ساتھ ڈاکٹر صاحب سے مل کر اس بات کو معلوم کر لیا کہ جو کچھ سنا ہے وہ صحیح ہے مین نے خود بھی اس بیاض کو ڈاکٹر صاحب کے پاس دیکھا تھا مگر کبھی اس کے حاصل کرنے کا اس واسطے خیال نہین آیا تھا کہ وہ خود اس کے طبع کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اور اس کا کبھی کبھی مجھ سے ذکر بھی کیا تھا۔ مگر مولانا صدیق صاحب نے کوشش بلیغ کر کے اس بیاض کو حاصل کر لیا۔ اور اب مین نے اپنے پہلے ارادہ کو بدل کر یہ ارادہ کیا کہ اس کلام غیر مطبوعہ کے ساتھ اس بیاض کی غزلون کو بھی شریک کر دیا جائے گا تو اُن کی شرح کی ایک خاصی ضخیم کتاب ہو جائے گی۔ اسی خیال پر کاربند ہو کر خدا کا نام لیکر مین نے شرح لکھنا شروع کر دی۔
شرح کس انداز پر لکھی ہے اس کی توضیح تو آخر مضمون مین لکھون گا پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس بیاض کے متعلق مفصل طریق پر کچھ لکھ دیا جاوے۔

یہ بیاض مکمل نہین معلوم ہوتی اس لئے کہ اس مین صرف ایک جزو ہو اسی سے پتہ چلتا ہو کہ یہ کسی ضخیم بیاض سے کسی صورت سے جدا ہو گیا ہے۔ اس کی دوسری دلیل یہ بھی ہو کہ یہ جزو جزو اول ہو۔ بلکہ یہ ایک کشکول کا ابتدائی حصہ ہو کیونکہ اس مین غالب کے اشعار کے علاوہ دوسرے اساتذہ کے بھی بعض شعر ہین اور آخر مین کچھ نسخے کچھ تعویذ وغیرہ بھی ہین غزلون کی ترتیب بھی اس صورت سے ہے کہ اول مین مرزا کی غزلین ہین اور آخر مین دوسرے لوگون کی اُن مین بھی بعض غزلین ملی جلی ہین۔

یہ بیاض قدیم زمانہ کی روش کے مطابق تمام وکمال ایک ہی خط مین لکھی ہوئی ہو اور ایک ہی کاغذ روشنائی ہے اسی وجہ سے یہ بات آسانی سے سمجھ مین آ جاتی ہے کہ کسی دوسری جگہ سے اس بیاض پر غزلین وغیرہ نقل کی ہین

میرے خیال میں کم از کم ساٹھ ستر برس ادہر کی نہیں تو چالیس پچاس برس ادہر کی لکھی ہوئی ضرور ہے اس کا کاغذ ہی قدیم ہے۔ طرز تحریر جدولین تمام تر قدیم وضع پر ہیں۔

آب رسیدہ ہے اور اسی وجہ سے بعض جگہ سیاہی پھیل گئی ہے اور بعض مصرعے نہیں پڑھے جاتے۔ بوسیدہ تو نہیں ہے مگر کرم خوردہ ہے۔ کہیں کہیں زمانہ کے امتداد کی وجہ سے اتنی فرسودہ ہوگئی ہے کہ بعض مصرعے غائب ہیں یا نہیں پڑھے جاتے۔ حاشیہ پر جو ہون کے دانتوں کی دست درازیاں بھی ہوئی ہیں۔ اور ان سے بھی اچھا خاصہ ایک گلکاری کا منظر پیش ہو گیا ہے۔

اس کے پہلے صفحہ پر ایک عبارت درج ہے۔ جو بجنسہ دوسری جگہ آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ اس میں درج ہے کہ کوئی صاحب شاگرد تھے ان کو مرزا نے وقت بے وقت رام پور میں یہ غزلیں لکھوائیں اور وہ ان کے پاس ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ جب دیوان طبع ہوگا تو یہ غزلیں بھی اس میں شریک کردی جاویں گی مگر نہ معلوم کیا اسباب پیش آئے کہ یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا اور وہ غزلیں شریک دیوان نہ ہوئیں۔

تعجب اس بات کا ہے کہ مرزا کے دوستوں میں ایک شخص مولوی عبدالرزاق شاکر ضرور تھے مگر اور کوئی شاکر بظاہر ان کے دوست نہ تھے اور ان شاکر کا یہاں تک آنا ذرا دشوار تھا۔ مگر یہ صرف میرا خیال ہے ممکن ہے کہ وہی شاکر کبھی رام پور آئے ہوں کیونکہ لکھنے والے صاحب رام پوری نہیں ہیں بلکہ شاہجہاں آبادی ہیں۔ بہرصورت زمانہ کے امتداد نے اب اس بات پر ایک پردہ ڈال دیا ہے اور یہ معلوم ہونا دشوار معلوم ہوتا ہے کہ بیاض کے جمع کرنے والے کون صاحب تھے۔ مگر جہاں تک میرا خیال ہے یہ بیاض اس اصلی بیاض کی نقل ہے اصل نہیں ہے۔

اس بیاض میں اٹھائیس غزلیں مرزا کی ہیں ان اٹھائیس میں دو غزلیں وہ ہیں جو مطبوعہ موجود ہیں ایک یہ کہ

بہت سہی غم گیتی شراب کم کیا ہے
غلام ساقی کوثر ہوں مجکو غم کیا ہے

مگر یہ مطلع نہین ہے بلکہ دوسرا یہ مطلع ہے ؎

رقیب پر ہے اگر لطف تو ستم کیا ہے

تمھاری طرز روش جانتے ہین ہم کیا ہے

یہ غزل دیوان مطبوعہ مین موجود ہے دوسری غزل یہ ہے ؎

مین ہون مشتاق جفا مجھ پہ جفا اور سہی

تم ہو بیداد سے خوش اس سے سوا اور سہی

یہ غزل مطبوعہ دیوان غالب مین تو نہین ہے مگر اردوے معلی مین موجود ہے اور نواب علاء الدین خان علائی تخلص کے لئے لکھی ہے۔ چنانچہ مقطع مین لکھتے ہین ؎

مجھ سے غالب یہ علائی نے غزل لکھوائی

ایک بیداد گر رنج فزا اور سہی

اس کے علاوہ چکنی ڈلی کی تعریف مین یہ قطعہ جو مرزا نے کسی دوست کی فرمایش سے کلکتہ مین لکھا تھا بھی موجود ہے۔

ہے جو صاحب کے کف دست پہ یہ چکنی ڈلی

زیب دیتا ہے اسے جسقدر اچھا کہیئے

یہ وہ غزلین ہین جو نہ مطبوعہ موجود ہین اور اس بیاض مین بھی پائی جاتی ہین۔ یہ خیال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ ان غزلون کے اس بیاض مین موجود ہونے کی کوئی خاص وجہ نہین ہے مگر اس خیال سے ایک قسم کی تسکین ہو جاتی ہے کہ ممکن ہے مرزا نے یادداشت کے طور پر لکھا دی ہون اور یہی سبب ہو کہ جس وجہ سے یہ اصل دیوان مین بھی موجود نہین ہین۔ ایک غزل کا ایک مطلع صرف بیاض مین ہے اور ایک نہین۔ کم کیا ہے اور ہم کیا ہے والی غزل کا یہ پہلا مطلع

بہت سہی غم گیتی شراب کم کیا ہے

غلام ساقی کوثر ہون مجکو غم کیا ہے

ممکن ہے کہ یہ غزل مرزا کو یاد ہو اور انھون نے اپنی یاد کی بنا پر مطبوعہ دیوان مین لکھوا کر ایک مطلع اور زیادہ کہہ لیا ہو۔

باقی تمام غزلین وہ ہین کہ جن کا کوئی شعر نہ مطبوعہ دیوان غالب مین ہے اور نہ غیر مطبوعہ مین اور اس کے متعلق کہین سے کوئی پتہ چلتا ہے۔ البتہ شرح لکھتے وقت بعض اشعار کی نسبت بعض لوگون نے کہا کہ یہ ہم نے پہلے بھی سُنے تھے۔

مین نے اس بیاض کو بعض ادیبون کو دکھاکر چاہا کہ اُن کی راے بھی حاصل کرلی جائے اور اس لئے سب سے پہلے اپنے معزز اور معتمد دوست مولانا نیاز فتحپوری کی خدمت مین یہ بیاض پیش کی جس مین سے انہون نے اکثر غزلون کو بطور انتخاب چن لیا اور رسالہ نگار ماہ فروری ۱۹۴۲ء مین اُسپر اپنی راے کا اس طرح اظہار فرماکر وہ انتخاب شائع کیا۔

"اس وقت غالب کے اُردو کلام کے دو مجموعے ملک مین نظر آتے ہین ایک وہ عام اور متداول نسخہ جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ مولانا فضل حق خیرآبادی کے مشورے سے غالب نے مرتب کیا تھا اور جسمین سے زیادہ ثقیل اور دشوار اشعار نکال دیئے تھے۔ دوسرا وہ جو نسخہ حمیدیہ کے نام سے معروف ہوا اور جس کو ڈاکٹر بجنوری مرحوم نے کتب خانہ بھوپال کے ایک قدیم نسخے کے موافق مرتب کیا اور انجمن ترقی اُردو نے شائع کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نسخہ مین تمام وہ اشعار موجود ہین جنکے حذف کرنے کے بعد متداول نسخہ مرتب کیا گیا تھا۔

چونکہ کتب خانہ بھوپال کا نسخہ جس کے مطابق نسخہ حمیدیہ شائع کیا گیا ہے وہ ہے جسے خود غالب نے نواب بھوپال کے پاس خدمت واصلاح کے بعد روانہ کیا تھا۔ اس لئے خیال کیا جاتا تھا کہ اب کوئی حصہ کلام غالب کا ایسا نہین ہی جو شائع ہونے سے رہ گیا ہو لیکن حال ہی مین ایک قلمی بیاض صدیق بکڈپو لکھنؤ کو ایسی دستیاب ہوئی ہی جس مین متعدد غزلین غالب کی ایسی درج ہین جو نہ متداول نسخے مین پائی جاتی ہین نہ نسخہ حمیدیہ مین۔ اب یہان دو سوال پیدا ہوتے ہین ایک یہ کہ یہ غزلین واقعی غالب کی ہین یا نہین اور دوسرا

یہ کہ اگر غالب ہی کی ہین تو اس نسخے مین کیون نہین پائی جاتین
جو بھوپال بھیجا گیا تھا۔ امر اول کے متعلق گفتگو فضول ہے کیونکہ غالب
کا رنگ سخن ایسا نہین جو چھپا رہے اور جسپر دو رائین قائم ہو سکین
رہ گیا امر ثانی سو یہ ہو سکتا ہے کہ بھوپال والے نسخہ کی ترتیب کے بعد
غالب نے اور غزلین کہی ہون اور اُن مین سے بعض کسی نے اس
بیاض مین نقل کر لی ہون۔ یا پھر یہ وہ غزلین ہون جو مختلف اوقات
مین غالب نے بغیر مسودہ رکھے ہوے کسی کو سنائی ہون اور اُسنے
محفوظ کر لیا ہو۔

بہرحال بیاض زیر بحث مین جتنی غزلین پائی جاتی ہین وہ یقیناً
غالب کی ہین جیسا کہ اقتباس ذیل سے ظاہر ہوگا۔ معلوم ہوا ہے
کہ صدیق بکڈپو ان کو معانی کی شرح کے علیحدہ یا دیوان غالب کے
ساتھ ہی شایع کرانے کا ارادہ رکھتا ہے۔

نیاز

اسی طرح اپنے قابل دوست اور فاضل نقاد مولانا احمد صدیق صاحب مجنون
گورکھپوری اڈیٹر ایوان کو بھی یہ بیاض مین نے دکھائی۔ انہون نے بھی بعض
غزلون کا انتخاب شایع کر کے یہ راے دی ہے۔ وہ رسالہ ایوان جنوری ۱۹۳۱ء
مین تحریر فرماتے ہین۔

غالب کا غیر مطبوعہ کلام

ابھی کچھ بہت عرصہ نہین گزرا جب کہ چند گنی ہوئی غزلون کو دیوان غالب کا
نام دیا جاتا تھا اور غالب کے پوجنے والے اُنہین کو غنیمت سمجھ رہے
تھے اس کے بعد نسخہ حمیدیہ شائع ہوا اور لوگون نے دیکھ لیا کہ یہ الہامی
کتاب در اصل کتنی ضخیم اور کتنی ادق ہے۔ خیال کیا یقین تھا کہ غالب
کا سارا سرمایۂ سخن اب اس سے زیادہ نہوگا۔ مین نے بھی یہی سمجھ کر
نسخہ حمیدیہ کا مطالعہ کیا تھا۔ لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہ تھی

جبکہ مین ابھی پچھلے ہفتہ لکھنؤ گیا اور اپنے کرم دوست جناب مولانا
عبدالباری آسی کے پاس ایک قلمی بیاض دیکھی جس مین علاوہ
اور شعرا کے غالب کی بھی چند غزلین ہین - اُن مین ایک یا دو تو
ایسی ہین جو نسخہ حمیدیہ اور دیوان غالب متداولہ دونون مین
موجود ہین باقی سب غیر مطبوعہ ہین - بیاض یقیناً اب سے چالیس
پچاس سال پہلے کی لکھی ہوئی ہے - کوئی شاکر شاہجہان آبادی
تھے جو غالب کے ہمعصر تھے - اور جس زمانہ مین غالب رام پور
مین مقیم تھے یہ بھی وہین موجود تھے - یہ بیاض اُنھین شاکر شاہجہان
آبادی کی بیاض کی نقل ہے - غالب نے وقتاً فوقتاً شاکر کو یہ
غزلین لکھوائی تھین مطلب یہ تھا کہ جب غالب ان غزلون کو طلب
کرین گے تو شاکر ان کو بھیجدین گے اور وہ دیوان مین شامل کر لی
جادین گی - لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نوبت نہین آئی - اور یہ
غزلین کسی نسخہ مین درج نہو سکین -

یہ غزلین واقعی غالب کی ہین یا نہین اس کا ثبوت یون تو
ایک یہ بھی ہے کہ ان مین ایک یا دو غزلین ایسی بھی ہین جو غالب کے
مطبوعہ دیوان مین موجود ہین لیکن اگر اس دلیل سے برطرف ہو کر
صرف رنگ کلام کو دیکھا جاے تو بھی کہنا پڑتا ہے کہ یہ غزلین غالب
کی ہین - وہی بندش الفاظ وہی اختصار و بلاغت وہی دقت نظر
وہی شاعرانہ جلال جس نے غالب کو غالب بنا دیا ہے - ان غزلون
کی امتیازی شان ہے -

یہ غزلین قطعاً غالب کے درمیانی دور کی ہین - جب کہ انہین
توازن اور اعتدال آچکا تھا - اور جبکہ اُن کے سمجھنے مین دوسرون
کو بھی مزا آنے لگا تھا - یعنی جبکہ اُن کی پیچیدہ خیالی اور مشکل بیانی
مین سلاست اور شستگی رونما ہو چلی تھی - چار غزلین یہان درج
کی جاتی ہین جن مین سے ایک مومن کی اُس غزل کے ساتھ کی ہے

جس کا ایک مشہور شعر یہ ہے ؎

ایک ہم ہین کہ ہوے ایسے پشیان کہ بس
ایک وہ ہین کہ جنھین چاہ کے ارمان ہونگے

کچھ عرصہ سے نکتہ چین اور عیب بین نگاہین غالب کو طرح طرح بے نقاب کرتی رہی ہین اور غالب کا بُت توڑنے کی مسلسل کوشش ہوتی رہی ہے لیکن غالب ابھی غالب ہی - اور اُس کا بُت اپنی جگہ اسی طرح قائم ہے اور پوجنے والے اُس کو اسی طرح پوجتے ہین امید ہی یہ غزلین بھی تبرکات غالب مجھی جا دین گی اور اُس کی قدر کی جائے گی -

مجنون گورکھپوری
۲۲ر جنوری ۱۹۳۱ء

ان دونون موقر اور با اثر ہستیون کی رائے سے قطع نظر کرکے ان غزلون کو جب غالب کے رنگ خاص کی روشنی مین لایا جاتا ہے تو صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ غالب کے سوا کسی اور دماغ سے نکل ہی نہین سکتین - امتیاز کے لئے چند شعر ملاحظہ فرمائیے ؎

مستقل مرکز غم پر بھی نہین تھے ورنہ
ہم کو اندازۂ آئین وفا ہوجاتا

عشق کی کشاکش ایک مسلسل کشاکش ہے اس کے غم و مسرت کا کوئی اعتبار ہی نہین - امید کی ایک جھلک دکھائی دیتی ہے اور وہ دل مین لاکھون ارمانون ہزارون تمناؤن کے انبار لگا دیتی ہے اور اس کے بعد ہی یاس کا سیلاب آتا ہے وہ اُن تمام ارمانون کو خس و خاشاک ساحل کی طرح بہائے جاتا ہے اور پھر نہ معلوم کس کس طرح منتشر کردیتا ہے - اسی حالت کو پیش نظر رکھتے ہوے شاعر نے کہا ہے کہ اگر ہم ہمیشہ غم ہی کے مرکز پر رہتے تب بھی اتنا غم نہ تھا - ہم کو کم سے کم اس سے یہ فائدہ ہوتا کہ ہم سمجھ لیتے کہ اس قدر غم اٹھانا ہین اور اتنی وفا کرنے کی ضرورت ہے - مگر ستم یہ ہوا کہ ہم غم مین بھی ایک حالت پر نہین رہے کبھی وہ

غم کم ہوا اور کبھی زیادہ ہوا اور اس سے ہم کو یہ نقصان پہونچا کہ آئین وفا کا پورا پورا اندازہ نہ کر سکے۔ اللہ اکبر ذرا اس مایوسی آمیز تمنا کو دیکھیے کیا کوئی شخص غالب کے سوا ایسے شعر کہہ سکتا ہے۔

دشت وحشت میں نہ پایا کسی صورت سے سراغ

گرد جولان جنون تک نے پکارا ہم کو

یہ نازک خیالی ممکن ہی نہیں کہ غالب کے سوا اور کسی کے یہاں پائی جائے۔

گرد جولان جنون تک نے پکارا ہم کو

ایک ایسا مصرع ہے جس کو کڑی کمان کا تیر کہہ سکتے ہیں جس پر سیکڑوں مضمون آفرینیاں اور شوکت الفاظ قربان ہیں۔

قاعدہ ہے کہ گرد جولان جنون ساتھ ساتھ ہی رہتی ہے مگر اس جنون کے حدود کو دیکھیے جس میں وحشی کا پتہ گرد جولان جنون کو بھی نہ ملے۔

سایہ ساں افتادگی تھی عجز بسمل کی دلیل

لے اسد زور آزما بازو سے قاتل کیا ہوا

قاتل بے رحم نے جو تکلیف گوارا کی کہ ایک بسمل کے قتل کے لئے زور آزمائی کی یہ زیادتی اور فضول کام تھا اس کی افتادگی کو دیکھنا چاہیے تھا۔ اور اسی سے اس کے عجز کا پتہ چلانا چاہیے تھا۔ تاکہ اس کو اس زحمت بیجا کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔

چونکہ شرح کرنے میں ایک تطویل لاطائل کا اندیشہ ہے اس لئے میں صرف ان اشعار کا انتخاب پیش کر کے اپنے اور ناظرین کے وقت کو بچانا چاہتا ہوں۔ مگر اتنا ضرور ہے کہ میں اس میں یہ خیال رکھوں گا کہ ہر قسم کے کلام کا نمونہ علیحدہ علیحدہ پیش کروں۔

ہر طرح جو نازش سرمایۂ کونین تھا

کیا بتاؤں ہم نوا تجھ سے کہ وہ دل کیا ہوا

نسیم مصر جب کنعان مین بوئے پیرہن لائی
پئے یعقوب ساتھ اپنے نوید جان و تن لائی
وقار ماتم شب زندہ دار ہجر رکھنا تھا
سپیدی صبح غم کی دوش پر رکھ کر کفن لائی
وفا دامن کش پیرایۂ ہستی ہے اسد غالب
کہ پھر نزہت گہ غربت سے تا حد وطن لائی

وہ رنگ ملاحظہ فرمایئے جو غالب کے لئے سرمایۂ نازش ہے۔

نمایش پردہ دار طرز بیداد تغافل ہو
تسلی جان بلبل کے لئے خندیدن گل ہو
نمود عالم اسباب کیا ہے لفظ بے معنی
کہ ہستی کی طرح مجکو عدم مین بھی تامل ہو

اس شعر مین وہی پیش افتادہ بات ہے جو دیکھنے والون نے ہزارون شعرون مین دیکھی ہو گی۔ دنیا کی بے ثباتی کا ایک فلسفہ عام ہے جسے سب جانتے ہین مگر مرزا نے اپنا استدلال منطقی پیش کر کے اُسے بالکل الگ کر لیا ہو مطلب یہ ہو۔ دنیا کی نمایش ایسی ہے جیسے ایک لفظ ہو جس کے کوئی معنی نہین ہین۔ پھر جب کوئی معنی نہین ہین تو معلوم ہوا کہ وہ ایک لفظ بے معنی ہے پھر جب بے معنی ہو تو اصل مین کچھ بھی نہ رہا ایک نمایش ہی نمایش رہ گئی۔ پھر جب ایک چیز اصل ہی مین کچھ نہین ہے اور جب اس کی ہستی ہی نہین ہو تو پھر عدم کا جھگڑا کیا اب سمجھئے ؎

کہ ہستی کی طرح مجکو عدم مین بھی تامل ہے

پہلے شعر مین خندۂ گل کو چراغ سے تشبیہ دیتے ہین اور اس صفائی سے تشبیہ دیتے ہین کہ ہر معمولی غور کرنے والا بھی یہ سمجھ لے گا کہ یہ غالب ہی کا رنگ ہو۔

بوتراز ویرانہ ہر فصل خزان مین صحن باغ   خانۂ بلبل بغیر از خندۂ گل بے چراغ

یا یہ شعر ؎

ہان بغیر از خواب مرگ آسودگی ممکن نہین
رخت ہستی باندھ تا حاصل ہو دنیا سے فراغ
شور طوفان بلا ہی خندۂ بے اختیار
کیا ہو گل کی بے زبانی کیا ہی یہ لالہ کا داغ

صاف رنگ دیکھیے اور فیصلہ کیجیے کہ غالب کے سہل ممتنع اشعار سے انکا درجہ کیا کم ہے ؎

درد ہو دل مین تو دوا کیجیے
دل ہی جب درد ہو تو کیا کیجیے
ہم کو سنہر یاد کرنی آتی ہے
آپ سنتے نہین تو کیا کیجیے
دشمنی ہو چکی بقدر وفا
اب حق دوستی ادا کیجیے

بعض غزلین اس مین اُن زمینون مین بھی ہین جو مرزا کے معاصرین کے یہان پائی جاتی ہین - چنانچہ حکیم مومن خان صاحب کی یہ مشہور و معروف غزل ؎

ناوک انداز جدہر دیدۂ جانان ہونگے
نیم بسمل کئی ہون گے کئی بیجان ہونگے

حقیقت یہ ہے کہ مومن نے اس غزل مین بعض بعض شعر ہمت شکن کہے ہین چنانچہ ان کا یہ مقطع ؎

عمر ساری تو کٹی عشق بتان مین مومن
آخری وقت مین کیا خاک مسلمان ہونگے

ایسا ہے کہ اس کا جواب ہونا دشوار ہو مگر مرزا نے بھی مقطع اپنے خاص انداز مین کہا ہی اور کیا خوب کہا ہے ؎

موت پھر زیست نہ ہو جائے یہ ڈر ہے غالب
وہ مری قبر پہ انگشت بدندان ہونگے

اور ایک شعر اپنے رنگ خاص مین کہا ہے ؎

حسن بے پروا گرفتار خود آرائی نہ ہو
گر کمین گاہ نظر مین دل تماشائی نہ ہو

اس قدر اشعار نمونہ کلام کے لئے کم نہین ہین کہ اور زیادہ زحمت کی جائے پوری کتاب ہے اُس مین تمام غزلین معہ شرح کے ہین۔ دیکھنے والے آپ ہی دیکھین گے اور اندازہ کرین گے مگر غالباً اس قدر کاوش کے بعد مجھے یہ کہنے کا حق ہے کہ یہ غزلین یقیناً مرزا ہی کی ہین۔ جو ان کی اس زمانہ کی کاوش فکر کا نتیجہ ہین۔ جب وہ بیدل اور شوکت و جلال و اسیر کے رنگ کو چھوڑ چکے تھے اور ان کی قوت فکر سیدھی راہ پر آگئی تھی۔ جب اُن کو خیالی مضامین کی جگہ واقعاتی اور جذباتی رنگ سے زیادہ لگاؤ ہو چلا تھا۔

یہ بات اب بھی رہی جاتی ہے کہ یہ غزلین کہان اور کیونکر بہم پہونچی ہین سو اس کے بارے مین جو کچھ مین پہلے لکھ چکا ہون وہ کافی ہے اور اصل تو یہ ہے کہ جب ہم سمجھ چکے ہین کہ یہ کلام مرزا کے کلام کے سوا اور کسی کا ہو ہی نہین سکتا تو پھر کسی اور کاوش کی ضرورت ہی کیا ہے کہین سے بہم پہونچا ہو اور کسی طرح پہونچا ہو۔ بہر صورت کلام اُن کا ہے۔ شاکر اُن کے دوست مولوی عبدالرزاق تھے۔ خدا معلوم یہ وہی ہین یا اور کوئی۔

اُن کی دو غزلین۔ ایک یہ کہ ؎

بتائین ہم تمھارے عارض و کاکل کو کیا سمجھے

اور ایک یہ کہ ؏

یا مجھے شبنم گریان ہی بنایا ہوتا
ورنہ یا رب گل خندان ہی بنایا ہوتا

اس بیاض مین پائی جاتی ہین مگر ان مین سے دوسری غزل نواب الٰہی بخش خان معروف کے نام سے بھی ملتی ہے اور پہلی غزل غالب کے نام سے کسی

رسالے میں شائع ہو چکی ہے۔ دوسری غزل کو میں کبھی درج نہ کرتا اگر وہ مجھے ایک اور بیاض میں بھی غالب کے نام سے نہ ملتی اگرچہ اس میں بھی آخر میں تخلص معروف ہی کا ہے مگر پیشانی پر مرزا کا نام ہے۔ اس میں بہادر شاہ کی غزل بھی ہے۔ ممکن ہے کہ مرزا نے اُسی رنگ میں یہ غزل کہی ہو۔ اور دانستہ دیوان میں نہ لکھی ہو۔ بہرحال یہ مرزا کے رنگ کے خلاف ہے۔ پہلی غزل ذوق کی نکالی ہوئی زمین میں ہے جو یہ ہے ؎

ترے کوچہ کو ہم بیمار غم دار الشفا سمجھے

اگرچہ اس میں بھی مرزا کا رنگ نہیں ہے مگر بہت ممکن ہے کہ مرزا نے ذوق کے رنگ میں کہہ کر ضائع کر دی ہو۔ اس میں صرف تشبیہات ہیں اور کچھ نہیں۔

میرے پاس جو دوسری بیاض ہے اور جس میں علاوہ ان دو غزلوں کے دو غزلیں اور بھی اس بیاض کی ملتی ہیں وہ بیاض ساٹھ پینسٹھ برس کی لکھی ہوئی ہے۔ اور اس میں جا بجا تاریخیں بھی ہیں۔ اس میں غالب کے علاوہ دوسرے اساتذہ کی غزلیں بھی ہیں۔ متفرق لوگوں نے اس کو لکھا ہے اور جا بجا تاریخ ہائے تحریر بھی اس میں درج ہیں۔ مگر اس کے اصل جامع منشی عبدالغفار متخلص بہ اخگر الدنی ہیں۔ جن کے اخلاف اب بھی قصبہ الدن میں موجود ہیں۔ یہ بیاض بہت ہی قدیم ہے۔ دو غزلیں مرزا کی ایسی اس میں اور بھی پائی جاتی ہیں۔ جو اس بیاض میں بھی موجود ہیں۔

میں نے ترتیب شرح میں کوئی خاص تفریق دونوں کلاموں میں نہیں کی ہے۔ صرف یہ کافی سمجھا ہے کہ اس بیاض کی ہر غزل کے اول میں لفظ غیر مطبوعہ لکھ دیا ہے اور اسی پر اکتفا کی ہے۔

شرح کے بارے میں مجھے یہ عرض کرنا باقی رہ گیا ہے کہ اُن دقتوں کو جو میں اسی مقدمہ میں لکھ آیا ہوں نظر انداز کرنے کے بعد بھی غالب کی غزلیں ایسی نہیں رہ جاتیں کہ آسانی سے اُس پر خامہ فرسائی کی کسی کو ہمت ہو،

ہیں بھی غور و فکر کی سخت ضرورت ہے اور میں نے کافی محنت کے بعد معنی بیان کئے ہیں۔ ہاں دو باتیں ضرور مدِنظر رہی ہیں۔ ایک یہ کہ بیکار کا طول نہو اور جو کچھ لکھنا ہے وہی لکھوں معانی کو سعدان بن لندھور کی داستان بنا کر داستان گویوں کا پیرو نہ بنوں۔ دوسرے اکثر ترکیبوں کو اصلی صورت سے شرح میں اس لئے لے آیا ہوں کہ اُن کا ترجمہ کرنا اصل مطلب سے دور ہو جاتا ہے لہذا اس کا اظہار صرف اس غرض سے ضروری ہے کہ معترضین حضرات یہ فرمانے کی زحمت گوارا نہ فرمائیں کہ نہایت اختصار سے کام لیا ہے۔

میں نے اپنی سمجھ کے موافق اور اپنے ادراک کے مطابق معانی بیان کئے ہیں مگر میں جانتا ہوں کہ میرے کسی فیصلے سے نقادوں کی مطالب آفرین ذہنیت پر مہر خاموشی نہیں لگ سکتی اور دوسرے معانی بیان کرنے کی گنجایش رہ جاتی ہے کیونکہ اس کلام سے نسبتاً کہیں گنا وہ کلام آسان ہے جو مطبوعہ دیوان غالب میں ہے۔ جب آج تک اُن کے معنی اور مطلب سے اہل ادب مطمئن نہیں ہوئے اور روز نئی نئی کاوشیں جدید شرحوں کی تیاری میں پیش کی جا رہی ہیں تو پھر اس کے مقابلہ پر یہ کلام تو سنگلاخ سے بھی زیادہ ہے اس سے کیونکر دنیا مطمئن ہو گی اور کیونکر صبر کے ساتھ اُن کو سُنے گی۔ کسی جدید تصنیف کا انعام اس زمانہ میں یہی ہے کہ لوگ اُس پر جی کھول کر اعتراض کریں اور غریب مصنف دم نہ مارے۔ پھر خلاف قانون قدرت میری شرح اور میں کیونکر ایسے اعتراضات سے بچ سکتے ہیں۔ لہذا پہلے ہی اس کا شکریہ ادا کر کے اعتراضوں کو تسلیم کئے لیتا ہوں مگر گستاخی کی معافی چاہ کر اتنی گزارش ہے کہ اعتراض فرماتے وقت میری محنت پر نظر کرتے ہوئے ایک مرتبہ اور صرف ایک مرتبہ ازراہ انصاف اُن مطالب کو بھی غور سے دیکھ لیا جائے جو میں نے عرض کئے ہیں تو بعید از بندہ نوازی نہو گا۔ اس سے زیادہ کسی صلے کی تمنا نہیں اسی لئے میں چاہتا ہوں کہ ایک مرتبہ ترکیب کے ساتھ پھر اپنی شرح کا طریقہ تشریح اہل نظر کو سمجھا دوں اس کے بعد اس مقدمہ کو ختم کر دوں۔

(۱) کسی ایسی جگہ جہان مجھے معانی کے بیان کرنے اور شعر کے سمجھنے مین دقت واقع ہوئی ہے وہان مین نے اہل نظر سے اس کی تحقیق کی ہے۔ اس مین دو صورتین پیدا ہوئی ہین۔ یا اہل نظر حضرات میرے موافق ہوے ہین اور یا مخالف۔ اگر موافق ہوے ہین تو پھر کوئی جھگڑا ہی نہین رہا ہے۔ مین نے وہ معنی لکھدیے ہین اور جہان مخالف ہوے ہین وہان دو صورتین مد نظر رہی ہین۔ کہین کہین اپنے خیال کے لکھنے کے بعد اُن حضرات کا خیال بھی ظاہر کر دیا ہے اور دونون معنی اس صورت سے بیان کر دیے ہین کہ یہ معنی بھی ہوتے ہین اور یہ بھی۔ بعض جگہ اُن کے خیال پر اور بعض جگہ اپنے خیال پر بجہت ترجیح کو معین کر دیا ہے مگر اس اشارہ سے اول سے آخر شرح تک احتراز کیا ہے کہ یہ معنی میرے ہین اور یہ فلان صاحب کے۔

(۲) جو معنی باوجود تحقیق و تفتیش کے بھی سمجھ مین نہین آئے وہان صاف صاف لکھدیا ہے کہ یہ معنی کچھ اچھی طرح سے ذہن نشین نہین ہوتے یا شعر کا کچھ حاصل سمجھ مین نہین آتا۔

(۳) مرزا کے غیر مطبوعہ کل کلام کو اس شرح مین نہیں لیا گیا ہے بلکہ انھین سے اشعار منتخب کر لئے گئے ہین۔ کل کلام کی شرح نہ لکھنے کی وجہ خاص مین دو باتین پیش کی جا سکتی ہین۔ بعض اشعار کی پیچیدگی ترکیب اور ژولیدگی بیان نے اُن کے حل کرنے کی ہمت ہی نہ بندھنے دی لہذا ان کو نظر انداز کر دیا۔ اور بعض اشعار ایسے تھے جنپر بار بار نگاہین ڈالین اور آخر مین حل ہو جانے کے بعد ان سے کوئی نتیجہ خاص برآمد نہین ہوا۔ اور اُن کو شرح مین شامل کرنے کے لائق نہین سمجھا گیا بعض اشعار حل بھی ہوے اور اکثر ان مین سے ایسے بھی تھے کہ وہ داخل شرح کئے جاتے مگر معلوم ہوا کہ بالکل وہی شعر فارسی مین ہین یا ان مین فارسی اتنی شامل ہے کہ اردو مین لانے کی گنجایش ہی نہین ہے۔

(۴) قصائد غیر مطبوعہ کو جو بہت ہی کم تعداد مین ہین بالکل نہین لیا گیا اور انکی جانب توجہ نہ کرنے کی خاص وجہ یہ تھی کہ ان مین بیشتر وہی رنگ ہے جو قابل شمول نہین ہے اور اگر اتفاقیہ طور پر کچھ شعر ایسے ہین بھی جنپر اعتنا کی جا سکے تو وہ یون بیکار ہیئے

کہ شرح مین دو چار قصیدے بھی نہیں کہ ان کے ساتھ یہ شعر بھی نہ جائین بہرحال وہ نہیں لئے گئے۔

(۵) باوجود اس کے کہ دو ایک غزلیں ایسی ہین جنھیں مین جانتا ہون کہ یہ دوسرے لوگون کے نام سے بھی ملتی ہین اور ان مین غالب مرحوم کا رنگ بھی نہیں ہے پھر بھی چونکہ قدیمی اور قلمی دو بیاضون مین ان کو غالب ہی کے نام سے دیکھا گیا اس لئے خوش عقیدگی ان کے نظر انداز کرنے پر رضامند نہیں ہوئی۔ اور مجبوری اُن کو بھی لکھدیا گیا۔ اور یہ سمجھ لیا گیا کہ ممکن ہے یہ غزلیں مرزا نے اپنی زندگی مین ان لوگون کو کہکر دیدی ہون۔ اُن کی زندگی تک اُن کی رہین اب وہ پھر بمصداق حق بحق دار رسید مرزا کی طرف پلٹ آئین۔

دو تین غزلیں ایسی ہین جو قطعات مین شامل ہین دیوان مین نہیں آئیا اور جہان تک میرا قیاس ہے مرزا صاحب نے اپنے شکوہ کلام سے ان کو علیحدہ سمجھ کر داخل دیوان نہیں کیا۔ مگر مرزا کی نظر اور تھی اور میرا خیال اور۔ وہ مصنف تھے مین شارح ہون میرا تو یہ فرض تھا کہ اگر ایسا کلام جو متعلق بھی ہو۔ نظر انداز ہونے کے قابل بھی نہو۔ اس مین اگر عیب ہو تو بس اتنا ہو کہ وہ سادہ ہو اتنی معانی آفرینی نہو۔ اگر اور کہین سے تھوڑا بہت بھی دستیاب ہو جائے تو مین شامل شرح کر دون۔

(۶) اکثر اشعار کی شرح مین یہ کوشش کی ہو کہ وہی الفاظ باقی رہین جو مرزا نے شعر مین رکھے ہین اس کی وجہ یہ ہو کہ اگر ان الفاظ کے معنی بیان کئے جلتے ہین تو شعر بالکل پھنکھا ہو کر رہ جاتا ہو اور اسی ایک لفظ کے معنی بیان کرنے سے ہرگز ہرگز شعر مین وہ جان نہیں رہتی جو اس لفظ کے ہونے مین ہو۔ مجبوراً اسی لفظ یا اسی ترکیب کو رکھنا پڑا ہو اور ایک ہی دائرے مین رہ کر معنی سمجھا دیے ہین اور جہان تشریح کی ہو وہان سیکڑون دشواریون کا مقابلہ کیا گیا ہو۔ وجہ یہ ہو کہ مرزا کو الفاظ کے چننے اور ان کو برمحل صرف کرنے مین ایسا زبردست ملکہ قدرت کی طرف سے عطا ہوا تھا کہ وہ جس ایک لفظ کو چن کر رکھدیتے ہین اس پر گویا پوری عمارت شعر کی بنا ڈال دیتے ہین اگر اس کو نکال دیا جائے تو پورا شعر زیر وزبر ہو کر رہ جاتا ہو

اور باوجود تشریح کے شعر اور الجھ جاتا ہے۔ اس قسم کے اشعار مین سر پھر کر وہی لفظ رکھے ہین اور شرح مین بھی لوٹ پھیر کر انھین لفظون کو لایا گیا ہے۔ ناواقف اسپر عدم اعتنا کا الزام دے سکتے ہین مگر جاننے والے سمجھ لین گے کہ اس مین غریب شارح کا قصور نہین ہے۔

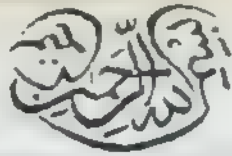
(۷) جو شعر پہلے دیوان کی مطبوعہ غزلون کے ہین اُن مین یہ بتانے کی ضرورت نہین سمجھی گئی ہو کہ یہ فلان غزل کے شعر ہین اس لئے کہ جو لوگ دیوان کے مطالعہ سے پورے طور پر بہرہ ور ہو چکے ہین وہ خود ہی سمجھ لین گے اور جو نہین جانتے اُن کو یہ بتانا ہی فضول اور بیکار تھا۔ وہ لاکھ تشریحون کے بعد بھی نہین سمجھ سکتے۔

(۸) بادی النظر مین بعض شعرون کی شرح الجھی ہوئی معلوم ہوتی ہے مگر اُن پر یہ حکم لگا دینا سراسر جلدبازی اور سراسر خلاف انصاف ہے کہ یہ غلط ہے یا یہ مہمل ہے۔ ٹھنڈے دل سے اسپر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ مجھے اختصار منظور تھا اس لئے صفحے کے صفحے رنگنے کے بجائے چند الفاظ مین اُن کے حل کرنے کی کوشش کی ہے۔

یہ اور اسی قسم کی بعض باتین شرح مین ہین جن پر غور و انصاف کی سخت ضرورت ہے۔ ورنہ مہمل اور غلط کا حکم لگا دینا تو ہمیشہ آسان رہا ہے اور رہے گا۔

عبدالباری آسی

۵ مارچ ۱۹۳۱ء لکھنؤ



اشعار غیر مطبوعۂ دیوان غالب

از غزل

نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا



لذت ایجاد ناز افسون عرض ذوق قتل — نعل آتش مین ہے تیغ یار سے نخچیر کا

یار کے ایجاد ناز کی لذت۔ لذت نہین بلکہ وہ ایک افسون ہے جس کی خاصیت سے ہر عاشق عرض ذوق قتل پر مجبور ہو جاتا ہے۔ نعل در آتش بودن ایک فارسی کا محاورہ ہے، جس کے معنی بے قرار ہونے کے ہین اس لئے مصرع ثانی کے یہ معنی ہوے کہ تیغ یار کو دیکھکر نخچیر (شکار) جان دینے کے لئے بے قرار ہو رہا ہے۔ غالباً اسی شعر کو سلجھا کر یون کہا گیا ہے ؎

جذبۂ بے اختیارِ شوق دیکھا چاہیے
سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

خشت پشت دست عجز و قالب آغوش وداع — پُر ہوا ہے سیل سے پیمانہ کس تعمیر کا

ہر خشت ایک دست عجز کی پشت بنی ہوئی ہے۔ دست عجز وہ ہاتھ جو عاجز ہو جائے یا جو جنگ سے عاجز ہو کر روک لیا جائے اور قالب خشت معلوم ہوتا ہے کہ ایک آغوش وداع ہے۔ یہ حالت دیکھکر حیرت سے پوچھتا ہے کہ کس تعمیر کو سیل نے برباد کر دیا ہے کہ ہر لازمۂ تعمیر کا غم

سے یہ عالم ہے۔

وحشتِ خوابِ عدم شورِ تماشا ہے اسدؔ — جو مژہ جوہر نہیں آئینہ تعبیر کا

ہر مژہ چشم کو جوہر آئینہ تعبیر کا ہونا چاہیئے۔ جو مژہ (پلک) یہ صفت نہیں رکھتی وہ مژہ مژہ نہیں ہے۔ بلکہ خواب عدم کے لئے وحشت ہے اور تماشا کے لئے شور ہے یا یہ کہ شور تماشا خواب عدم کے لئے وحشت بن گیا ہے یہی سبب ہے کہ مژہ جوہر آئینۂ تعبیر نہیں ہے۔

تغافل بدگمانی بلکہ میری سخت جانی سے — نگاہِ بے حجابِ ناز کو بیمِ گزند آیا

تغافل کی وجہ سے۔ بدگمانی کی وجہ نہیں نہیں ان سب کی وجہ سے نہیں بلکہ میری سخت جانی کی وجہ سے اس کی نگاہ بے حجاب ناز کو کسی نقصان پہونچنے کا اندیشہ پیدا ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مجھ تک نہ پہونچ سکی۔ بیم کو اس میں بہ تذکیر استعمال کیا ہے۔

فضائے خندۂ گل تنگ و ذوقِ عیش بے پروا — فراغت گاہِ آغوشِ وداعِ دل پسند آیا

خندۂ گل کی فضا تنگ ہے اور عیش کا ذوق بے پرواہ ہے لہٰذا ان سب کا اثر یہ ہوا کہ مجھ کو آغوش وداع دل پسند آگیا ہے۔ اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ فضائے خندۂ گل تنگ ہے اور عیش کا ذوق کچھ اس کی پرواہ بھی نہیں کرتا۔ اس کو گل سے اگر کوئی بات پسند ہے تو یہ کہ وہ یعنی پھول آغوش وداع دل کی فراغت گاہ میں آپہونچا ہے۔ پھول کی صورت موجودہ کو آغوش وداع دل کہا ہے اور دل وداع شدہ وہ صورت گل جو حالت غنچگی میں تھی۔

ہوئی جس کو بہارِ فرصتِ ہستی سے آگاہی — برنگِ لالہ جامِ بادہ بر محمل پسند آیا

جس کو ہستی (زندگی) کی بہار فرصت کا وقوف ہو گیا۔ یعنی جس نے یہ سمجھ لیا کہ بہار زندگی کی پائداری کتنی ہے تو عیش دنیا کو حالت رہ نوردی میں تمام کر دیا۔ جیسے کہ لالہ جام بادہ محمل پر پی لیتا ہے۔ لالہ کے پھول کو جام بادہ سے اور شاخ گل لالہ کو محمل سے استعارہ کیا ہے لالہ کا محمل پر جام پینا بہت ہی نادر مضمون اور خیال ہے۔

سوادِ چشمِ بسمل منتخب نقطہ آرائی   خرامِ نازِ بے پروائی قاتل پسند آیا

بسمل کی آنکھ کی سیاہ پتلی نقطہ آرائی کا انتخاب ہے یعنی وہ نقطہ ہے جو انتخاب مین لگا دیا کرتے ہین اور یہ انتخاب کا نقطہ اس لئے ہے کہ وہ قاتل کی بے پروائی کو پسند کرتا ہے۔

رسم ہے کہ کتاب کے دیکھنے مین جو شعر یا عبارت وغیرہ پسند آتی ہو اسپر ایک نقطہ لگا دیتے ہین اور اس کو نقطہ انتخاب کہتے ہین۔ ایک جگہ یون کہا ہو ؎

روانی ہائے موج خون بسمل سے ٹپکتا ہے
کہ لطف بے تحاشا رفتن قاتل پسند آیا

اسد ہر جا سخن نے طرح باغ تازہ ڈالی ہے   مجھے رنگ بہار ایجادیٔ بیدل پسند آیا

اے اسد ہر جگہ اس کی سخنوری نے ایک ہرا بھرا باغ لگا دیا ہے مجکو بیدل کی بہار ایجادی کا رنگ پسند آگیا ہے۔ یہ غزل بھی غالباً اُس وقت کی ہو جب مرزا غالب بیدل علی سہرندی وغیرہ کا اتباع کرتے تھے۔

عالم جہان بعرض بساط وجود تھا   جون صبح چاک جیب مجھے تار و پود تھا

دنیا بھر جس جگہ اپنے بساط وجود کو پیش کر رہی تھی یعنی روز ازل مین جب دنیا و اہل دنیا وجود مین آنے والے تھے میرا چاک گریبان اس وقت بھی صبح کی طرح تار تار تھا۔ یعنی جب کہ دنیا کا وجود بھی نہ تھا مین اُس وقت بھی دیوانہ تھا۔

بازی خور فریب ہے اہل نظر کا ذوق   ہنگامہ گرم حیرت بود و نبود تھا

اہل نظر کے ذوق نے دنیا مین فریب سے بازی کھائی ہے کیونکہ ہنگامۂ دنیا گرم ہی اس لئے تھا کہ بود و نبود کی فکر مین ذوق اہل نظر مبتلا ہو رہا تھا۔ یعنی اپنی ہستی یا دنیا کی ہستی کو سوچ رہے تھے کہ آیا ہم ہین یا نہین۔ ایسا ہی کچھ ہے کہ ؎

ہان کھائیو مت فریب ہستی   ہر چند کہین کہ ہے نہین ہے

تنگی رفیق رہ تھی عدم یا وجود تھا   میرا سفر بہ طالعِ چشمِ حسود تھا

خواہ مین راہ وجود کو طے کر رہا تھا - اور خواہ راہ عدم کو دونون حالتون مین تنگی - تنگدلی - میری رفیق راہ تھی اور میرے سفر کی ہر حالت مین چشم حسود کی سی صورت تھی کہ تنگی اُن کی ہر صورت مین رفیق ہے - حاسدون کی تنگ چشمی مشہور مضمون ہے خود مرزا ایک جگہ کہتے ہین ؎

حسد سے دل اگر فسردہ ہی گرم تماشا ہو
کہ چشم تنگ شاید کثرت نظارہ سے وا ہو

تو یک جہان قماش ہوس جمع کر کہ مین   حیرت متاع عالم نقصان و سود تھا

ہوس کا اسباب تو ہی جمع کر یہ تجھی کو مبارک رہے - کیونکہ مین جب سے عالم مین آیا حیرت مجھپر مسلط رہی اسی لئے نقصان و سود کی فکر مین حیران و سرگردان رہا - اور مجھ سے کچھ بھی نہ ہو سکا -

گردش محیط ظلم رہا جس قدر فلک   مین پائمال غمزہ چشم کبود تھا

یعنی جب تک کہ آسمان ظلم کی گردش کا احاطہ کئے رہا اس وقت تک مین برابر چشم کبود کے غمزون کا پائمال رہا چشم کبود سے پائمالی بہ لحاظ گردش فلک ہے -

پوچھا تھا گرچہ یار نے احوال دل مگر   کسکو دماغ منت گفت و شنود تھا

اگرچہ یار نے دل کا حال پوچھا تھا مگر ہم کو گفت و شنید کا دماغ ہی نہین تھا کہ حال بیان کرتے اور گفت و شنید کا احسان اٹھاتے -

خور شبنم آشنا نہ ہوا ورنہ مین اسد   سر تا پا گزارش ذوق سجود تھا

کیا کیا جائے آفتاب نے کبھی شبنم کی طرف توجہ ہی نہ کی - ورنہ اے اسد مین سر تا پا ذوق سجود کی گزارش کے لئے آمادہ اور مستعد تھا - کہتے ہین کہ شبنم آفتاب سے پیدا ہوتی ہے اور آفتاب ہی

اس کو جذب کرتا ہے۔ ایک شعر بھی ایسا ہی کچھ ہے ؎

پرتو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم
ہم بھی ہیں ایک عنایت کی نظر ہونے تک

ہے کہاں تمنا کا دوسرا قدم یارب ہمنے دشتِ امکاں کو ایک نقش پا پایا

یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ تمنا یہاں آئی تھی اور اس جنگل سے گزری تھی۔ مگر اے میرے خدا تمنا کا دوسرا قدم کہاں پڑا۔ کیونکہ یہ دشت امکان ایک نقش قدم ہے (دشت امکان کو نقش قدم سے تشبیہ دی ہے) یعنی یہ عالم تمنا کے قیام کی جگہ نہیں ہے۔ تمنا یہاں کی حالت سے گھبرا کر اتنی جلد یہاں سے گزر گئی کہ اس کا ایک قدم تو یہاں پڑا جو دشت امکان کی صورت میں ہے دوسرے قدم کا پتہ نہیں یا یہ کہ ہماری تمنا کے ایک نقش قدم نے پوری دشت امکان کو گھیر لیا دوسرا قدم خدا معلوم کہاں ہے

بے دماغِ خجلت ہوں رشکِ امتحاں تا کے ایک بیکسی تجھکو عالم آشنا پایا

خجلت اور شرمندگی نے مجھے بیدماغ بنا دیا ہے کہاں تک امتحان کے رشک کو گوارا کروں اے بیکسی میں نے بارہا آزمایا۔ اور ایک تیری ذات کو دنیا کا آشنا پایا۔

خاکبازیِ امید۔ کارخانۂ طفلی یاس کو دو عالم سے لب بخندہ وا پایا

دنیا میں کوئی امید کرنا گویا ایک خاکبازی اور خاک سے کھیلنا ہے اور یہ سب بچوں کے گھروندے سے مشابہ ہے۔ کیونکہ یاس اہل امید کی امید دن پر ہنس رہی ہے اور دونوں عالم میں اگر کسی کے دونوں ہونٹ ہنسی سے کھلے ہوئے ہیں تو وہ یاس کے لب ہیں۔

کیوں نہ وحشتِ غالب باج خواہ تسکیں ہو کشتۂ تغافل کو خصم خونبہا پایا

غالب کی وحشت کیوں نہ تسکین کا خراج وصول کرے۔ کیونکہ وہ شخص جسے تغافل نے مار ڈالا ہے وہ خونبہا کا دشمن ہے۔

فکرِ نالہ میں گویا حلقہ ہوں زسر تا پا عضو عضو جوں زنجیر یکدل صدا پایا

مین فکر نالہ مین گویا کہ سراپا حلقہ بن گیا ہون اور زنجیر کی طرح میرا ایک ایک عضو صدا دینے کے واسطے یکدل اور یک زبان ہے۔

شب نظارہ پرور تھا خواب مین خیال اسکا　　صبح موجۂ گل کو نقش بوریا پایا

رات مین نے اس کو خواب مین دیکھا اور اس نے میری نظارہ پروری کی۔ صبح اسکا یہ اثر تھا کہ میرا بوریا موج گل بن گیا تھا۔

جسقدر جگر خون ہو کوچہ دادن دل ہے　　زخم تیغ قاتل کو طرفہ دل کشا پایا

یعنی جس قدر جگر خون ہو۔ وہ گویا دل کا راہ دینا اور دل کا راہین پیدا کرنا ہے واقعہ یہ ہے کہ تیغ قاتل بڑی ہی دل کشا ہے۔
تیغ قاتل کو دل کشا کہنا۔ یا زخم قاتل کو دل کشا باندھنا مرزا کا ایک اختراعی مضمون ہے جسکا انھون نے اپنے ایک رقعہ مین ذکر کیا ہے۔ یہی مضمون اُردو مین اور یہی فارسی مین اور جگر بھی کہا ہے جیسے کہ ؎

نہین ذریعہ راحت جراحت پیکان
وہ زخم تیغ ہے جس کو کہ دل کشا کہیئے

کارخانہ سے جنون کے بھی مین عُریان نکلا　　میری قسمت کا نہ اک آدھ گریبان نکلا

یعنی کارخانہ جنون سے ناکام واپس آیا اور اس کارخانہ مین بھی میری قسمت کا کوئی گریبان نہ نکلا۔ کارخانہ جنون مین بہت سے گریبانون کا ہونا لازمی تھا۔

کچھ کھٹکتا تھا مرے سینہ مین لیکن آخر　　جسکو دل کہتے تھے سو تیر کا پیکان نکلا

یہ تو مجھے معلوم تھا کہ میرے سینہ مین کچھ کھٹک رہا ہے مگر مین سمجھتا تھا کہ شاید یہ دل ہے اب آکر معلوم ہوا ہے کہ دل نہین بلکہ وہ تیر کا پیکان ہی۔

ساغر جلوہ سرشار ہے ہر ذرۂ خاک　　شوق دیدار بلا آئینہ سامان نکلا

خاک کا ہر ذرہ ایک ساغر جلوہ سرشار معلوم ہوتا ہے میرا شوق دیدار بھی بلا کا آئینہ سامان ہے یعنی دنیا کے ہر ذرہ کو اس نے آئینہ جمال دلبر بنا دیا ہے۔

کسقدر خاک ہوا ہے دل مجنون یارب   نقش ہر ذرہ سویداے بیابان نکلا

اے میرے اللہ آخر دل مجنون کس قدر خاک ہوا ہے کتنا خاک مین ملا ہے کہ ہر ذرہ کا نقش سویداے دل بیابان بن گیا ہے اور یہی نشان ہے خاک ہونے کا۔

شوق رسوائی دل دیکھ کہ اک نالہ شوق   لاکھ پردہ مین چھپا پھر وہی عریان نکلا

دل کی رسوائی کے شوق کو دیکھیے کہ ایک نالہ شوق لاکھ پردون مین چھپا اور مستور رہا۔ مگر پھر بھی اُس کی عریانی ظاہر ہو کر رہی اور جب نکلا تو عریان ہی نکلا۔

شوخیٔ رنگ حنا خون وفا سے کیتک   آخر اے عہد شکن تو بھی پشیمان نکلا

رنگ حنا کی شوخی خون وفا سے کہان تک قائم رہتی۔ آخر کار اے بدعہد تجھے بھی پشیمان ہونا پڑا۔

مین بھی معذور جنون ہون اسد خانہ خراب   پیشوا لینے مجھے گھر سے بیابان نکلا

اے اسد خانہ خراب مین جنون سے معذور ہون میرا جنون از خود نہین ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ بیابان میرے استقبال کے لئے اپنے گھر سے آیا۔ ایک شعر اسی رنگ کا دوسرے مضمون مین کہا ہے ؎

ما نبودیم بدین مرتبہ راضی غالب
شعر خود خواہش آن کرد کہ گردد فن ما

نہوئی ہم سے رقم حیرت خط رخ یار   صفحہ آئینہ ہوا آئینہ طوطی نہ ہوا

خط رخ یار کی حیرت ہم سے کسی طرح نہ لکھی جا سکی۔ صفحہ حیرت کی وجہ سے آئینہ بنگیا مگر آئینہ طوطی نہو سکا۔ یعنی ہم جو حیران تھے کوئی بیان خط رخ کا نہ کر سکے۔

وسعت رحمت حق دیکھ کہ بخشا جاوے   مجھ سا کافر کہ جو ممنون معاصی نہوا

ذرا اُس کریم کی رحمت کی وسعت تو دیکھو کہ اُس نے مجھ ایسے کافر کو بخش دیا کہ جو ازلی کافر تھا۔ صرف گناہوں کے احسان سے کافر نہ ہوا تھا۔ یعنی ایسا کافر نہ تھا کہ گناہوں نے اُسے کافر کیا ہو۔ نہیں بلکہ ازلی اور فطری کافر تھا۔

شب اختر قدح عیش نے محمل باندھا   بار یک قافلۂ آبلہ منزل باندھا

تاروں بھری رات میں قدح عیش نے محمل سفر تیار کیا یعنی دور جام چلا اور ایک قافلہ آبلہ کے بار کو اپنی منزل سمجھا تو گویا قدح ایک ایسا مسافر ہے جو شب اختر میں اپنی منزل پر پہونچا ہے۔ اس طرح سے اس کی منزل شب اختر ہوئی۔ اور شب اختر جس میں ہزاروں چمکتے تارے ہیں یک قافلہ آبلہ سے مشابہ ہے۔ تو اس صورت میں قدح عیش نے بار یک قافلہ کو اپنی منزل سمجھا۔ باندھا دوسرے معنی میں سمجھا۔ یا فرض کیا کے معنی میں مستعمل ہے۔

حیف اے ننگ تمنا کہ پے عرض حیا   یک عرق آئینہ بر جبہہ سائل باندھا

اے ننگ تمنا بڑے افسوس کی بات ہے کہ تو نے حیا کے ظاہر کرنے کے لئے سائل کی پیشانی پر عرق شرم ظاہر کر کے گویا اک آئینہ لگا دیا ہے جس سے اس کی حالت شرم کا اظہار ہو رہا ہے۔ ننگ تمنا مخاطب ہے۔

دیدہ تا دل ہے یک آئینہ چراغان کس نے   خلوت ناز پہ پیرایۂ محفل باندھا

آنکھ سے لیکر دل تک یہ کیفیت ہو رہی ہے کہ جیسے آئینہ میں چراغان کا جلوہ ہوتا ہے نہیں معلوم یہ کس نے خلوت ناز کو (یعنی دیدہ و دل کو) لباس محفل سے آراستہ کر دیا ہے۔ یعنی نہیں معلوم کہ کس نے خلوت کو جلوت بنا دیا ہے۔

ناامیدی نے بتقریب مضامین خمار   کوچۂ موج کو خمیازۂ ساحل باندھا

میری یاس نے خمار کی مضمون کی لکھتی ہو ذرمج کی گوچہ کو سمجھا کہ یہ ساحل کا خمیازہ ہے کوچہ موج خود موج ہے
میرے نزدیک مرزا نے پہلے یہ شعر کہا ہو اس کے بعد چونکہ اس مین گنجلک تھی اس کو
مختلف صورتون سے کہا ہے۔ وہ یہ ہین ؎

یار نے تشنگی شوق کے مضمون چاہے — ہم نے دل کھول کے دریا کو بھی ساحل باندھا

نہ بندھے تشنگی ذوق کے مضمون غالب
گرچہ دل کھول کے دریا کو بھی ساحل باندھا

مطرب دل نے مرے تار نفس سے غالب — ساز پر رشتہ پے نغمۂ بیدل باندھا

اے غالب میرے دل کے مطرب نے میرے تار نفس ہے ساز نغمۂ بیدل کے لئے رشتہ
باندھا یعنی میرے دل نے رنگ بیدل مین نغمہ سرائی شروع کی۔

شب کہ ذوق گفتگو سے تیرے دل بیتاب تھا — شوخی وحشت سے افسانہ فسون خواب تھا

رات کو تیرے ذوق گفتگو کی وجہ سے دل بیتاب ہو رہا تھا تو یہ حالت تھی کہ فسون خواب
شوخی وحشت کی سبب سے افسانہ بن گیا تھا فسون خواب جسکا کام نیند لانا ہے وہ بھی ایک
سراسر لاطائل اور بے اثر تھا یعنی فسون خواب سے بھی نیند نہ آسکتی تھی۔

لے زمین سے آسمان تک فرش تھین بیتابیان — شوخی بارش سے مہ فوارۂ سیلاب تھا

بیتابیان زمین سے لیکر آسمان تک فرش تھین اور چاند کی نورباری کی وجہ سے
اس کی کرنین فوارۂ سیلاب معلوم ہو رہی تھین یعنی چاند بیتابیون کا برسانے والا فوارہ معلوم ہوتا تھا۔

وان ہجوم نغمہ ہاے ساز عشرت تھا اسد — ناخن غم یان سر تار نفس مضراب تھا

بزم معشوق کی یہ حالت تھی کہ ساز عشرت سے نغمہ گوناگون نکل رہے تھے اور یہان ہم ناخن
غم کو مضراب بنا کر اپنے نفس پر زخمہ زنی کر رہے تھے یعنی یہان غم ہمارا کام تمام کیے دیتا تھا

دیکھتے تھے ہم بچشم خود وہ طوفان بلا — آسمان سفلہ جس مین یک کف سیلاب تھا

ہم اپنی آنکھ سے وہ طوفان بلا اُٹھتے دیکھ رہے تھے کہ آسمان بھی اُس مین ایک کف سیلاب معلوم ہوتا تھا۔ غالباً اسی شعر کو ترمیم کرنے کے بعد مرزا نے یہ شعر کہا ہے جو اس قطعہ کا مقطع ہے ؎

مین نے روکا رات غالب کو وگرنہ دیکھتے
اسکے سیل گریہ مین گردون کف سیلاب تھا

موج سے پیدا ہوئے پیراہن دریا مین خار — گریہ وحشت بیقرار جلوۂ مہتاب تھا

میرے گریہ سے دریا بنا اور اُس مین موج پیدا ہوئی جو ہم صورت خار اور نشان بیقراری تھی اس لئے کہ میرا گریہ جسے وحشت نے بے قرار کر رکھا تھا وہ جلوہ مہتاب یعنی چاند کے لئے بیتاب تھا اس کا یہ اثر ہوا کہ پیراہن دریا مین خار پیدا ہو گئے۔ یہ ظاہر ہے کہ چاندنی سے دریا مین تموج ہوا کرتا ہے۔ اور دیوانہ کو چاند کی وجہ سے وحشت ہوتی ہے۔

بیخبر مت کہہ ہمین بیدرد خود بینی سے پوچھ — قلزم ذوق نظر مین آئینہ پایاب تھا

او بیدرد تو ہم کو بیخبر کیون کہتا ہو ذرا اپنی خود بینی سے ہمارا حال پوچھ کیونکہ جب تو آئینہ دیکھ رہا تھا اُس وقت ہمارے قلزم ذوق نظر کے سامنے آئینہ کوئی حقیقت نہین رکھتا تھا اور ہم تیری خود بینی کو دیکھ رہے تھے۔

بیدلی ہائے اسد افسردگی آہنگ تر — یاد آیامے کہ ذوق صحبت احباب تھا

اسد کی بیدلی کا اب یہ عالم ہے کہ افسردگی کا اور زیادہ ارادہ رکھتی ہے۔ ہائے وہ بھی کیا زمانہ تھا جبکہ اُسے احباب کی صحبت اور ہم نشینی کا شوق تھا۔

نہ بھولا اضطراب دم شماری انتظار اپنا — کہ آخر شیشہ ساعت کے کام آیا غبار اپنا

میرا انتظار اپنے اضطراب دم شماری کو فنا کے بعد بھی نہ بھولا۔ کیونکہ مین غبار ہو گیا تب بھی میرا غبار شیشہ ساعت کے کام آیا۔ شیشہ ساعت پہلے زمانہ مین مروج تھا وہ ایک شیشہ کا ظرف ہوتا تھا کہ اس کے پیندے مین ایک ہلکا سا سوراخ کر دیتے تھے اور اس مین

باریک بالو بھرتے تھے پھر وہ بالو رفتہ رفتہ ایک وقت معینہ تک اس سوراخ سے نکلتا اور ظرف خالی ہو جاتا تھا۔ اسی سے وقت کا حساب ہوتا تھا۔

زبس آتش نے فصلِ رنگ مین رنگِ دگر پایا چراغِ گل سے ڈھونڈے ہی چمن مین شمع خار اپنا

فصل گل مین آتش کی صورت اور ہو گئی ہے اور رنگ بدل گیا ہے۔ گل در اصل گل نہین بلکہ شمع چراغ گل لیکر اپنے خار کو ڈھونڈھ رہی ہے۔ خار شمع رشتہ شمع سے مراد ہے یا یہ کہ شمع اپنے پاؤن کا کانٹا چراغ گل لیکر ڈھونڈھ رہی ہے۔

اسیرِ بے زبان ہون کاش کے صیاد بے پروا بدام جوہر آئینہ ہو جائے شکار اپنا

مین ایک بے زبان قیدی ہون کاش کہ میرا بے پروا صیاد کبھی جوہر آئینہ کے جال مین پھنس کر میرا شکار ہو جائے یعنی وہ کبھی آئینہ دیکھے اور مین اس کو دیکھ سکون۔ یعنی مین ایک ایسا اسیر ہون۔ جو جوہر آئینہ کے مانند اسیر بھی ہے بے زبان بھی ہے کاش وہ کبھی آئینہ دیکھے کہ میرا شکار ہو۔

دریغ اے ناتوانی ورنہ ہم ضبط آشنایان نے طلسم رنگ مین باندہا تھا عہد استوار اپنا

ہم ضبط کے خوگر ہین اور ہم نے عہد کر لیا تھا کہ اپنا حال نہ کھلنے دین گے اور اسی سے ہم اپنے رنگ کو برقرار رکھتے تھے اور یہ گویا ایک طلسم تھا جس مین ہمارا عہد استوار بندھا ہوا تھا مگر اے ناتوانی افسوس ہے کہ تو نے اس طلسم کو توڑ دیا۔ یعنی ناتوانی کی وجہ سے رنگ اڑ گیا۔ اور دنیا پر حال کھل گیا۔

اگر آسودگی ہے مدعائے رنج بیتابی نثار گردش پیمانۂ مے روزگار اپنا

اگر رنج بیتابی کا مدعا آسودگی ہے تو ہم باز آئے ہم گردش پیمانہ مے پر اپنی زندگی نثار کرتے ہین۔ ایسی آسودگی ہم نہین چاہتے۔ دوسرے معنی یہ بھی ہین اور میرے نزدیک یہ پہلے معانی سے زیادہ اچھے ہین کہ پیمانہ کی گردش اور رنج بیتابی کا نتیجہ آسودگی ہے تو ہم اس کے قربان۔

رہ خوابیدہ تھی گردنکش یک درسِ آگاہی زمین کو سیلیٔ استاد ہے نقشِ قدم میرا

رہ خوابیدہ - راہ خوابیدہ - راہ خفتہ - سب راہ دور و دراز کے معنی میں آتے ہیں - معنی یہ ہیں کہ راہ دور و دراز ایک درس آگاہی سے بہت مغرور تھی مگر میرے نقش قدم نے اس کے اس غرور کو توڑ دیا اور سیلیٔ استاد کا کام دیکر اس کو بیدار کر دیا -

سراغ آوارۂ عرض دو عالم شور محشر ہوں پر افشاں ہے غبار آنسوئے صحرائے عدم میرا

میں سراغ کے لئے آوارہ ہوا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اپنا وہ شور محشر جسے دونوں جہان کا شور محشر کہہ سکتے ہیں عرض کروں اس لئے میرا غبار آنسوئے صحرائے عدم پر افشان ہو رہا ہے یعنی اڑتا پھر رہا ہے -

نہ ہو وحشت کش درس سراب سطر آگاہی میں گرد راہ ہوں بے مدعا ہے پیچ و خم میرا

سطر آگاہی در اصل ایک سراب ہے اس کے درس کے لئے کیوں وحشی بنا جاتا ہے اس فکر کو چھوڑ مجھے گرد راہ سمجھ میرے پیچ و خم کے کوئی معنی نہ نکال اس کے کوئی معنی نہیں ہیں اور اس پیچ و خم کا کوئی مدعا نہیں ہے - میں گرد راہ ہوں میرا مدعا کیا ہو سکتا ہے -

ہوائے صبح یک عالم گریبان چاکیٔ گل ہے دہان زخم پیدا کر اگر کھاتا ہے غم میرا

صبح کی ہوا گویا گل کے واسطے یک عالم گریبان چاکی کا سامان ہے لہذا اس ہوا خواہی سے میرا بھی کوئی کام نہیں نکل سکتا اگر تجھے میرا غم کھانا ہے تو دہان زخم پیدا کر -
دوسرے معنی یہ ہیں کہ صبح عالم ہوا خواہی گل سے اس طرح ظاہر ہوتی ہے کہ گل اپنا گریبان چاک کر لیتا ہے - میری ہوا خواہی کا ارادہ ہے تو پہلے دہان زخم پیدا کر لو -

دہان زخم پیدا کرنے کا مضمون مرزا نے ایک جگہ یوں کہا ہے ؎

جب تک دہان زخم نہ پیدا کرے کوئی
مشکل کہ تجھ سے راہ سخن وا کرے کوئی

اسد وحشت پرست گوشۂ تنہائی دل ہی   برنگ موج مے خمیازۂ ساغر ہی رم میرا

اس شعر کے مصرعہ اول میں - ہی - جو آخر مصرعہ میں واقع ہی - کی بجلے - ہون زیادہ مناسب ہی جس کے معنی یہ ہون گے کہ اے اسد مین گوشہ تنہائی کا وحشت پرست ہون موج مے کی طرح خمیازۂ ساغر تک ہی میرا رم ختم ہو جاتا ہی - یا خمیازۂ ساغر ہی میرا رم ہی - یعنی مین حالت وحشت مین بھی گوشہ تنہائی دل سے باہر نہین جاتا۔

بعجز آباد وہم مدعا تسلیم شوخی ہے   تغافل کو نہ کر مصروف تمکین آزمائی کا

عجز آباد (وہ جگہ جہان عاجزی ہی عاجزی ہو) مین کسی شوخی [illegible] تسلیم کر لینا ہی وہم مدعا ہی - لہذا تو جو بربنائے شوخی ہم سے تغافل کر رہا ہے اس کو چھوڑ دے کیونکہ ہم کو حصول مدعا کا اس سے وہم ہوتا ہے جو تیرے مقصد کے خلاف ہے - یون بھی سمجھی کہ مرزا نے اس شعر کی شرح مین یہ شعر کہا ہو ؎

ہم بھی تسلیم کی خو ڈالین گے
بے نیازی تری عادت سہی

ہوس گستاخی آئینہ تکلیف نظر بازی   بجیب آرزو پنہان ہی حاصل دلربائی کا

اے ہوس گستاخی آئینہ (ہوس گستاخی ترکیب مقلوب یعنی گستاخی ہوس آئینہ) اے تکلیف نظر بازی جیب آرزو مین حاصل دلربائی پوشیدہ ہی - یعنی وہ آئینہ دیکھے گا - اور یہی آئینہ دیکھنا اس کی دلربائی کا خلاصہ ہی - یا یہ کہ اے ہوس گستاخی آئینہ اُسے نظر بازی کی تکلیف نہ دے - کیونکہ ابھی اس کا حاصل دلربائی جیب آرزو مین پوشیدہ ہی

جہان مٹ جائے سعی دید خضر آباد آسایش   بجیب نگہ پنہان ہے حاصل رہنمائی کا

منزل عشق مین جس جگہ سالک کو خضر آباد آسایش کے دیکھنے کی تمنا باقی نہ رہے اور یہ آرزو فنا ہو جائے اُس جگہ وہ اس مرتبہ پر پہونچ جاتا ہے کہ اس کی ہر نگاہ مین حاصل رہنمائی پوشیدہ ہوتا ہے - یعنی ہر نگاہ رہنما بن جاتی ہے۔

نظر بازی طلسم وحشت آباد پرستان ہے — رہا بیگانہ تاثیر افسون آشنائی کا

نظر بازی کا مطلب یہان تلاش اور نظر دوڑانا لیا جائے گا۔ کہتا ہے کہ نظر بازی ایک طلسم ہے جو پرستان کے وحشت آباد مین بنا ہوا ہو۔ یعنی نظر بازی محض بیکار اور فضول ہو آجکل افسون آشنائی مین کوئی تاثیر نہین کتنا ہی تلاش کرو آشنا نہین ملتا بلکہ نظر بازی ورد الٹا طلسم وحشت آباد پرستان کا کام کرتی ہے۔

نیا یا دردمندِ دوری یاران یکدل نے — سواد خط پیشانی سے نسخہ مومیائی کا

وہ شخص جو یاران یکدل کی دوری سے دردمند تھا اُس نے اپنے خط پیشانی کے سواد سے کوئی مومیائی کا نسخہ نہ پایا۔ یعنی ہر چند تلاش کیا مگر تقدیر کے نوشتہ نے اس کا درد دور نہ ہونے دیا۔

اسد یہ عجز و بیسامانی فرعون توام ہے — جسے تو بندگی کہتا ہو دعویٰ ہو خدائی کا

اے اسد یہ عجز جسے تو عجز کہتا ہے یہ بے سامانی فرعون کا مرادف ہے۔ تیری بندگی بندگی نہین بلکہ حقیقتاً خدائی کا دعویٰ ہو ؎

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی
بندگی مین مرا بھلا نہ ہوا

اسد کا قصہ طولانی ہی لیکن مختصر یہ ہو — کہ حسرت کش رہا عرض ستمہائے جدائی کا

اسد کا قصہ تو بہت طول طویل ہو مگر اب کون اس کو دہرائے مختصر سی بات یہ ہو کہ اسکو ستمہائے جدائی کے بیان کرنے کی بڑی حسرت ہو۔ یہ شعر گویا اس کے صاف کرنے کے لئے کہا ہے ؎

نہ دے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھدے
کہ حسرت سنج ہون عرضِ ستمہائے جدائی کا

ہم نے وحشت کدۂ بزم جہاں مین جون شمع — شعلۂ عشق کو اپنا سر و سامان سمجھا

ہم نے دنیا کے وحشت کدہ کی محفل مین ہمیشہ شمع کی طرح اپنا سر و سامان شعلۂ عشق کو خیال کیا ہی یعنی ہمارا سر و سامان شعلہ تھا اور اسی سے اندازہ کیجیے کہ کتنا بدنصیب ہر وہ شخص جس کا سر و سامان صرف شعلہ ہو جو بناے بربادی ہے -

کس کا خیال آئینہ انتظار تھا — ہر برگ گل کے پردے مین دل بیقرار تھا

گل کے لئے کس کا خیال آئینہ انتظار بنا ہوا تھا کہ ہر برگ گل کے پردے مین ایک دل بیقرار کا پتہ چلتا تھا جنبش برگ گل کو دل بے قرار کہا گیا ہے - نہایت لطیف شعر ہے -

کس کا جنون دید تمنا شکار تھا — آئینہ خانہ وادی جوہر غبار تھا

یہ آخر کس کا جنون دید تھا کہ تمنا کو شکار کر رہا تھا جس کی وجہ سے آئینہ خانہ ایک ایسا[1] وادی معلوم ہوتا تھا کہ جس مین جوہر کا غبار اڑ رہا تھا -

جون غنچہ و گل آفت فال نظر نہ پوچھ — پیکان سے تیرے جلوۂ زخم آشکار تھا

ہماری فال نظر کی آفت کچھ ہم سے نہ پوچھ جیسے ہی تیرے پیکان کی طرف دیکھا کہ خوف پیدا ہو گیا ہو کہ زخم کھائین گے کیونکہ غنچہ اور گل کی طرح تیرے پیکان سے بھی جلوۂ زخم آشکارا ہو رہا تھا - یا یہ کہ جیسے غنچۂ و گل پر فال نظر سے آفت آئی اسی طرح ہمین خوف ہے کہ ہم بھی کہین زخمی نہون -

دیکھی وفاے فرصت رنج و نشاط دہر — خمیازہ یک درازی عمر خمار تھا

دنیا کے رنج و راحت کی فرصت اور مدت ہم نے دیکھ رکھی ہے - خمیازہ گویا ایک خمار کی درازی عمر تھا یعنی نہ یہان کے رنج کو قیام ہی نہ راحت کو -

صبح قیامت ایک دم گرگ تھی اسد — جس دشت مین وہ شوخ دو عالم شکار تھا

[1] وادی کو مونث بھی لکھتے ہین مگر میری زبان پر مذکر ہے - شارح

وہ شوخ جو دو عالم کو شکار کرنے والا تھا جس جنگل میں گیا وہان صبح قیامت بھی دُم گرگ (صبح کاذب) بن گئی۔ دُم گرگ محض رعایت لفظی کے لیے لایا گیا ہے ورنہ اصل معنی صبح کاذب کے ہین جس سے یہان کوئی عمدہ حاصل پیدا نہین ہوتا۔

زبس خون گشتۂ رشک وفا تھا وہم بسمل کا چرایا زخمہاے دل نے پانی تیغ قاتل کا

چونکہ بسمل کا وہم خون گشتۂ رشک وفا تھا اس لئے دل کے زخمون نے تیغ قاتل کا پانی چرا لیا۔ ظاہر اسواے مناسبت الفاظ کے کوئی حاصل اس شعر کا معلوم نہین ہوتا۔

نگاہ چشم حاسد وام لے اے ذوق خود بینی تماشائی ہون وحدت خانہ آئینہ دل کا

اے میرے خود بینی کے ذوق تو کسی حاسد کی نگاہ قرض لے لے کیونکہ حاسد بجز اپنے اور کسیکو دیکھ ہی نہین سکتا۔ اس سے میرا ذوق خود بینی مکمل ہو جاے گا کیونکہ مین آجکل آئینہ دل کے وحدت خانہ کی سیر کر رہا ہون۔

سراسر تاختن کو شش جہت یک عرصہ جولان تھا ہوا واماندگی سے رہروان کی فرق منزل کا

سراسر تاختن۔ یعنی متواتر دوڑنے کے لئے شش جہت صرف ایک میدان جولان تھا۔ مگر چونکہ لوگ تھک کر رہ گئے اس واسطے فرق منزل نمایان ہو گیا۔

مجھے راہ سخن مین خوف گمراہی نہین غالب عصاے خضر صحراے سخن ہے خامہ بیدل کا

اے غالب مجھے راہ سخن مین گمراہی کا خوف نہین ہے کیونکہ مین تابع بیدل ہون اور میرے لئے خامہ بیدل صحراے سخن کے لئے عصا کا کام دیتا ہے۔

لب خشک در تشنگی مردگان کا زیارت کدہ ہون دل آزردگان کا

مین اُن لوگون کا لب خشک ہون جو پیاسے مر گئے ہین مین ان لوگون کی زیارت گاہ ہون جو دل آزردہ ہو گئے ہین۔

شگفتن کمین دار تقریب جوئی   تصور ہون بموجب آزردگان کا

شگفتگی برابر تقریب جوئی کی گھات مین لگی رہتی ہو کہ کسی تقریب سے مجھ تک پہونچ سکے مگر وہ کوئی تقریب نہین پاتی کیونکہ مین اُن لوگون کا تصور ہون جو بے سبب اور بلا وجہ رنجیدہ ہین۔

غریب بدر جستہ باز گشتن   سخن ہون سخن بر لب آوردگان کا

مین ایک مسافر ہون مگر ایسا مسافر جو واپس آنے کی حدود سے نکل گیا ہے گویا مین بات کہنے والون کی وہ بات ہون جو لب تک آ چکی ہے اور ظاہر ہے کہ لب تک آئی ہوئی بات واپس نہین ہو سکتی۔

سراپا یک آئینہ دار شکستن   ارادہ ہون یک عالم افسردگان کا

سر سے پاؤن تک شکستگی کا آئینہ دار ہون۔ گویا مین ان لوگون کا ارادہ ہون جو یک عالم افسردہ اور آزردہ ہین۔

ہمہ نا امیدی ہمہ بدگمانی   مین دل ہون فریب وفا خوردگان کا

مین سراپا نا امیدی اور سراپا بدگمانی بنا ہون یا گویا ان لوگون کا دل ہون جو فریب وفا کھائے ہوے ہین۔

بصورت تکلف بمعنی تاسف   اسد مین تبسم ہون پژمردگان کا

ظاہرا پر تکلف ہون لیکن در اصل مین مجسم تاسف ہون۔ مین پژمردہ لوگون کا تبسم ہون کہ وہ اگر تکلفاً کبھی ہنستے ہین تو اس ہنسی مین بھی ایک جہان درد پوشیدہ ہوتا ہے۔

ضعف جنون کو وقت تپش در بھی دور تھا   اک گھر مین مختصر سا بیابان ضرور تھا

میرے جنون کے ضعف کو تپش کے وقت در بھی دور معلوم ہوتا تھا اسلئے لازم تھا کہ

گھر کے اندر ایک بیابان بھی ہوتا۔

اے واے غفلت نگہ شوق ورنہ یان　　ہر پارہ سنگ لخت دل کوہ طور تھا

نگاہ شوق نے غفلت کی جس کا افسوس ہو ورنہ حقیقت یہ ہو کہ دنیا کا ہر سنگریزہ دل کوہ طور کا ٹکڑا تھا یعنی ہر ذرہ مین نور معرفت چمک رہا تھا۔

درس تپش ہی برق کو اب اُسکے نام سے　　وہ دل ہی یہ کہ جس کا تخلص صبور تھا

بجلی اب اس کے نام سے تعلیم تپش حاصل کرتی ہے ہاے یہ میرا دل وہی دل ہی جس کو مین صبور کہتا تھا۔ یا وہ زمانہ تھا یا یہ عالم ہی۔

شاید کہ مر گیا ترے رخسار دیکھکر　　پیمانہ رات ماہ کا لبریز نور تھا

معلوم ہوتا ہی کہ تیرے رخسار دیکھ کر رات ماہ نے جان دیدی اس لئے کہ اس کا پیمانہ نور سے لبریز معلوم ہوتا تھا۔ پیمانہ لبریز ہونا موت سے کنایہ ہے۔

جنت ہی تیرے تیغ کے کشتون کی منتظر　　جوہر سواد جلوۂ مژگان حور تھا

معلوم ہوتا ہے کہ جنت تیرے تلوار کے قتیلون کا انتظار کر رہی ہی اس لئے کہ جوہر تیغ مین جلوہ مژگان حور کا سواد نظر آرہا تھا۔ اسی سے جنت کے انتظار کا اندازہ ہوتا ہی۔

ہر رنگ مین جلا اسد فتنہ انتظار　　پروانۂ تجلی شمع ظہور تھا

اسد وہ اسد جسے فتنہ انتظار نے تباہ کر دیا تھا ہر رنگ مین جلا کیونکہ وہ پروانہ تجلی شمع ظہور تھا۔ ایک جگہ صرف شمع کو کہا ہے ؎

غم ہستی کا اسدؔ کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ مین جلتی ہی سحر ہونے تک

بہار رنگ خون گل ہی سامان اشکباری کا　　جنون برق نشتر ہی رگ ابر بہاری کا

خون گل سے جو رنگ کی بہار پیدا ہوئی ہے وہ اشکباری کا سامان ہی جنون برق
ابر بہار کے لئے نشتر ہے یعنی برق جو بہار رنگ کو دیکھ کر مجنون ہو گئی ہے اور تڑپ رہی ہی
وہ جنون رنگ ابر کے لئے نشتر کا کام دے گا اور اب جلد سے جلد برق کے حال پر وہ اشک
بہانے لگے گی۔

برائے حل مشکل ہون ز پا افتادہ حسرت — بندھا ہی عقدۂ خاطر سے پیمان خاکساری کا

مین مشکل کے آسان ہونے کے واسطے پڑا ہون اور میری حسرت نے مجھے گرا دیا ہے
اب نہ مشکل حل ہوتی ہے اور نہ مین اٹھتا ہون۔ گویا میرے عقدہ خاطر سے میری خاکساری کا
عہد ہو گیا ہے کہ نہ یہ عقدہ کبھی حل ہوا اور نہ مین خاکساری چھوڑون۔

طاؤس در رکاب ہی ہر ذرہ آہ کا — یارب نفس غبار ہی کس جلوہ گاہ کا

میری آہ کا ہر ذرہ اپنے جلو مین ایک طاؤس لئے ہوے ہے یعنی ہر آہ مین رنگینیان
ہین اے میرے خدا آخر میرا نفس میری سانس کس جلوہ گاہ کا غبار ہی جس سے آہون مین بھی
یہ رنگینی پیدا ہو گئی ہی۔

ہر گام آبلے سے ہے دل در تہ قدم — کیا بیم اہل درد کو سختی راہ کا

پاے پر آبلہ کی حالت مین اہل درد سفر کر رہی ہین اور اس حالت مین ہر قدم گویا آبلون
کی وجہ سے دل کے اوپر پڑ رہا ہے بس یہ خوف ہی کہ دلون کو روندنا پڑتا ہے ورنہ اہل درد کو
سختی راہ کا کیا خوف ہو سکتا ہے۔ اس مین ہر آبلہ کو دل فرض کیا گیا ہے۔

عزلت گزین بزم ہین واماندگان دید — مینا ے مے ہے آبلہ پاۓ نگاہ کا

جو لوگ بزم مین عزلت گزین ہو گئے وہ واماندگان دید یعنی محروم دید ہین اس لئے کہ
ان کے پاے نگاہ مین مینا ے مے سے آبلے پڑ گئے ہین۔ یعنی وہ انکھین نہین جانتے تھے

جیب نیاز عشق نشاندار ناز ہے — آئینہ ہون شکستن طرف کلاہ کا

عشق کے گریبان نیاز سے حسن کے ناز کا پتہ چلتا ہے میں اس کی شکستگی گوشہ کلاہ کا آئینہ
بن گیا ہوں یعنی میری حالت نیاز سے اس کی ناز حسن کا پتہ ملتا ہے اور میرے حال تباہ سے
اس کی بیرحمی کا اندازہ ہوتا ہے۔

خود پرستی سے رہے باہمدگر نا آشنا　　بیکسی میری شریک آئینہ تیرا آشنا

ہم دونوں خود پرستی کی وجہ سے ایک دوسرے کے آشنا نہ ہو سکے میرے حال کی
شریک بے کسی رہی اس واسطے میں خود پرست رہا اور تو آئینہ پر جان دیتا رہا اس واسطے
تو خود بین رہا۔ غرضکہ خود بینی نے یہ تفرقہ ڈالا۔

بے دماغی شکوہ سنج رشک ہمدیگر نہیں　　یار تیرا جام مے خمیازہ میرا آشنا

بد دماغی ایک دوسرے کے رشک کی شکوہ سنج نہیں ہوتی۔ تمہارا رفیق جام مے ہے اور
خمیازہ یعنی انتظار شراب میں انگڑائیاں لینا میرا انیس ہے۔ بس چلئے دونوں برابر ہوگئے۔
نہ تمہیں فرصت نہ ہمیں۔

جوہر آئینہ جز رمز سر مژگاں نہیں　　آشنا کی ہمدگر سمجھے ہے ایما آشنا

جوہر آئینہ کوئی چیز نہیں ہے یہ میرے معشوق کے سر مژگان کے رموز ہیں۔ آشنا کے اشارے
آشنا ہی خوب سمجھتا ہے وہ آئینہ آشنا ہے لہذا اس کی مژگان کے اشارے آشنا خوب سمجھ رہا ہے۔

ربط یک شیرازۂ وحشت ہیں اجزائے بہار　　سبزہ بیگانہ صبا آوارہ گل نا آشنا

بہار اجزائے وحشت کے شیرازہ کا ربط ہے۔ یعنی بہار کی وجہ سے چند اجزائے وحشت جمع
ہوگئے ہیں۔ کیونکہ سبزہ بیگانہ ہے۔ صبا آوارہ ہے۔ گل نا آشنا ہے۔ بقول سعدیؒ ؂

چار طبع مخالف و سرکش
چند روزے بوند باہم خوش

سبزہ بیگانہ سبزہ خودرو کو کہتے ہیں۔ صبا کو آوارہ۔ مضطرب لکھتے ہیں۔ پھول نا آشنا
ہے۔

نشہ مین گم کردہ راہ آیا وہ مست فتنہ خو   آج رنگ رفتہ دور گردش ساغر ہوا

وہ مست فتنہ خو راہ بھول کر نشہ مین آج میری بزم مین آگیا اور اسی کی وجہ سے میرا وہ رنگ جو مدتون سے اڑ گیا تھا آج دور گردش ساغر بن گیا یعنی دور ساغر مین ایک رنگ پیدا ہو گیا۔

زہد گردیدن ہی گرد خانہ ہاے منعمان   دانہ تسبیح سے مین مہرہ در ششدر ہوا

زہد کے معنی صرف یہ ہین کہ چند منعمون کے گھرون کے گرد گھوما کرین۔ جب سے مین نے تسبیح سنبھالی ہے اس وقت سے وہ مہرہ بن گیا ہون جو ششدر مین پھنس جاتا ہی۔ واضح ہو کہ مہرہ جب ششدر مین پھنس جاتا ہے تو رہائی غیر ممکن ہو جاتی ہی اور وہ پھر نکل نہین سکتا ہے مگر اس وقت کہ حریف خود اس کو نکال دے۔

اے بہ ضبط حال افسردگان جوش جنون   نشہ مے ہی اگر یک پردہ نازک تر ہوا

اے وہ شخص کہ تو ہم افسردہ لوگون کا حال ضبط کر رہا ہی یعنی اس کو لکھ رہا ہی یا دیکھ رہا ہے تجھے کچھ معلوم بھی ہی جنون وہ چیز ہے کہ اگر ہلکا سا ہوا اور اس کا اک نازک پردہ پڑا ہو تو وہ نشہ مے ہے یعنی بہت لطیف اور عمدہ چیز ہی یا اس مین بھی وہ خواص موجود ہین جو نشہ مے مین ہوا کرتے ہین۔

اس چمن مین ریشہ واری جس نے سر کھینچا اسد   تر زبان لطف جام ساقی کوثر ہوا

اے اسد اس چمن مین یعنی دنیا مین یا باغ شعر مین جس نے ریشہ نخل کی طرح وسعت پیدا کی وہ ساقی کوثر کی تعریف پر ضرور آمادہ ہوا۔ یا ساقی کوثر کا فیض اس کو ضرور پہونچا۔

دود میرا سنبلستان سے کرے ہی ہمسری   بسکہ شوق آتش گل سے سراپا جل گیا

چونکہ مجھے شوق آتش گل نے جلایا تھا اس واسطے میرا دھوان سنبلستان کی طرح نکلتا ہے اور یہ اثر ہے اسی جلنے کا۔

شمع رویان کے سر انگشت حنائی دیکھکر   غنچہ گل پر فشان پروانہ آسا جل گیا

شمع رویون (معشوقون) کی مہندی لگی انگلیون کی پور دیکھ کر غنچۂ گل رشک سے پروانہ کی طرح پرون کو پھڑپھڑاتا ہوا جل گیا۔ پروانہ کو غنچہ سے اس لحاظ سے تشبیہ دی گئی کہ دونون مین تشبیہ کی وجہ پر موجود ہین۔ غنچہ کے پر وہی اس کی پتیان ہین جو اس مین موجود ہین۔

تا کجا افسوس گرمی ہاے صحبت اے خیال　　　دل ز آتش خیزی داغ تمنا جل گیا

اے خیال تو اس گرمی صحبت کا کہان تک افسوس کیا کرے گا میرا دل داغہاے تمنا کی آتش خیزی سے خاک ہو کر رہ گیا ہے۔

ہو اسد بیگانۂ افسردگی اے بیکسی　　　دل ز انداز تپاک اہل دنیا جل گیا

اسد افسردگی سے بیگانہ ہے یعنی اس مین افسردگی نہین ہے۔ اے بیکسی اس کے دل کو تپاک اہل دنیا نے جلا دیا ہے۔ اسی شعر کو صاف کر کے یون کہا گیا ہے لہذا جو اس کی شرح ہے وہی اس کی ہے

مین ہون اور افسردگی کی آرزو غالب کہ دل
دیکھ کر طرز تپاک اہل دنیا جل گیا

جان دادگان کا حوصلہ فرصت گداز ہے　　　یان عرصۂ تپیدن بسمل نہین رہا

جو لوگ کہ جان دے رہے ہین اُن کا حوصلہ یہی ہے کہ ان کے زمانہ فرصت کو فنا کر رہا ہے اسی لئے اس میدان مین تپیدن بسمل کا عرصہ نہین رہا یعنی جو جاندادہ ہین اُن کے حوصلہ نے انھین تڑپنے کی بھی مہلت نہین دی اور دم بھر مین ختم کر دیا۔

اے آہ میری خاطر وابستہ کے سوا　　　دنیا مین کوئی عقدۂ مشکل نہین رہا

اے آہ دنیا مین ایک میرا دل ہی ایسا ہے کہ اس مین کشادگی پیدا نہین ہوئی ورنہ کوئی عقدہ ایسا نہین جو حل نہ ہوا ہو اور جس مین کشادگی اور واشدگی کی صورت نہ پیدا ہوئی ہو۔

ہر چند مین ہون طوطی شیرین سخن ولے　　　آئینہ آہ میرے مقابل نہین رہا

یعنی مین اگرچہ طوطی شیرین سخن ہون مگر وہ طوطی کہ اسکے سامنے کبھی آئینہ نہین رہا کہ وہ کچھ باتین کرتا مطلب یہ ہی کہ مین کامل ہون مگر مجھے اپنے کمالات دکھانے کا کبھی کوئی موقعہ نہین ملا۔

اندازِ نالہ یاد ہین سب مجکو پر اسد　　جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہین رہا

اندازِ نالہ سب مجکو یاد ہین مگر سب بیکار ہین اس واسطے کہ مجھے جس دل پر ناز تھا اب دل ہی نہین۔

خلوتِ آبلۂ پا مین ہے جولان میرا　　خون ہی دل تنگیٔ وحشت سے بیابان میرا

میرا جولان جنون خلوت آبلۂ پا کے لئے محدود ہو کر رہ گیا ہے اور گویا میرا بیابان میری تنگی وحشت سے خون ہوگیا ہی یعنی وہ بیابان جو میرے جولان وحشت کے لئے مخصوص تہا وہ اب آبلہ پا مین آگیا ہے۔ اور ظاہر ہی کہ آبلہ پا مین سواے خون کے اور کچھ بھی نہین ہے، یہ صرف ایک خیالی مضمون ہی۔

ذوقِ سرشار سے بے پردہ ہی طوفان میرا　　موجِ خمیازہ ہی ہر زخم نمایان میرا

اپنے ذوق سرشار یعنی تمام تر جوش سے میرے دل کا طوفان بالکل بے حجاب ہوگیا ہے اور میرا ہر زخم نمایان اس طوفان کی ایک موج خمیازہ ہی گویا طوفان دلی موج سے انگڑائیان لے رہا ہے اور اپنے ذوق سرشار کی وجہ سے بالکل عریان نظر آتا ہی۔

بوے یوسف مجھے گلزار سے آتی تھی اسد　　دے نے برباد کیا پیرہنستان میرا

گلزار سے مجھے اپنے یوسف کی بو آتی تھی مگر افسوس ہے کہ لے اسد خزان نے اس کو برباد کردیا۔ گلزار ایک پیرہنستان تھا اور یہ مشہور ہے کہ پیرہن یوسف کی حضرت یعقوب نے دور سے بو سونگھی تھی۔

بت پرستی ہی بہار نقشبندیہاے دہر　　ہر صریر خامہ مین اک نالۂ ناقوس تھا

زمانہ کی نقش بندی گویا کہ بت پرستی ہے اور حالت نقاشی مین گردش تنیم سی جو آواز نکلتی ہے وہ گویا صدائے ناقوس ہی۔

کل اسد کو ہم نے دیکھا گوشۂ میخانہ مین — دست برسر سر بزانوے دل مایوس تھا

ہم نے کل اسد کو اس حالت مین گوشہ میخانہ مین دیکھا کہ افسوس اور تحسر سے دست بر سر اور سر بزانو تھا۔ یہ شعر ایک تصویر ہی نہ معلوم کیونکر انتخاب کی زد مین آگیا۔

نہین ہی باز گشت سیل غیر از جانب دریا — ہمیشہ دیدہ گریان کو آب رفتہ در جو تھا

رو کی باز گشت ہمیشہ دریا کی طرف ہوا کرتی ہے اور اکثر دریا ہی سے سیلاب آتا بھی ہے اسی وجہ سے کہتا ہے میری چشم گریان گویا ایک دریا ہے جس سے ہمیشہ سیلاب اٹھتا ہے اور اسی کی طرف پلٹ جاتا ہی اور یہ سلسلہ جاری ہی۔

رہا نظارہ وقت بے نقابیہا بخود لرزان — سر شک آگین مژہ سے دست از جان شستہ ابرو تھا

میر انظارہ بحالت بے نقابی بھی لرزتا رہا اور اس کی طرف دیکھ نہ سکا گویا کہ سر شک آلودہ پلکون سے میرا ابرو دست از جان شستہ تھا۔

رکھا غفلت نے دور افتادۂ ذوق فنا ورنہ — اشارت فہم کو ہر ناخن بریدہ ابرو تھا

ہماری غفلت نے ہم کو ذوق فنا سے دور رکھا ورنہ دنیا مین جو ناخن بریدہ تھا وہ اشارہ سمجھنے والے کے لئے ایک ابرو کا کام دے رہا تھا جو فنا ہونے کے لئے اشارے کر رہا تھا۔

اسد خاک در میخانہ اب سر پر اڑاتا ہون — گئے وہ دن کہ پانی جام سے کا تا بزانو تھا

اے اسد اب میخانہ کے دروازے کی خاک اڑاتا ہون یعنی بدنصیبی اور کربت کا زمانہ ہی وہ زمانہ گیا جبکہ جام مے کا پانی میرے زانو تک چڑھا ہوا تھا۔ یعنی وہ زمانہ رخصت ہوگیا جب عشرت و فراغت حاصل تھی۔

بحسرت گاہ ناز کشتۂ جان بخشی خوبان — خضر کو چشمۂ آب بقا سے ترجبین پایا

معشوقون کی جان بخشی کے کشتون کی حسرت گاہ ناز مین خضر کو چشمۂ آب بقا سے
شرمندگی حاصل ہو رہی ہو یعنی وہ لوگ جو معشوقون کی انداز مسیحائی پر مٹے ہین
اُن کی حسرت گاہ ناز اس چشمۂ آب حیات سے اچھی ہے جو حضرت خضر کو حاصل ہے

اسد کو پیچ و تاب طبع برق آہنگ مسکن ہے — حصار شعلۂ جوالہ مین عزلت گزین پایا

اسد کو وہ پیچ و تاب طبع ہے کہ برق مین مسکن بنانے کا ارادہ رکھتا ہے اسی سبب سے
وہ شعلۂ جوالہ کے قلعہ مین گوشہ نشین رہتا ہے یعنی اپنی طبیعت کے پیچ و تاب سے
ہمیشہ سوز غم مین مبتلا رہتا ہے۔

کرے گر فکر تعمیر خرابی ہاے دل گردون — نہ نکلے خشت مثل استخوان بیرون قالب سے

اگر آسمان کہین یہ ارادہ کرے کہ ویران دلون کو تعمیر کرون تو یقینی ہے کہ اینٹ اپنے
سانچے سے باہر نہ نکلے جس طرح کہ ہڈی قالب جسم سے علیحدہ نہین نکلتی۔

عیادت ہاے طعن آلود یاران زہر قاتل ہے — رفوے زخم کرتی ہے بنوک نیش عقرب سے

میرے احباب جو میری عیادت کے لئے آتے ہین اور مجھے مطعون کرتے
ہین یا ان کی عیادت مین جو ایک قسم کی منافقت شامل ہے وہ زہر قاتل کا کام
کرتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہو کہ جیسے وہ عیادت زخم کا رفو تو کرتی ہے مگر بچھو کے
ڈنک کی نوک سے رفو کرتی ہے جو اور زیادہ باعث اذیت ہے

اسد کو بت پرستی سے غرض درد آشنائی ہے — نہان ہین نالۂ ناقوس مین در پردہ یارب ہا

اسد جو بت پرستی کرتا ہے اس بت پرستی سے اس کا مقصود یہ ہے کہ وہ درد آشنا
ہو جاوے اس کے نالۂ ناقوس مین شور یارب مخفی ہے۔ درد و غم مین اکثر یا رب یا
اللہ وغیرہ اور اسی قسم کے کلمے منہ سے نکل جاتے ہین۔

بہ رہن شرم ہے باوصف شہرت اہتمام اس کا — نگین مین جون شرار سنگ ناپیدا ہے نام اس کا

اس کا اہتمام اُس کی غم خواری با وجود شہرت کے ہنوز پردہ شرم میں ہے اور اس طرح اس کا نام نگینہ میں ناپید اور مخفی ہے جیسے کہ آگ پتھر میں ہوا کرتی ہے۔

سرِ کارِ تواضع تا خمِ گیسو رسانیدن — بسانِ شانہ زینت ریز ہے دستِ سلام اُس کا

اُس کی تواضع کا سروکار بس اتنا ہی ہے کہ وہ دیکھنے والے کو خمِ گیسو تک پہنچا دے بس اسی قدر اس کا کام ہے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ سلام کے لئے جب ہاتھ اٹھاتا ہے تو ہاتھ جو گیسو تک پہونچتا ہے وہ شانہ کی طرح زینت ریزی کرتا ہے یعنی خمِ گیسو کی اطلاع دیکر دنیا کو اور فریفتگی پر آمادہ کرتا ہے۔

مسی آلودہ ہے مُہر نوازش نامہ پیدا ہے — کہ داغِ آرزوئے بوسہ لایا ہے پیام اُس کا

اس کے نوازش نامہ کی مہر مسی آلودہ ہو رہی ہے اور اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کا خط داغِ آرزوئے بوسہ کا پیغام لایا ہے۔ چونکہ مُہر بھی داغ سے مشابہ ہوتی ہے اس واسطے یہ اشارہ پیدا ہوتا ہے مسی چونکہ ہونٹوں پر لگائی جاتی ہے اس سے بوسہ کا اشارہ مفہوم ہوتا ہے گر صورت داغ میں۔

بہ اُمیدِ نگاہِ خاص ہوں محمل کشِ حسرت — مبادا ہو عناں گیرِ تغافل لطفِ عام اُس کا

میں ایک نگاہِ خاص کی امید پر محمل حسرت کھینچ رہا ہوں یعنی حسرتیں کر رہا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا لطفِ عام اس کو تغافل پر آمادہ کر دے یعنی وہ یہ سمجھے کہ سب میں یہ بھی شریک ہے پھر نگاہِ خاص کی احتیاج کیا ہے۔ عناں گیر اور محمل کشِ حسرت دونوں الفاظ مناسب ہیں۔

لڑا دے گر وہ بزمِ مے کشی میں قہر و شفقت کو — بھرے پیمانہ صد زندگانی ایک جام اُس کا

اگر شراب نوشی کی محفل میں وہ مہربانی اور قہر دونوں کو لڑا دے۔ یعنی دونوں سے کام لے تو بلا شک اس کا ایک جام زندگی کے سو پیمانے بھر دے یعنی

اُس کی ایک مہربانی سو قہر پیدا کرے۔

اسد سودائے سر سبزی سے ہے تسلیم رنگین تر **کہ کشت خشک اس کا ابر بے پروا خرام اس کا**

اے اسد سر سبزی کے خیال سے تسلیم کا شیوہ بہت بہتر ہے اور حصول مقصد کی تمنا سے نا امیدی اور ناکامی کا طریقہ اچھا ہے کیونکہ اس حالت میں دونوں کا تقابل ہو جائے گا ادھر اس کا کھیت خشک ہوگا اور ادھر اس کا ابر بے پروا خرام ہوگا۔ نہ اس کو اس کی خواہش ہوگی اور نہ اس کو اس کی تمنا ہوگی۔

یاد روزے کہ نفس در گرو یارب تھا **نالۂ دل بکمر دامن قطع شب تھا**

وہ بھی کیا دن تھے کہ جب ہماری ہر سانس پر یارب یارب کا ہنگامہ برپا رہتا تھا۔ یعنی غم سے ہر وقت یارب تو ہے یارب تو ہے کہا کرتے تھے اور ہمارے دل کا نالہ وہ دامن بنا ہوا تھا جو مسافر کمر سے باندھ لیتے ہیں۔ گویا ہماری رات ہمارے لئے ایک ناپیدا کنار جنگل تھی اور ہم اُس کے قطع کرنے کے لئے نالہ کا دامن کمر سے باندھے ہوئے تھے اور اس وسیع صحرا میں راہنوردی کر رہے تھے۔

بہ تحیر کدۂ فرصت آرائش وصل **دلِ شب آئینہ دار تپش کوکب تھا**

آرائش وصل کی فرصت گویا ایک حیرت کدہ تھی جس میں رات کا دل تاروں کے تڑپنے کا آئینہ دار تھا۔ تاروں کی تڑپ وہی حالت جو ان میں ہر دیکھنے والے کو معلوم ہوا کرتی ہے۔

بہ تمنا کدۂ حسرت ذوق دیدار **دیدہ کو خون ہوئے تماشائے چمن مطلب تھا**

حسرت ذوق دیدار کے تمنا خانہ میں آنکھ کو خون ہونا منظور تھا مگر مقصد یہی تھا کہ چمن کا تماشہ کرے۔ اس صورت میں چاہے کچھ بھی سر پر گزر جائے۔

پردۂ درد دل آئینۂ صد رنگ نشاط — بخیۂ زخم جگر خندۂ زیر لب تھا

درد دل ایک پردہ تھا جو خوشی کے سو رنگون کا آئینہ دار بنا ہوا تھا اور زخم جگر کا بخیہ خندۂ زیر لبی کا کام دیتا تھا۔

نالہا حاصل اندیشہ کہ چون کشت سپند — دل ناسوختہ آتش کدۂ صد تب تھا

میری فکر اور میرے اندیشہ کا ماحصل نالہ تھا۔ کیونکہ کالے دانے کے کھیت کی طرح میرا دل ناسوختہ سیکڑون تب وتاب کا مخزن تھا گویا وہ ایک آتش کدہ تھا۔
مطلب یہ ہے کہ میری ہر فکر کا حاصل نالہ ہے جیسے کہ سپند کا کھیت کہ گو وہ جلا نہین ہے۔ مگر اس کا حاصل یہی ہے کہ اس کا ہر دانہ جلایا جائے یہ ظاہر ہے کہ کالا دانہ دفع نظر بد کے لئے جلاتے ہین۔

عشق مین ہم نے ہی ابرام سے پرہیز کیا — ورنہ جو چاہئے اسباب تمنا سب تھا

بس ہمین نے عشق مین ضد اور ابرام سے ہمیشہ پرہیز کیا ورنہ جو چاہئے وہ اسباب تمنا سب موجود تھا اور کرتے تو ابرام کرسکتے تھے۔

آخر کار گرفتار سر زلف ہوا — دل دیوانہ کہ وارستہ ہر مذہب تھا

صاف شعر ہے کہ میرا دل دیوانہ کسی مذہب اور ملت کی پروا نہ کرتا تھا اور آزاد تھا مگر آخر کار اس کو گرفتار زلف ہونا پڑا۔

شوق سامان فضولی ہے وگرنہ غالب — ہم مین سرمایۂ ایجاد تمنا کب تھا

شوق کی وجہ سے یہ تمام سامان فضول جمع ہوتے ہین اور یہ ہم کو پریشان کرتا ہے ورنہ اے غالب اصل واقعہ یہ ہے کہ ہم مین کبھی ایجاد تمنا کا مادہ تھا ہی نہین یہ جو کچھ فضولیات ہین سب شوق کی بدولت ظہور مین آئی ہین۔

شب کہ دل گرم خیال جلوہ جانانہ تھا — رنگ روئے شمع برق خرمن پروانہ تھا

کل رات کو جب دل جلوۂ معشوق کے خیال مین سرگرم تہا اس وقت شمع کا رنگ رخ خرمن پروانہ کے لئے برق خرمن بنا ہوا تھا۔ اس سے دو مطلب نکل سکتے ہین ایک یہ کہ خیال جلوہ ایک برق خاطف تہا اور میرا دل خرمن پروانہ بنا ہوا تہا۔ دوسرے یہ کہ میرے اس خیال کا اثر سب پر محیط تھا اور اسیو جسے رنگ روے شمع خرمن پروانہ کے لئے برق بن گیا تھا۔

شب کہ باندھا خواب مین آنیکا غافل نے جناح　　وہ فسونِ وعدہ میرے واسطے افسانہ تہا

رات جو اس غافل نے خواب مین آنے کا عہد کیا تہا وہ ایک افسون تہا اور اس نے میرے حق مین افسانے کا کام دیا تہا۔ یعنی اس کا وعدہ سنتے ہی مجھے نیند آگئی۔

دود کو آج اسکے ماتم مین سیہ پوشی ہوئی　　وہ دل سوزان کہ کل تک شمع ماتم خانہ تہا

آج دھوان اس دل کے ماتم مین سیہ پوش ہو رہا ہے جو دل سوزان کل تک شمع ماتم خانہ بنا ہوا تہا۔ یہ شعر گویا اس شعر کی شرح مین کہا گیا ہے ؎

شمع جلتی ہے تو اس مین سے دھوان اٹھتا ہے
شعلۂ عشق سیہ پوش ہوا میرے بعد

ساتھ جنبش کے بیک خاستن طے ہو گیا　　تو کہے صحرا غبار دامن دیوانہ تہا

ادہر مین نے جنبش کی اور اٹہا اور ادہر صحرائے زیست یا صحرائے وحشت یا مطلق صحرا کی تمام مسافت طے ہو گئی گویا کہ صحرا صحرا نہ تہا بلکہ دامن دیوانہ کا ایک غبار تھا جو ایک ذرا سی جنبش مین ختم اور طے ہو گیا ؎

یک قدم وحشت سے درس دفتر امکان کھلا
جادہ اجزائے دو عالم دشت کا شیرازہ تہا

دیکھ اسکے ساعد سیمین و دست پر نگار　　شاخ گل جلتی تھی مثل شمع گل پروانہ تہا

اس کے ساعد سیمین اور دست رنگین کو دیکھ کر رشک سے شاخ گل شمع کی مانند جل رہی

تھی اور گل شمع پروانہ بنا ہوا تھا۔ جیسے ساعد سیمین کو شاخ گل سے اور دست نگارین کو
گل سے تشبیہ دی ہے اسی طرح شاخ گل کو شمع اور گل کو پروانہ شمع سے تشبیہ دی گئی
ہے شاخ گل میں وجہ شبہ درازی اور پھول ہیں جو شمع میں بھی موجود ہیں بوجہ شعلہ
اور گل شمع کے پروانہ میں اور گل میں وجہ شبہ پتیاں ہیں چونکہ پروانہ میں پر اور پھولوں
میں پتیاں ہیں اس لئے تشبیہ دی گئی ہے۔

بسکہ جوش گریہ سے زیر و زبر ویرانہ تھا — چاک موج سیل تا پیراہن دیوانہ تھا

چونکہ دیوانہ کے جوش گریہ کی وجہ سے ویرانہ زیر و زبر ہو رہا تھا اس لئے سیلاب
کی موج کا چاک گریبان دیوانہ کے پیراہن تک پہونچ گیا تھا۔ یعنی اس قدر رویا
تھا کہ سیل اشک تا بہ زانو پہونچ گئی تھی۔

وصل میں بخت رسا نے سنبلستان گل کیا — رنگ شب تہ بندی دود چراغ خانہ تھا

شب وصل میں میرے بخت کی رسائی نے سنبلستان پیدا کر دیا تھا اسی کی وجہ سے
رنگ چراغ خانہ کی تہ بندی معلوم ہوتا تھا گویا رنگ شب رنگ شب نہ تھا بلکہ
وہ پھیلا ہوا دھواں تھا۔ جو شمع خانہ یا چراغ خانہ کی وجہ سے پریشان ہوا۔

موسم گل میں مے گلگون حلال میکشان — عقد وصل دخت رز انگور کا ہر دانہ تھا

موسم گل میں مے گلگون میکشوں کے لئے حلال ہو کیونکہ یہ حلال زادی ہے اسلئے
انگور کا ہر دانہ گویا کہ دختر رز کا عقد بنا پھر جب عقد ہو گیا تھا تو اس سے جو چیز
پیدا ہوئی وہ یقیناً حلال ہی۔ میر سعد کا ایک شعر ہے

یہ دختر رز حرام زادی مردار
مینا بازار کی ہے رہنے والی

انتظار جلوہ کاکل میں ہر شمشاد باغ — صورت مژگان عاشق حرف عرض شانہ تھا

اس جلوہ کاکل کے انتظار میں باغ کا ہر شمشاد عاشق کے مژگان کی طرح شانہ بننے کی تمنا

مین محو تھا یعنی چاہتا تھا کہ شانہ بن جاؤن اور اُس کے جلوہ کاکل تک رسائی ہو۔

حیرت اپنی نالۂ بیدرد سے غفلت بنی   راہ خوابیدہ کو غوغائے جرس افسانہ تھا

میری حیرت میرے اس نالہ کی وجہ سے جس مین درد شامل نہ تھا غفلت کی صورت مین آگئی یعنی اس کی گرانی بڑھ گئی گویا غوغاے جرس نے راہ خفتہ کے حق مین افسانہ کا کام دیا اور اس خواب کو اور سنگین بنا دیا مطلب یہ ہو کہ نالہ بھی مفید مطلب نہوا بلکہ اور ضد بن گیا۔

کو بہ وقت قتل حق آشنائی اے نگاہ   خنجر زہرآب دادہ سبزہ بیگانہ تھا

اے نگاہ تو نے جو مجھے قتل کیا یہ تو خوب کیا لیکن یہ تو بتا کہ وہ حق آشنائی کہاں ہو جو مجھ مین اور تجھ مین تھا کیونکہ تو نے مجھے زہرآب دادہ خنجر سے قتل کیا اور خنجر شابہ تھا سبزۂ بیگانہ سے تو گویا از راہ بیگانگی قتل کیا لہذا مجھے یہ کہنے اور پوچھنے کا حق ہے کہ وہ حقوق آشنائی کیا ہوے۔

جوش بے کیفیتی ہی اضطراب آرا اسدؔ   ورنہ بسمل کا تڑپنا لغزش مستانہ تھا

چونکہ اس مین بے کیفیتی ہی یعنی اس مین کوئی کیفیت نہین ہو اس واسطے باعث اضطراب ہے ورنہ دراصل بسمل کا تڑپنا لغزش مستانہ ہوتا۔ یعنی اس مین اگر کوئی خاص کیفیت ہوتی تو یہ بڑی لطیف چیز تھی۔

شکوۂ یاران غبار دل مین پنہان کر دیا   غالبؔ ایسے گنج کو شایان یہی ویرانہ تھا

یارون کا شکوہ دل کے غبار مین پوشیدہ کر لیا ہو۔ اے غالب واقعی یہ ایک خزانہ تھا اور دراصل اس کو ایسے ہی ویرانے کی ضرورت بھی تھی۔

اے اسدؔ رویا جو دشت غم مین مین حیرت زدہ   آئینہ خانہ ہجوم اشک سے ویرانہ تھا

اے اسد مین حیرت زدہ جو دشت غم مین رو دیا تو ہجوم اشک کی وجہ سے ویرانہ ایک آئینہ خانہ

بن گیا۔ پانی کی سطح کو آئینہ خانہ سے تشبیہ دی ہے اور یہ بہترین اور مکمل تشبیہ ہے۔

فسانِ تیغ نازِ قاتلان سنگِ جراحت ہے، دل گرم تپش قاصد ہے پیغامِ تسلّی کا

سنگ فسان وہ پتھر جسپر دھار رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ قاتلوں کی تیغ ناز کا سنگ فسان عاشق کیلئے سنگ جراحت کا کام دیتا ہے۔ سنگ جراحت کی خاصیت ہے کہ وہ زخم کو خشک کرتا اور بھرتا ہے۔ اور دل گرم تپش گویا ایک قاصد ہے جو گرم روی سے چل رہا ہے اور پیغام تسکین لارہا ہے۔

یک گام بیخودی سے لوٹیں بہارِ صحرا آغوشِ نقشِ پا میں کیجیے فشارِ صحرا

ایک قدم حالت بیخودی میں چل کر صحرا کی بہار لوٹیں اور آغوش نقش پا میں پورے صحرا کو لیکر دبا دیں۔

اے آبلہ کرم کر یاں رنجہ اک قدم کر اے نورِ چشمِ وحشت اے یادگارِ صحرا

اے آبلے اے نور چشم وحشت اے یادگار صحرا اے جنون آ میرے قدم میں آ اور قدم رنجہ کر کے مجھے ممنون منت کر۔

دیوانگی اسدؔ کی حسرت کش طرب ہے در سر ہوائے گلشن در دل غبار صحرا

اسد کی دیوانگی کو طرب اور خوشی کی حسرت اور تمنا ہے اس کے سر میں گلشن کی ہوا ہے اور دل میں صحرا کا غبار یعنی خواہش بھری ہوئی ہے یعنی وہ چاہتا ہے کہ آزادانہ صحرا گردی کرے جو اس کی عین خوشی اور مسرت ہے۔

وحشی بن صیاد نے ہم رم خوردون کو کیا رام کیا
رشتۂ چاکِ جیبِ دریدہ صرف قماشِ دام کیا

ہمارا صیاد خود وحشی بنا اور اس نے ہم وحشیوں کو اپنا مطیع بنا لیا۔ چونکہ وہ وحشی تھا لہذا اس نے گرفتار کرنے کی ترکیب بھی ایسی ہی سوچی کہ چاک جیب دریدہ کا رشتہ

پوشاک دام مین صرف کیا۔

عکسِ رُخِ افروختہ تھا تصویر بہ پشت آئینہ

شوخ نے وقت حسن طرازی تمکین سے آرام کیا

اُس کا دہکتا ہوا روشن رخسارہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پشت آئینہ پر تصویر معلوم ہوتی ہے گویا اس شوخ نے اپنی حسن طرازی کے وقت تمکین کو چھوڑ دیا تھا۔

مُہر بجائے نامہ لگائی بر لب پیک نامہ رسان

قاتل تمکین سنج نے یون خاموشی کا پیغام دیا

میرے قاصد کو اُس نے خط تو نہ دیا مگر اُس کے لب پر مہر لگا دی قاتل تمکین سنج نے اس اشارے سے گویا کہ خاموش رہنے کا پیغام بھیجا ہے۔

شام فراق یار مین جوش خیرہ سری سے ہم نے اسدؔ

ماہ کو در تسبیح کواکب جائے نشین امام کیا

اے اسدؔ ہم شام فراق یار مین اختر شماری کرتے وقت اپنی خیرہ سری کے جوش مین یہ سمجھے کہ تسبیح پڑھ رہے ہین اور اس تسبیح مین چاند امام ہے باقی اور ستارے دانے ہین

عیادت سے اسدؔ مین بیشتر بیمار رہتا ہون سبب ہے ناخن دخل عزیزان سینہ خستن کا

اے اسدؔ مین اپنے اُن عزیزون سے جو میری عیادت کے لئے آتے رہتے ہین اور بھی زیادہ بیمار رہتا ہون گویا دخل عزیزان ایک ناخن ہے جو بہت زیادہ میری سینہ خراشی کرتا ہے۔

عشق تر سا بچۂ و ناز شہادت مت پوچھ کہ کلہ گوشہ بہ پرواز پہ تیر آیا

ایک تر سا بچہ کا عشق اور اُسپر شہادت کا ناز۔ کیا اس افتخار کی حالت پوچھتا ہے۔ یوں سمجھ کہ گوشۂ کلاہ پر واز پر تیر کی بلندی پر جا پہونچا۔ یعنی انتہائی سربلندی حاصل ہوئی

اے خوشا ذوقِ تمنائے شہادت کہ اسدؔ بے تکلف بسجودِ خمِ شمشیر آیا

اے اسدؔ تمنائے جوشِ شہادت کا مجکو کتنا ذوق و شوق تہا کہ بے تکلف خمِ شمشیر کے سجدہ کرنے کے لئے آگیا۔

سیر آنسوئے تماشا ہے طلب گاروں کا خضر مشتاق ہے اس دشت کے آوارون کا

تیرے طلب گارون کا مقام سیر وہ ہے جو آنسوے تماشا آباد ہے۔ خضر اُس جنگل کے آوارون کی ملاقات کا مشتاق اور آرزومند ہے۔ سیر آنسوے تماشا کیسی ہی ترکیب اور ویسی ہی تخیل ہے جیسے کہ عدم سے پرے۔

دادخواہ تپش و مہرِ خموشی بر لب کاغذِ سرمہ ہے جامہ ترے بیمارون کا

تپش کی دادخواہی کرنا چاہتے ہین اور حالت یہ ہے کہ خموشی کی مُہر لب پر لگی ہوئی ہے کچھ کہہ سکتے نہین ہین تو اس حالت مین اُن کا جامۂ کاغذی جو دادخواہی کا نشان ہے گویا کاغذ سرمہ بن گیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ سرمہ خاموش کر دیتا ہے۔

وحشتِ نالہ بہ واماندگیٔ وحشت ہے، جرسِ قافلہ یان دل ہے گرانبارون کا

چونکہ وحشت واماندہ ہو گئی ہے اس لئے اب نالہ کی وحشت اُسپر سوار ہے گویا گرانبارون کا دل جرسِ قافلہ ہے کہ وہ واماندگیٔ وحشت نالہ مین گرفتار ہوتے ہین۔

پھر وہ سوئے چمن آتا ہے خدا خیر کرے رنگ اُڑتا ہے گلستان کے ہوادارون کا

وہ ظالم پھر چمن کی طرف آرہا ہے۔ خدا معلوم اب کیا گل کھلائے گا۔ خیر خواہانِ گلشن کا رنگ اُڑا جاتا ہے کہ دیکھیے اب کیا ہوگا۔

جلوہ مایوس نہین دل نگرانی غافل چشمِ اُمید ہے روزن تری دیوارون کا

اے غافل دل نگرانی کی ضرورت ہے وہ جلوہ ہے کچھ یاوس نہیں ہے کیونکہ تیری دیوار کا روزن تنگ چشم مینا کا کام کرتا ہے اس طرح سے میرا انتظار یاوس جلوہ نہیں ہے۔

اسدؔ اے ہرزہ درا نالہ بہ غوغا تا چند — حوصلہ تنگ کرِ بے سببِ آزاروں کا

اے ہرزہ درا بیہودہ گو، اسد یہ نالہ کرکے تو کیوں شور مچا رہا ہے اور کیوں غوغا کرکے اُن لوگوں کا جو بے سبب آزار ہیں حوصلہ تنگ کئے دیتا ہے۔

عیادت سے زبس ٹوٹا ہے دل یارانِ غمگیں کا — نظر آتا ہے موئے شیشہ رشتہ شمعِ بالیں کا

میری عیادت کرنے سے میرے یارانِ غمگین کا چونکہ بہت زیادہ دل ٹوٹا اور دل شیشہ کی مانند ہوتا ہے تو اب شمع بالین کا رشتہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے شیشہ میں بال پڑ گیا ہو

بجائے غنچہ و گل ہے ہجومِ خار و خس یاں تک — کہ صرفِ بخیۂ دامن ہوا ہے خندہ گلچیں کا

فی زمانا غنچہ و گل کی جگہ کوڑے کباڑ اور خار خس کا ہجوم یہاں تک ہے کہ گلچین کا خندہ بخیۂ دامن کے کام آرہا ہے یعنی دامن میں گل و غنچہ کی جگہ اس کا خندہ ہے یعنی دامن خالی پر گلچین قہقہے لگا رہا ہے۔

نصیبِ آستیں ہے حاصلِ روئے عرق آگیں — چنے ہے کہکشاں خرمن مہ سے خوشہ پرویں کا

اُس کے روئے عرق آگین کا عرق آستین کو نصیب ہوتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کہکشاں خرمن ماہ سے پروین کے خوشے چن رہا ہو۔

اس شعر میں تین تشبیہیں ہیں۔ خرمن ماہ سے روئے یار کو اور کہکشاں سے آستین اور پروین سے قطرہ ہائے عرق کو تشبیہ دی ہے۔ خرمن ماہ مسلمات شعراء سے ہے پروین ستارہائے معروف جو گچھے کی صورت آسمان پر نمودار ہوتے ہیں۔

اسدؔ اربابِ فطرت قدر دانِ لفظ و معنی ہیں — سخن کا بندہ ہوں لیکن نہیں مشتاقِ تحسین کا

اے اسد اہل دنیا لفظ اور معنی کے قدر دان ہیں شعر و شاعری کا تو دل سے غلام ہوں مگر

حکمت اور غرور کا شائق نہیں ہوں اور یہ مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

وِردِ اسمِ حق سے دیدارِ صنم حاصل ہوا   رشتۂ تسبیح تارِ جادۂ منزل ہوا

خدا کے نام کے ورد سے ہم کو بتوں کا دیدار حاصل ہو گیا اس ورد خوانی کے عالم میں جو تسبیح پڑھی اس کا تاگا ہمارے واسطے جادۂ منزل بن گیا۔

محتسب سے تنگ ہے از بسکہ کارِ میکشاں   زمین جو انگور نکلا عقدۂ مشکل ہوا

چونکہ محتسب کی ذات سے میکشوں کا کام بہت تنگ ہے اس لئے درخت انگور میں جو انگور پیدا ہوا وہ ایک عقدۂ مشکل بن کر رہ گیا۔ ظاہر ہے کہ انگور کو عقدۂ مشکل کہنا کس قدر لطیف ہے۔

وقتِ شب اُس شمع رو کے شعلۂ آواز پر   گوش نسریں عارضاں پروانۂ محفل ہوا

اکثر اوقات اس شمع رو کی آواز کے شعلہ پر اُن معشوقوں کا عارض جو نسرین کی طرح گوش رکھنے والے ہیں پروانۂ محفل بن گیا یعنی اس کی آواز سُن سُن کر بڑے بڑے حسین قربان ہو گئے۔

عیب کا دریافت کرنا ہے ہنرمندی اسدؔ   نقص پر اپنے ہوا جو مطلع کامل ہوا

اے اسدؔ عیب کا دریافت کر لینا بھی ہنر ہے یہ سمجھ لے کہ جو شخص اپنے نقص پر یا دوسرا اپنے عیب پر مطلع ہو گیا۔ وہ شخص بڑا کامل ہو گیا۔

ہے تنگ ز واماندہ شدن حوصلۂ پا   جو اشک گرا خاک میں ہے آبلۂ پا

درماندگی اور کسل نے مجھ صحرا نورد کے حوصلۂ پا کو پست کر دیا ہے اور اب یہ حالت ہے کہ جو آنسو آنکھ سے گرتا ہے وہ پاؤں کا ایک آبلہ بن جاتا ہے اور برابر ہمت پست ہوتی چلی جاتی ہے۔

سر منزلِ ہستی سے ہے صحرائے طلب دور   جو خط ہے کفِ پا پہ سو ہے سلسلۂ پا

ہستی کی منزل سے صحرائے طلب بہت دور ہے یوں سمجھو کہ کفِ پا کے اوپر جو خط ہے وہ پاؤں کے لئے ایک زنجیر ہے کہ چلنے سے روکتا ہے۔

دیدارِ طلب ہے دلِ واماندہ کہ آخر   نوکِ سرِ مژگاں سے رقم ہو گلۂ پا

میرے تھکے ہوئے اور واماندہ دل کو دیدار کی خواہش ہے میں چاہتا ہوں کہ آخر کار میری شکستہ پائی کا گلہ میری نوکِ مژگان سے لکھا جائے تاکہ ادا فہم لوگ اس اشارے کو سمجھ لیں اور معلوم کر سکیں کہ میرے دل میں کیا حسرتیں تھیں۔ اس قسم کے شعر متقدمین بہت کہتے تھے چنانچہ مرزا ہی کے دو شعر یہ ہیں ؎

مدفنِ عاشق سے اُگتی ہے جو کوسوں تک حنا   کسقدر یا رب ہلاکِ حسرتِ پابوس تھا

آنکھ کی تصویر سرنامہ پہ کھینچی ہے کہ تا   تجھ پہ کھل جائے کہ مجکو حسرتِ دیدار ہے

آیا نہ بیابانِ طلب کام و زبان تک   تبخالۂ لب ہو نہ سکا آبلۂ پا

میری طلب کا بیابان جو میرے دل میں پوشیدہ ہے وہ ہمیشہ دل ہی میں مستور اور منزوی رہتا ہے کبھی دل سے زبان تک نہیں آتا یعنی اس کا گلہ یا بیان کبھی میری زبان تک نہیں آتا جیسے کبھی پاؤں کا آبلہ تبخالِ لب نہیں بنتا ہے۔

فریاد سے پیدا ہے اسد گرمیٔ وحشت   تبخالۂ لب ہے جرسِ آبلۂ پا

اے اسد میری گرمیٔ وحشت میری فریاد سے ظاہر ہو رہی ہے جس سے میرے لب پر چھالے پڑ گئے ہیں گویا کہ میرے لبوں کے چھالے آبلۂ پا کے جرس ہیں کہ ان سے ان کی گرمی کا حال کھلتا ہے۔

بسکہ عاجز نارسائی سے کبوتر ہو گیا   صفحۂ نامہ غلافِ بالشِ پر ہو گیا

چونکہ میرا کبوتر نامہ بر رسائی منزلِ مقصود سے عاجز ہو گر پڑا تو وہی خط کا کاغذ جو اس کے پاس تھا اس کے تکیۂ پر کے لئے غلاف بن گیا۔ وہ اب کبوتر صرف ایک بالشِ پر کی صورت رکھتا ہے۔

صورتِ دیبا تپش سے میرے غرقِ خون ہیں آج   خارِ پیراہن رگِ نشتر کو نشتر ہو گیا

صورت دیبا وہ صورتیں یا نقوش جو کپڑون پر بناتے ہین مطلب یہ ہے کہ میرے لباس کے کپڑون پر جو پھول پتیان بنی ہین وہ میری تڑپ سے تمام خون مین ڈوبی ہوئی ہین گویا کہ میرا خار پیراہن یعنی میری بیتابی رگ نشتر (جمیلی) کے لئے نشتر بن گئی ہین۔

بسکہ آئینہ نے پایا گرمیٔ رخ سے گداز   دامنِ تمثال مثلِ برگِ گل تر ہو گیا

آئینہ مین محبوب کی تصویر تھی جس کی گرمیٔ رخسار نے آئینہ کو پگھلا دیا اور اس گداز سے تصویر کا دامن اس طرح بھیگ گیا جیسے پھول کی پتیان تر ہو جاتی ہین۔

شعلۂ رخسار! تحیر سے تری رفتار کے   خارِ شمعِ آئینہ آتش مین جوہر ہو گیا

اے شعلۂ رخسار تیری رفتار کے تحیر سے خار شمع یعنی شمع کی بتی یا رشتۂ شمع آئینہ آتش کے لئے جوہر بن گیا ہے گویا تیرے شعلۂ رخسار کا یہ اثر ہے کہ شمع کا خار آئینہ آتش۔ یعنی آتش مین جوہر بن گیا ہے۔

بسکہ وقتِ گریہ نکلا تیرہ کاری کا غبار   دامنِ آلودۂ عصیان گران تر ہو گیا

ندامت عصیان سے گریہ کرنے کے وقت جو تیرہ کاری کا غبار دل سے نکلا اس سے اس دامن مین جو عصیان کی وجہ سے صرف تر تھا۔ اب اور بھی گرانی پیدا ہو گئی پہلے صرف تری اور نمی تھی اب گرانی بھی پیدا ہو گئی اور یہ شعر صادق ہو گیا ؎

رونے سے اور عشق مین بیباک ہو گئے
دھوئے گئے ہم ایسے کہ بس پاک ہو گئے

حیرت اندازِ رہبر ہے عنانگیر اے اسدؔ   نقشِ پائے خضر یان سدِ سکندر ہو گیا

رہبر یا رہنما کے انداز کی حیرت میری عنانگیر ہے یعنی مجھے روک رہی ہے نقش پائے خضر میرے واسطے سد سکندر کا کام دے رہا ہے اور مین چلنے سے عاجز ہون۔

گرفتاری میں فرمانِ خطِ تقدیر ہے پیدا   کہ طوقِ قمری از ہر حلقۂ زنجیر ہے پیدا

گرفتار ہونے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ گرفتاری فرمانِ خطِ تقدیر سے ہوئی ہے اور ہر حلقۂ زنجیر سے قمری کے طوق کی تصویر نظر آتی ہے یعنی زنجیر کی خلقت اور آفرینش ہی اس بات پر مبنی تھی کہ قمری کو گرفتار کرے اور قمری کا طوق بنے۔

زمیں کو صفحۂ گلشن بنایا خوں چکانی نے   چمن بالیدنی ہا از رمِ نخچیر ہے پیدا

شکار زخم خوردہ جوزم کر رہا اور بھاگ رہا ہے اُس سے خون ٹپکتا جا رہا ہے اور یہی خون کے قطرے جو ٹپکتے جا رہے ہیں وہ گل کی صورت میں ان سے زمین صفحۂ گلشن بنتی جاتی ہے تو گویا رمِ نخچیر نشو و نمائے چمن کا ترجمان ہے اور اسی سے نشو و نمائے چمن کا حال معلوم ہوتا ہے۔

مگر وہ شوخ ہی طوفان طرازِ شوقِ خونریزی   کہ در بحرِ کمان بالیدہ موجِ تیر ہے پیدا

شاید وہ شوخ خونریزی کے شوق کا طوفان اٹھا رہا ہے کہ کمان کے دریا میں موجِ تیر میں برابر تلاطم اور بالیدگی پیدا ہوتی جاتی ہے

نہیں ہے کف لبِ نازک پہ فرمانِ نشہ سے   لطافت ہائے جوشِ حسن کا سرشیر ہے پیدا

اس کے لبِ نازک پر جوشِ نشہ سے میں جو کف آرہے ہیں اُن کو کف نہ سمجھنا چاہیے بلکہ حسن کے جوش کی لطافت سے یہ بالائی کی صورت پیدا ہو گئی ہے۔

عروجِ نا اُمیدی چشمِ زخمِ چرخ کیا جانے   بہارِ بے خزاں از آہِ بے تاثیر ہے پیدا

چشمِ زخمِ چرخ کو نا امیدی کے عروج کا حال کیا معلوم۔ وہ کیا جانے کہ نا امیدی کا عروج کیونکر ہوتا ہے۔ اگر بہارِ بے خزاں دیکھنا ہے تو ہماری آہ بے تاثیر کو دیکھے۔

اسدؔ جس شوق سے ذرے تپش فرسا ہوں روزن میں   جراحت ہائے دل سے جوہرِ شمشیر ہے پیدا

اے اسدؔ جس شوق سے ذرے روزن میں تپاں رہتے ہیں بالکل اسی طرح میرے زخموں میں جوہر شمشیر تپاں رہتا ہے۔

ہوا نہ مجھ سے بجز درد حاصلِ صیاد بسان اشک گرفتار چشم دام رہا

صیاد نے مجھے گرفتار تو ضرور کیا مگر میری گرفتاری سے اس کو کچھ حاصل نہیں ہوا بلکہ میں دام کی آنکھ (چشم دام۔ حلقۂ دام) میں آنسو کی صورت سے رہا جس کا حاصل سوائے درد کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔

دل و جگر تفِ فرقت سے جل کے خاک ہوئے ولے ہنوز خیال وصال خام رہا

میرا دل اور میرا جگر فرقت کی آگ سے جل کر خاک ہو گئے مگر پھر بھی خیال وصال جو ایک خیال خام تھا وہ اسی صورت سے آج بھی خیال خام ہے۔

دہان تنگ مجھے کس کا یاد آیا تھا کہ شب خیال میں بوسوں کا ازدحام رہا

نہ معلوم مجھے کس کا دہان تنگ یاد آ گیا تھا کہ رات خواب میں بوسوں کا ہجوم میرے لبوں پر رہا اور شب بھر بوسے لیا کیا۔

نہ پوچھ حال شب و روز ہجر کا غالبؔ خیال زلف و رخ دوست صبح و شام رہا

اے غالبؔ کیا پوچھتا ہے کہ جدائی میں میرے شب و روز کیونکر گزرے سچ تو یہ ہے کہ اس کے زلف و رخسار کا خیال دن رات مجھے رہا کیا۔ رخ کو صبح اور زلف کو شام سے تشبیہ دینا مسلمات سے ہے۔

سحر گر باغ میں وہ حیرت گلزار ہو پیدا اڑے رنگ گل اور آئینہ دیوار ہو پیدا

صبح کے وقت اگر باغ میں وہ حیرت گلزار (معشوق) پہنچ جائے تو گل کا رنگ اڑ کر ایک آئینہ دیوار بن جائے یعنی اس کے جانے کا یہ اثر ہو کہ چمن میں حیرانی ہی حیرانی کا دور دورہ ہو۔

لگے گر سنگ سر پر یار کے دست نگاریں سے — بجائے زخم گل بر گوشۂ دستار ہو پیدا

اگر یار کے دست نگاریں سے سر پر پتھر لگے تو زخم کی بجائے گوشۂ دستار کے اوپر پھول پیدا ہونے لگے یعنی پتھر لگنے سے پیدا ہونا چاہئے زخم مگر اس کے دست نگاریں کا یہ اثر ہو کہ وہ زخم پھول کی صورت میں نمودار ہو۔

کروں گر عرض سنگینی کہسار اپنی بیتابی — رگ ہر سنگ سے نبض دل بیمار ہو پیدا

اگر کوہ کی سنگینی سے میں اپنی بیتابی کا اظہار کروں تو ہر پتھر سے ایک نبض دل بیمار پیدا ہو جائے۔ رگ سنگ سے مراد وہ لکیریں ہیں جو پتھر پر نمودار ہوتی ہیں۔ نہایت ہی عمدہ شعر کہا ہے اگرچہ مراعات لفظی کا انبار ہے مگر مراعات اس حسن سے آجائیں تو حسن شعر ہیں ورنہ کچھ نہیں۔

بہ سنگ شیشہ توڑوں ساقیا پیمانۂ پیماں — اگر ابر سیہ مست از سوئے کہسار ہو پیدا

اے ساقی میں اپنے عہد و پیمان کا پیمانہ ابھی سنگ شیشہ سے (شیشۂ مے کو سنگ کہا گیا) توڑتا ہوں اگر ابر سیہ مست کہسار کی طرف سے رندان میخوار کی طرح جھومتا ہوا آئے۔

اسدؔ مایوس مت ہو گرچہ رونے میں اثر کم ہے — کہ غالب ہے کہ بعد از زاری بسیار ہو پیدا

اے اسدؔ نا امید نہ ہو اگرچہ رونے میں اثر کم ہے کیونکہ بہت ممکن ہو کہ بہت سے رونے کے بعد اثر پیدا ہو جائے اس میں غالب کا لفظ گو معنی دے رہا ہے۔ مگر بھرتی کا

آفت آہنگ ہے کچھ نالۂ بلبل ورنہ — پھول ہنس ہنس کے گلستاں میں فنا ہو جاتا

آفت آہنگ۔ وہ نقصان رسیدہ چیز جس سے آفات و مصیبت عیاں ہوں مطلب یہ ہے کہ آتی خیریت ہی کہ بلبل کے نالوں سے کچھ آفت و مصیبت کے انداز سے ترشح ہوتے ہیں اور گل اُن کو دیکھ کر یا سنکر کچھ نہ کچھ عبرت کرتا ہے ورنہ پھول کے انداز سے معلوم ہوتا

کہ اگر اس کی خوشی پر نازِ بلبل کے ملال کا اثر نہ پڑ جاتا تو وہ ہنس ہنس کر فنا ہو جاتا یعنی
دنیا میں صرف خوشی ہی سے کام نہیں چلتا بلکہ ملال بھی ایک گونہ کام کرتا ہے۔

کاش ناقدر نہ ہوتا ترا اندازِ خرام — میں غبارِ سرِ دامان فنا ہو جاتا

تیرا اندازِ خرام ناقدر ہے اور اگر کاش یہ ناقدر نہ ہوتا تو میں دامان فنا کا غبار ہو جاتا یعنی فنا ہو جاتا۔ مطلب یہ کہ اگر اس بات کی امید ہوتی کہ تیرا خرام ناز کبھی میرے پامال کر دینے کی طرف راغب ہوگا تو میں فنا ہو جاتا۔ مگر یہ بھی امید نہیں ہے اس لئے میں ابتک خاک سرِ دامان فنا نہیں ہوا۔

یک شب فرصتِ ہستی ہے اک آئینۂ غم — رنگِ گل کاش گلستان کی ہوا ہو جاتا

رنگِ گل کو شاعر کے نزدیک صرف ایک شب کی فرصت ہے اور ایسا ہی اکثر ہوتا بھی ہے کہ پھول شام کو کھلتے اور صبح کو مرجھا جاتے ہیں اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ یہ یک شبہ ہستی کی فرصت فرصت نہیں ہے بلکہ غم کا ایک آئینہ ہے اس سے تو یہی اچھا تھا کہ رنگ گل گلستان کی ہوا ہوتا۔ ہوا میں کچھ قیام تو ہے رنگ گل کو اتنا بھی قیام نہیں یا یہ کہ اگر رنگ گل ہوا ہوتا تو یہ اتنے افسوس کی صورت نہ تھی اس میں تو گویا قیام کی صورت ہی نہیں ہے اور یہ ایک شبہ صورت قیام تو اور بھی باعث زحمت و تکلیف ہے۔

مستقل مرکزِ غم پہ بھی نہیں تھے ورنہ — ہم کو اندازۂ آئینِ وفا ہو جاتا

مصیبت یہ ہے کہ ہم ہمیشہ غم میں بھی مبتلا نہیں رہتے اگر ایسا ہوتا تو کم سے کم ہم کو یہ معلوم ہو جاتا کہ آئینِ وفا کیا ہے اور کس قدر غم و رنج اس میں اٹھانا پڑتا ہے مگر افسوس کہ ایسا بھی نہیں ہے۔

دستِ وحشت ہے مرا خشتِ بدیوارِ فنا — گر فنا بھی میں نہ ہوتا تو فنا ہو جاتا

میرا دستِ وحشت فنا کی دیوار کی ایک اینٹ ہے یعنی میری تعمیر ہی فنا پر مبنی ہے لہذا اگر میں فنا بھی نہ ہوتا تب بھی فنا ہوتا لازمی تھا۔ وہ چیز جس کی تعمیر ہی فنا کے سبب

ہو وہ اگر ظاہری طور پر فنا بھی نہ ہو تب بھی اس کو فنا ہی سمجھنا چاہیئے۔

حسرت اندوزئی ارباب حقیقت مت پوچھ جلوہ اک روز تو آئینہ نما ہو جاتا

جو لوگ اپنے آپ کو ارباب حقیقت کے نام سے موسوم کرتے ہین کیا اُن کی حسرت اندوزی کا حال پوچھتا ہے وہ لوگ بالکل محروم ہین کاش جلوہ حقیقت ایک روز تو دیکھ سکتے مگر افسوس کہ ان کو تو کبھی جلوہ دیکھنا نصیب ہوا ہی نہین ہے۔



غزل مندرجہ ذیل اگرچہ دو مختلف قدیم بیاضون مین مرزا غالب ہی کے نام سے ملتی ہے مگر جہان تک میرا خیال ہے یہ غزل مین نے کہین کسی اور کے نام سے بھی دیکھی ہو اور حقیقتہً یہ ایک عجیب و غریب بات ہے کہ اس مین مرزا غالب کا رنگ بالکل نہین ملتا۔ شاہ ظفر کے رنگ سے ملتی جلتی ہے جس کی ایک خوش عقیدہ یہی تعبیر دے سکتا ہے کہ شائد مرزا نے کبھی بادشاہ کی فرمایش سے یہ غزل لکھی ہو۔ اور وہ انھین کے پاس رہ گئی ہو اور انھین کے نام سے لوگون نے سنی ہو بہر حال غزل یہ ہے۔ اگر حقیقتاً یہ غزل مرزا غالب ہی کی ہے تو کمال ہے ان لوگون کو خصوصیت سے داد دینی چاہیئے جو کہتے ہین کہ مرزا اس رنگ پر قادر نہین تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھون نے در اصل اپنے واسطے ایک جداگانہ روش نکال لی تھی اور اسپر مضبوطی کے ساتھ قائم تھے۔

یا مجھے شبنم گریان ہی بنایا ہوتا ورنہ یارب گل خندان ہی بنایا ہوتا

الہٰی یا تو نے مجھے شبنم گریان بنایا ہوتا اور اگر ایسا نہین منظور تھا تو گل خندان بنایا ہوتا۔

بہر صورت میری یہ صورت جواب ہے کہ نہ گل خندان ہون اور نہ شبنم گریان ہون میرے لیے باعث زحمت ہے۔

داغ پر داغ اگر دے کے جلانا تھا مجھے یک قلم صحرا غان ہی بنایا ہوتا

جیسے کہ مجھے اب سواغ پر داغ دیکر جلایا جارہا ہے اگر یہی صورت منظور تھی تو اس سے بہتر یہ تھا کہ مجھے سروچراغان بنا دیتا۔ سروچراغان پھر بھی ایک زینت کی چیز تو ہے اور میں تو کچھ بھی نہیں۔

ان کو مطلب تھا اگر میری پریشانی سے　　سر بسر زلف پریشان ہی بنایا ہوتا

اگر اُن کو یہی منظور تھا کہ میں پریشان رہوں تو کاش زلف پریشان بنا دیتے کہ میری پریشانی کچھ اُن سے نسبت تو رکھتی۔

مجکو دنیا میں سیہ بخت اگر رکھنا تھا　　رنگ خال رخ خوبان ہی بنایا ہوتا

اگر مجکو سیہ بخت ہی رکھنا تھا تو معشوقوں کے خال کا رنگ بنانا چاہیے تھا کہ کچھ فائدہ ہوتا۔ اور میں بھی محظوظ ہوتا یا میری قدر ہوتی۔

تھا جو حیران مجھے اس شکل سے رکھنا منظور　　صاف آئینہ حیران ہی بنایا ہوتا

اگر حیران ہی رکھنا تھا تو کیا ضرورت تھی کہ یوں حیران رکھا گیا ایک آئینہ بنا دیا ہوتا کہ کسی بزم عشرت میں پہونچتا یا معشوقوں کے ہاتھوں تک رسائی ہوتی۔

گر خوشی تیری یہی تھی کہ یہ نالان ہووے　　تو مجھے بلبل دستان ہی بنایا ہوتا

اگر تیری یہی خوشی تھی کہ میں نالان رہوں تو مجھے بلبل چمن بنا دیا ہوتا۔

ایک عالم کی جو آنکھوں سے گرایا جون اشک　　کاشکے گوہر غلطان ہی بنایا ہوتا

اگر عالم کی نظر سے گرانا منظور تھا تو اشک نہ بناتا۔ اشک کی صورت کی دوسری چیز بھی ہوتی ہے یعنی گوہر غلطان بنا دیا ہوتا۔ تاکہ حسینوں تک رسائی ہوجاتی۔

چاک زخم گل سے ہے رنگ تبسم بھی عیاں　　بلبلوں کی سعی ناکارہ کا حاصل کیا ہوا

زخم گل کے چاک سے ... رنگ ... سمجھتے ہیں کہ بلبل کے جذب دل کا اثر ... ہے

اس لئے مطمئن ہین مگر کیا وہ لوگ یہ نہیں سمجھ سکتے کہ یہی چیز جسے چاک زخم سمجھا ہے یہ تبسم
سے بھی ملتا ہے اور ممکن ہے کہ یہ سراسر تبسم ہی ہو ایسی حالت مین کوئی بتلائے کہ بلبلون
کی سعی ناکارہ کا کیا فائدہ ہوا۔

عمر سب بتخانے مین نذر پرستش ہو گئی — اب ہوا بھی تو خیال حق و باطل کیا ہوا

اس شعر کی شرح گویا حکیم مومن مرحوم نے کی ہے جو بہت مشہور و معروف ہے۔

عمر ساری تو کٹی عشق بتان مین مومن
آخری وقت مین کیا خاک مسلمان ہون گے

مگر مرزا صاحب یہ فرماتے ہین کہ تمام عمر تو بتخانے مین گزار دی اب اگر حق و باطل کا خیال کیا بھی تو
کیا خیال کیا اور اس خیال سے فائدہ کیا ہوا۔

سایہ سان افتادگی تھی عجز بسمل کی دلیل — اے اسد زور آزما بازوے قاتل کیا ہوا

بسمل کی سایہ کی مانند افتادگی اُس کی عاجزی کی دلیل تھی پھر آخر یہ کیا سبب ہے
کہ اسپر بازوے قاتل نے بھی زور آزمائی کی بظاہر کوئی وجہ نہیں تھی۔

نازش سرمایہ عالم تھا نظرون مین ہی — ہمنوا آخر مرے پہلو سے وہ دل کیا ہوا

تمام دنیا مین اگر میرے لئے باعث نازش اور وجہ افتخار کوئی چیز تھی تو وہ ایک
میرا دل تھا جو اب میرے پاس نہیں ہے اے ہمنشین تُو مجھے بتا کہ آخر میرا دل کیا ہو گیا
اسی مضمون کو دوسری مرتبہ صاف کر کے یون کہا ہے۔

ہر طرح جو نازش سرمایہ کونین تھا — کیا بتاؤن ہمنوا تجھ سے کہ وہ دل کیا ہوا

یعنی مجھے جس پر ہر طرح افتخار اور ناز تھا اب اے ہمنشین کیا بیان کرون کہ اُس دل
خون شدہ کی کیا حالت ہوئی اور وہ کیا ہو گیا۔

شب کہ سرگرم فغان تھا دل نالان میرا — جلتی تھی دیکھ کے غم شمع فروزان میرا

رات کہ مین حالت کرب و اضطراب مین نالے کر رہا تھا اور بیتاب تھا تو میرے نالون اور غمون کو دیکھ کر شمع فروزان بھی غمون سے جل رہی تھی۔ اس زمین مین مرزا کے معاصرین مین سے بھی بعض لوگون کی غزلین موجود ہین چنانچہ نواب مصطفیٰ خان شیفتہ کی غزل کا یہ مطلع ہے ؎

صبح ہوتے ہی گیا گھر مہ تابان میرا
پنجۂ خود نے کیا چاک گریبان میرا

وحشیٔ سوختہ اختر ہون مرا حال نہ پوچھ — دُور بھاگا ہے مجھے دیکھ بیابان میرا

مین ایک بدنصیب وحشی ہون میری حالت کیا پوچھتا ہے وحشی کا گھر بیابان مین ہوتا ہے مگر میری سوختہ اختری اور وحشت کی وجہ سے میرا بیابان بھی مجھے دیکھ کے دور بھاگتا ہے۔ اس سے زیادہ کیا تکلیف ہو سکتی ہے اور اس سے بڑھ کر وحشت کی اور کیا تاثیر ہو سکتی ہے۔

غیر تو اپنی جگہ ہین جو کبھی مین چاہون — خود مجھے بھی نہ ہو اندازۂ حرمان میرا

غیر سے مراد کوئی دوسرا شخص کوئی دوسری ذات ہے کہتے ہین کہ بھلا غیرون کو میری حسرت و حرمان کا اندازہ کیا ہو سکتا ہے غیر تو غیر اب تو حرمان و بدنصیبی کا یہ عالم ہے کہ اگر مین چاہون تو مجھے بھی اندازۂ حرمان نہین ہو سکتا اور مین خود نہین معلوم کر سکتا کہ کسقدر بدنصیب ہون

چشم خونابہ فشان آج نظر آتا ہے — شفق صبح کے دامن مین گریبان میرا

اے چشم خونابہ افشان آج مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا گریبان شفق صبح کے دامن مین ٹنکا ہوا ہے یعنی چشم خونابہ افشان نے اس قدر خونابہ افشانی کی ہے کہ گریبان تکسخون مین ڈوب گیا ہے اور اس وجہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا گریبان شفق صبح کے دامن مین لگا ہے۔

فصل اردی نہ غم دے ہے یہان پر غالب — نزہت باغ سے بہتر ہے گریبان میرا

نہ یہان بہار کا موسم اور منظر ہے اور نہ خزان کا غم ہے اے غالب میرا بیابان

یعنی چمن بیابان میں ہوں وہ بہر صورت باغ کی تروتازگی سے اچھا ہے اس واسطے کہ باغ میں تو بہار کے بعد ہمیشہ خزاں کا خوف لگا رہتا ہے مگر یہاں بہار ہی نہیں ہے تو پھر کیوں خزاں کا خوف ہوگا۔

ردیف بائے تازی

بسکہ ہے میخانہ ویراں جوں بیابان خراب — عکس چشم آہوے رم خوردہ ہے داغ شراب

چونکہ میخانہ بیابان غیر آباد کی طرح ویران ہو رہا ہے تو اب یہاں اگر کوئی شراب کا داغ دکھائی دیتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی آہوے وحشی رم کرتا ہوا گیا ہے اور حالت رمیدگی میں اُس کی آنکھ کا یہ عکس پڑا ہے۔

تیرگی ظاہری ہے طبع موزوں کا نشاں — غافلاں عکس سواد صفحہ ہے گرد کتاب

یہ ظاہر کی تاریکی اور تیرگی طبع موزوں کا نشان ہے اے غافلو گرد کتاب گرد نہیں ہے بلکہ سواد صفحہ کا عکس ہے جو دلیل کمال ہے۔

یک نگاہ صاف صد آئینہ تاثیر ہے — ہر رگ یاقوت عکس خط جام آفتاب

ایک نگاہ صاف سو تاثیروں کا آئینہ بن جاتی ہے دیکھو رگ یاقوت یعنی وہ خط جو یاقوت پر ہیں جام آفتاب کے خط عکس ہیں یعنی جام آفتاب چونکہ نگاہ صاف رکھتا ہے لہذا اس کا اثر بھی یاقوت پر ویسا ہی پڑتا ہے یہ ظاہر ہے کہ معدنیات کی پرورش حرارت آفتاب سے ہوتی ہے۔

ہے عرق افشاں مشی سے ادہم شکیں یار — وقت شب اختر گنی ہے چشم بیدار رکاب

میرے دوست کا رہوار مشکی جو چلنے کی وجہ سے پسینہ میں ڈوبا ہوا ہے اُس سے عرق کے قطرے گر رہے ہیں وہ گویا ستارے ہیں اور اس میں رکاب حلقہ چشم ہیں تو گویا یہ معلوم ہوتا ہے کہ چشم رکاب رات کے وقت اختر شماری کر رہی ہے۔

ہے شفق سوزِ جگر کی آگ کی بالیدگی ہے ہر اِک اختر فلک پر قطرۂ اشکِ کباب

جس کو لوگ شفق سمجھ رہے ہیں وہ شفق نہیں ہے بلکہ سوزِ جگر کی آگ کی بالیدگی اور بھڑک ہے اور ہر ستارہ ستارہ نہیں ہے بلکہ آسمان جو اس آگ کے بھڑکنے سے کباب ہو گیا ہے اس کباب سے پانی ٹپک رہا ہے۔ اور یہ ستارے وہی قطرے ہیں۔

شب کہ تھا نظارگی روئے بتاں کا اے اسدؔ گر گیا بامِ فلک سے صبح طشتِ ماہتاب

اے اسد ماہتاب رات کو بتوں کے حسن کا تماشہ دیکھ رہا تھا صبح کو اسی وجہ سے اس کا طشت بامِ فلک سے گر گیا۔ طشت از بام افتادن۔ راز فاش ہو جانا۔

ہے بہاراں میں خزاں پرور خیالِ عندلیب رنگِ گل آتشکدہ ہے زیرِ بالِ عندلیب

بہار کے زمانہ میں خیالِ عندلیب خزاں پرور ہے یعنی خزاں کا آنا محض خیالِ عندلیب پر موقوف ہے وہ جو اپنے پروں کے نیچے رنگِ گل لئے بیٹھی ہے وہ گویا اس نے اپنے پروں کے نیچے ایک آتش کدہ دبا رکھا ہے جو باعث تباہی چمن ہو گا۔

عشق کو ہر رنگ شانِ حسن ہے مدِ نظر مصرعِ سروِ چمن ہے حسبِ حالِ عندلیب

عشق ہر حالت میں حسن کی شان کو مدِ نظر رکھتا ہے سروِ چمن ایک مصرعِ برجستہ ہے جو عندلیب کے حال پر صادق آتا ہے یہ ظاہر ہے کہ عندلیب ایک عاشق ہے اور مصرعِ سروِ چمن ایک معشوق کی شان رکھتا ہے۔

حسرتِ حسنِ چمن پیرا سے تیرے رنگِ گل بسملِ ذوقِ پریدن ہے بہ بالِ عندلیب

پھولوں کا رنگ تیرے چمن پیرا حسن کی حسرت کی وجہ سے چاہتا ہے کہ بلبل کے بازو لگا کر اڑ جائے اور اسی ذوق سے وہ بسمل ہو رہا ہے رنگِ گل کو بسمل کہنا بلحاظ رنگینی کے نہایت ہی لطیف بات ہے۔

عمر میری ہو گئی صرفِ بہارِ حسنِ یار گردشِ رنگِ چمن ہے ماہ و سالِ عندلیب

ایک ہم ہین کہ ہماری عمر کی عمر اس مین صرف ہوگئی کہ بہار حسن دیکھ رہے ہین اور ایک عندلیب کہ اسکے ماہ وسال پلٹتے رہتے ہین کبھی خزان ہوتی ہے اور کبھی بہار ہوتی ہے اور ہر ابر رنگ چمن اسی طرح گردش کرتا رہتا ہے۔

منع مت کر حسن کی ہم کو پرستش سے کہ ہے　　بادۂ نظارۂ گلشن حلال عندلیب

آخر کیا سبب ہے کہ تو ہم کو حسن کی پرستش سے منع کرتا ہے تجکو منع نہ کرنا چاہیے ہوا سے نظارۂ گلشن کی شراب عندلیب کے واسطے حلال ہے اور اس بادہ کشی مین وہ کسی طرح مجرم نہین ہے۔

ہے مگر موقوف بر وقت دگر کار اسد　　اے شب پروانہ و روز وصال عندلیب

ایک وقت پر اسد غریب کا کام بھی موقوف ہے کسی نہ کسی وقت وہ بھی ہو ہی جائیگا اے پروانہ کی شب عیش اور اے عندلیب کے روز وصال ہر کام اپنے وقت پر ہوتا ہے۔

ردیف تائے فوقانی

جاتا ہون جدہر اٹھتی ہے سبکی ادہر انگشت　　یکدست جہان مجھسے پھرا ہے مگر انگشت

میری حالت آج کل یہ ہے کہ جہان مین جاتا ہون جدہر جاتا ہون سب میری طرف انگشت نمائی کرتے ہین گویا کہ سارا جہان مجھ سے برگشتہ ہوگیا ہے میری ساتھی صرف انگشت رہ گئی ہے۔

مژگان کی محبت مین جو انگشت نما ہون　　لگتی ہے مجھے تیر کے مانند ہر انگشت

چونکہ مین عاشق مژگان ہون اور مژگان مشابہ ہے تیر سے اس لئے آج جو میرے اوپر انگشت نمائی کی جاتی ہے تو اسی عشق مژگان کے اثر سے ہر انگشت مجھے تیر کے مانند معلوم ہوتی ہے۔

ہر غنچۂ گل صورت یک قطرۂ خون ہے　　دیکھا ہے کسیکا جو حنا بستہ سر انگشت

ہر پھول کی کلی میری نظر میں ایک قطرۂ خون معلوم ہوتی ہے اور یہ اس وجہ سے کہ میں کسی کی انگشت حنابستہ دیکھ چکا ہوں گویا وہ انگشت حنابستہ اس قدر میری نگاہ میں بس گئی ہے کہ اب ہر طرف وہی مجکو نظر آتی ہے - اور ہر غنچۂ گل میں وہی صورت دیکھتا ہوں -

گرمی ہو زبان کی سبب سوختن جان ہو شمع شہادت کے لئے سر بسر انگشت

شعلۂ شمع کو شعرا زبان شمع کہا کرتے ہیں اس لئے مصنف کہتا ہو کہ گرمی زبان سبب بن جاتی ہو جان کے جلنے کا اور میری اس بات کی گواہی دینے کے لئے شمع ایک انگشت ہے جو برابر اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ بیشک گرمی زبان باعث سوختگی جان ہو جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ شمع بلحاظ زبان گرم زبان ہے اور اسمین سوختگی جان موجود ہے -

خون دل میں جو باقی نہیں پھر تو عجب کیا جون ماہئی بے آب تڑپتی ہو ہر انگشت

پہلے معشوقوں کی انگلیاں میرے خون دل میں رنگین ہوتی تھیں اور اب میرے دل میں خون نہیں رہا اس لئے اُن کی انگلیاں مثل ماہئی بے آب کے تڑپتی ہیں رسا ہی ایک شعر ہے سہ غالب

خون ہو دل خاک میں احوال بتان پر یعنی
اُنکے ناخن ہوے محتاج حنا میرے بعد

شوخی تری کہدیتی ہو احوال ہمارا راز دلِ صدپارہ کی ہو پردہ در انگشت

تیری شوخی ہمارا تمام حال ظاہر کر دیتی ہے گویا کہ تیری انگشت راز دل صدپارہ کی پردہ در ہے اور اس کا پردہ برابر فاش کر رہی ہو یعنی تیری انگلیاں جو خون میں ڈوبی ہوئی ہیں لوگ اُن کو دیکھتے ہیں اور اندازہ کر لیتے ہیں کہ ہمارا کیا حال ہے

کس رتبہ میں باریکی و نرمی ہو کہ جون گل آتی نہیں غنچہ میں بس اُسکے نظر انگشت

یہ ایک غلو کا شعر ہے فرماتے ہیں کہ نہ معلوم انگشت یار کس قدر نازک اور باریک
و نرم ہے کہ گل کی طرح اس کے پنجہ میں کہیں انگلیاں نظر ہی نہیں آتیں۔

چشم بند خلق جز تمثال خود بینی نہیں — آئینہ ہے قالب خشت در و دیوار دوست

تمثال خود بینی یعنی خود بینی ایک ایسی چیز ہے کہ وہ دنیا کی آنکھیں بند کر دیتی ہے
اور اسی وجہ سے دوست کا جلوہ اُن آنکھوں سے مستور و مخفی رہتا ہے مستور و مخفی رہنے
کے لئے ضرورت ہے حجابات کی جو دیوار وغیرہ میں اندر در و دیوار تیار ہوتے ہیں اینٹوں
سے اینٹیں بنائی جاتی ہیں سانچے میں۔ لہذا ان در و دیوار کے واسطے بھی جنھوں نے
جلوۂ دوست کو چشم دنیا سے مخفی اور مستور کر رکھا ہے اینٹیں چاہئیں تو یاد رکھنا
چاہیئے کہ وہ اینٹیں جن سے یہ در و دیوار تیار ہوتی ہیں اُس آئینہ کے سانچہ میں
بنتی ہیں جس سے خود بینی کی جاتی ہے یعنی خود بینی جلوۂ دوست کو نظر خلق سے
پوشیدہ کر دیتی ہے۔

برق خرمن زار گوہر ہے نگاہ تیز یاں — اشک ہو جاتے ہیں خشک از گرمی رفتار دوست

ایک نگاہ تیز ہمارے موتیوں کے خرمن میں برق خاطف کا کام کرتی ہے یعنی دوست
کی گرم رفتاری سے آنسو خشک ہو جاتے ہیں آنسوؤں کو موتیوں سے تشبیہ دیتے ہیں
اور یہ عام تشبیہ ہے۔

ہے سوا نیزے پہ اُسکے قامت نوخیز سے — آفتاب صبح محشر ہے گل دستار دوست

دوست کے دستار پر جو ایک پھول ہو وہ آفتاب صبح محشر ہے جو سوا نیزے کے
اوپر آگیا ہے اور سوا نیزہ گویا اس کا قد ہے۔

اے عدوے مصلحت چندے بہ ضبط افسردہ رہ — کردنی ہے جمع تاب شوخی دیدار دوست

اے مصلحت کے دشمن بیتاب نہ ہو ضبط کر اور حالت ضبط سے چند روز تک افسردہ
رہ کیونکہ تجکو شوخی دیدار دوست کی تاب جمع کرنے کی ضرورت ہے اگر تو بے صبر ہوگا تو پھر

شوخی دیدار دوست کی تاب لانا دشوار ہو جائے گا۔

لغزش مستانہ جوش تماشا ہے اسد   آتش مے سے بہار گرمی بازار دوست

دوست کے حسن کی گرم بازاری آتش مے کے سبب سے ہے جس سے لغزش مستانہ اور جوش تماشا کا وجود ہوا ہوا اور یہی دونوں چیزیں حسن دوست کی گرم بازاری کا کام دے رہی ہیں یعنی حسن ان دونوں کی وجہ سے چہار چند ہو گیا ہے۔

نہیں گر بہ کام دل خستہ گردون   جگر خائی جوش حسرت سلامت

اگر آسمان ہمارے دل خستہ کے مقصد کے موافق گردش نہیں کرتا اگر وہ ہمارا ہمدرد اور غمخوار نہیں ہے تو نہو کوئی غم نہیں۔ ہمارے جوش حسرت کی غمخواری اور دردمندی ہمارے لئے مبارک ہو جو ہر وقت ہمارے حال پر عنایت فرماتی رہتی ہے۔ اصل نسخہ میں جگر خواہی ہے۔

دو عالم کی ہستی پہ خط وفا کھینچ   دل و دست ارباب ہمت سلامت

دونوں عالم کی ہستی پر خط وفا کھینچ دے اور ان کی کوئی اصل نہ سمجھ خدا کرے ارباب ہمت کا دل اور ہاتھ سلامت رہے یعنی وہ ہاتھ جو خط وفا کھینچتا ہے

نہ اوروں کی سنتا نہ کہتا ہوں اپنی   سر خستہ دشوار وحشت سلامت

نہ اپنی کہتا ہوں نہ اوروں کی بات سنتا ہوں۔ خدا کرے میرا سر جسے وحشت نے خستہ بنا دیا ہے سلامت رہے۔

وفور بلا ہے ہجوم وفا ہے   سلامت ملامت ملامت سلامت

بلا کی زیادتی ہے اور وفا کا ہجوم ہے ملامت سلامت رہے کہ سلامت ملامت ہے

نہ فکر سلامت نہ بیم ملامت   ز خود رفتگی ہائے حیرت سلامت

نہ سلامتی کی فکر ہے اور نہ ملامت کا ڈر ہے - میری حیرت از خود رفتہ ہو گئی ہے اور ان باتون کی حدود سے گزر گئی ہے -

اے غالب خستہ مغلوب گردون — یہ کیا بے نیازی ہی حضرت سلامت

اے حضرت غالب بیچارہ آسمان کے جور وظلم کا شکار بنا ہے اور آپ اسکی فریاد نہین سنتے اور داد کو نہین پہونچتے آخر یہ کیا بے نیازی ہی -

ردیف ثائے مثلثہ

ہی ہوس محمل بدوش شوخیٔ ساقی مست — نشۂ مے کے تصور مین نگہبانی عبث

ہوس ساقی مست کی شوخی پر محمل باندھ کر رخصت ہو رہی ہے لہذا اب نشۂ مے کے خیال سے ساقی کی نگہبانی ایک فضول اور بیکار سی بات ہی -

جبکہ نقش مدعا ہو وے نہ جز موج سراب — وادیٔ حسرت مین پھر آشفتہ جولانی عبث

یعنی جب حالت یہ ہے کہ نقش مدعا ہی اصل مین ایک سراب اور دھوکا ہے تو پھر کس امید پر حسرت کے جنگل مین دوڑے دوڑے اور مارے مارے پھرئیے اس سے کیا فائدہ ہے -

دست بر ہم سودہ ہی مژگان خوابیدہ آسد — اے دل از کف دادۂ غفلت پشیمانی عبث

اے اسد وہ ہاتھ جو تو افسوس سے مل رہا ہے وہ بھی مژگان خوابیدہ کا کام دے رہے ہین غفلت تیرا دل ہاتھ سے لے گئی ہے اب کیا تو پشیمان ہو رہا ہی - ان مہمل باتون سے کیا نتیجہ ہے تیری پشیمانی بھی غفلت سے مشابہ ہے -

ناز لطف عشق با وصف توانائی عبث — رنگ ہے سنگ محک عرض توانائی عبث

یعنی توانائی ہوتے ہوئے عشق کے لطف کا ناز کرنا بالکل فضول اور بیکار بات ہے

رنگ سنگ محک کی طرح ہے اس رنگ پر شیشہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے سنگ محک کسوٹی کے پتھر کو کہتے ہیں جس پر سونے کے کھرے کھوٹے ہونے کا اندازہ کرتے ہیں۔ یعنی تیرے رنگ سے اس کا ثبوت نہیں ہو سکتا کہ تو عاشق ہے سنگ محک پر بھی رنگ آجاتا ہے مگر اس سے وہ کوئی شیشہ نہیں بن جاتا۔ وہی پتھر کا پتھر رہتا ہے۔

ناخن دخل عزیزاں یکقلم ہو نقب زن　　پاسبانی طلسم گنج تنہائی عبث

جب دخل احباب و اعزا کا ناخن اس میں رخنہ انداز ہو رہا ہو پھر تنہائی کے طلسمی خزانے کی نگہبانی فضول ہے یعنی جب تک کہ عزیز و اقارب سے تعلقات جاری او وابستہ ہیں اس وقت تک یہ دعوے کہ ہم گوشہ نشین ہیں بیکار ہیں اور خزانہ طلسم تنہائی کی حفاظت لایعنی اور لاحاصل ہے۔

محمل پیمانہ فرصت ہے بردوش حباب　　دعویٰ دریا کشی و نشہ پیمائی عبث

حباب کی صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ پیمانہ فرصت نے محمل سفر تیار کر رکھا ہے اور آمادۂ وداع ہے۔ پھر اس صورت میں دریا نوشی و بادہ پیمائی کا دعویٰ بیکار اور فضول نہیں تو اور کیا ہے۔

طبع عاشق حامل صد غلبۂ تاثیر ہے　　دل کو اے بیداد گر تعلیم خارائی عبث

عاشق کی طبیعت پر سو تاثیروں نے غلبہ کر رکھا ہے اور سیکڑوں طرح سے وہ متاثر ہو چکی ہے پھر اے ظالم تو اپنے دل کو بیکار سختی کی تعلیم دے نہ دے اس سے کیا فائدہ ہے۔

یک نگاہ گرم ہے چوں شمع سر تا پا گداز　　بہر از خود رفتگاں رنج خود آرائی عبث

ایک نگاہ گرم محبوب سر سے پاؤں تک شمع کی طرح گداختہ کر دے گی۔ پھر ان لوگوں کے لئے جو از خود رفتہ ہیں یہ خود آرائی اور اپنی زینت کرنا کس کام کا جہاں معشوق کی ایک تیز نگاہ پڑی اور یہ شمع کی طرح گداختہ ہو کر رہ گئے۔

قیس بھاگا شہر سے شرمندہ ہو کر سوئے دشت
بن گیا تقلید میری سے یہ سودائی عبث

میری ہمسری اور ہم چشمی کر کے قیس غریب کو آخر کار شہر سے جنگل کی طرف بھاگنا پڑا خواہ مخواہ اس نے میری تقلید کی اور بیکار دیوانہ ہوا بھلا اس کو میری تقلید کی کیا ضرورت تھی۔

اے اسدؔ بیجا ہے ناز سجدۂ عرض نیاز
عالم تسلیم میں یہ دعوی آرائی عبث

اے اسدؔ سجدۂ عجز پر یہ غرور کرنا زیبا نہیں ہے اہل دل کا یہ کام نہیں عالم تسلیم میں دعوی بہت بری اور فضول چیز ہے۔

ردیف جیم

معزولئ تپش ہوئی افراط انتظار
چشم کشادہ حلقۂ بیرون در ہے آج

میرے انتظار کی افراط اور زیادتی میری تپش کے لئے باعث معزولی بن گئی ہے اور میری وہ آنکھ جو انتظار میں وا ہو کر رہ گئی ہے وہ دروازہ کے باہر کی زنجیر بن گئی ہے جس کی وجہ سے اب تپش داخل ہو ہی نہیں سکتی ہے چشم کشادہ کا حلقۂ در سے تشبیہ دینا نہایت ہی موزوں اور مناسب ہے۔

حیرت فروش صد نگرانی ہے اضطرار
سر رشتہ چاک جیب کا تار نظر ہے آج

میری بیقراری سو انتظاروں کی حیرت فروشی کر رہی ہے یعنی آئینۂ صد انتظار بن گئی ہے اور وہ گریبان جس کو میں نے عالم بے قراری میں چاک کیا ہے وہ آج میرے تار نظر کا کام دے رہا ہے۔ یعنی میری نظر کا تار گریبان کا تار بن گیا ہے۔

ہوں داغ نیم رنگی شام وصال یار
نور چراغ بزم سے جوش سحر ہے آج

میری شام وصال بھی آئی تو وہ بھی اپنے رنگ میں کامل نہیں اس کے اندر بھی ایک

نیم رنگی کا عالم ہے جو مجھے داغ دے رہا ہے اور پریشان کر رہا ہے چراغ حرم کے دود
سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دن نکلنے والا ہے اور اب صبح کا اجالا ہو چلا ہے۔ لہٰذا رات اپنے
رنگ میں کامل نہیں۔

کرتی ہے عاجزی سفر سوختن تمام　　پیراہن خسک میں غبار شرر ہے آج

عاجزی میرے جلنے کے سفر کو تمام کر رہی ہے اور مجھکو جلائے دیتی ہے یہ عاجزی میرے
لئے ایسی ہے جیسے تنکے کے دامن میں شرر کا غبار جا پڑے اور وہ غبار اس کے سفر سوختن
کو تمام کر دے لفظ غبار محض سفر کی رعایت کے لئے لایا گیا ہے۔

تا صبح ہے بہ منزل مقصد رسیدنی　　دود چراغ خانہ غبار سفر ہے آج

صبح کے وقت تک مجھے اپنی منزل مقصود پر پہونچنا ہے گھر کے چراغ کا دھواں
مجھے غبار سفر معلوم ہوتا ہے منزل مقصود خواہ صبح کے ہونے ہی کو قرار دے لیجئے۔
خواہ موت کو کہ صبح تک میں تمام ہو جاؤں گا۔ اور اپنی زندگی کا سفر تمام کر دوں گا۔

دور افتادۂ چمن فکر ہے اسد　　مرغ خیال بلبل بے بال و پر ہے آج

اے اسد آج میرا مرغ تخیل چمن فکر سے دور پڑا ہے اور بے بال و پری کے
عالم میں ہے یعنی آج مجھ سے کوئی فکر غزل نہیں ہو سکتی۔

جنبش گلبرگ سے ہے گل کے لب کو اختلاج　　حب شبنم سے صبا ہر صبح کرتی ہے علاج

پھول کی پنکھڑیوں کو جو جنبش ہوتی ہے وہ گویا گل کے لب کو اختلاج ہوتا ہے
اور باد صبا جو ہر صبح پھول پر قطرۂ شبنم گراتی ہے وہ گویا ہر صبح اس اختلاج
کے لئے حب کھلاتی ہے۔ اگرچہ محض خیالی مضمون ہے لیکن نہایت خوب کہا ہے۔

شاخ گل جنبش میں ہے گہوارہ آسا ہر نفس　　طفل شوخ غنچۂ گل بسکہ ہے وحشت مزاج

پھولوں کی شاخ ہر وقت گہوارہ کی مانند ہل رہی ہے اور یہ محض اس وجہ سے ہے کہ

کہ طفل شوخ غنچہ نہایت ہی وحشی مزاج ہو لہذا اُس کو سلانے کے لئے یہ سامان ہوتا ہے۔

سیر ملک حسن کر میخانہا نذر خمار ۔۔۔ چشم مست یار سے ہی گردن مینا پہ باج

میخانون کو چھوڑ ان مین کیا دھرا ہے اُنھیں نذر خمار کرکے دیار حسن کی سیر دیکھ گردن مینا چشم مست معشوق کی فرمان بردار اور باجگذار ہی اور اُسکے سامنے کوئی چیز نہین۔

گریہ ہاے بیدلان گنج شرر در آستین ۔۔۔ قہرمان عشق مین حسرت سے لیتے ہین خراج

بیدلون کے نالے جن کی آستین مین شرارے پنہان ہین یہ اپنے عشق کے قہرمان مین حسرت سے ہمیشہ خراج وصول کرتے ہین۔ گنج شرر در آستین اسواسطے کہا کہ آنسو ہمیشہ آستین سے پونچھے جاتے ہین اس لحاظ سے گویا شرارون کا ایک خزانہ آستین مین پنہان ہے۔ حسرت سے خراج وصول کرنا حسرت سے فائدہ اٹھانا۔ یعنی بیدلون کے نالے ہمیشہ اپنی حسرتون سے متمتع ہوتے رہتے ہین۔

ہی سواد چشم قربانی مین یک عالم مقیم ۔۔۔ حسرت فرصت نے بخشا ہی کہ حیرت کو رواج

قربان ہونے والے کی آنکھ کی سیاہی مین ایک عالم نظر آتا ہے کیونکہ حسرت کی فرصت نے حیرت کو رواج دیدیا اور پھیلا دیا ہے لہذا اس کی آنکھون مین ایک دنیاے حیرت نظر آتی ہے۔

اے اسد ہی مستعد شانہ گشتن بہر زلف ۔۔۔ پنجہ مژگان بخود بالیدنی رکھتا ہی آج

اے اسد پنجہ کو آج ناز کرنا زیبا اور بجا ہے کیونکہ وہ زلف کے لئے آج سراپا شانہ بننے کے لئے تیار ہے پنجہ مژگان کو شانہ سے تشبیہ دینا بہت لطیف ہی۔

ردیف جیم فارسی

جنون آئینہ مشتاق یک تماشا ہے ۔۔۔ ہمارے صفحہ پہ بال پری سے مسطر کھینچ

آئینہ کا جون ایک تماشا چاہتا ہے یعنی مشتاق ہے کہ کوئی اس کو دیکھے لہذا ہمارے آئینہ پر جو ایک منو سادہ کی صورت ہے چاہئے کہ پری کے پرستے سطر کھینچ جائے تاکہ کم سے کم اس کو نظر آئے کہ کوئی حسین مجکو دیکھ رہا ہے۔

خمار منت ساقی اگر یہی ہے اسد   دل گداختہ کے میکدے مین ساغر کھینچ

اے اسد ساقی کے احسانات کا اگر یہی خمار ہے تو اس جھگڑے کو چھوڑ اور اس شراب احسان سے جس کا خمار اتنا گران ہے بے نیاز ہو جا اور اپنے دل گداختہ کے شراب خانے مین ساغر پی اور اوسی پر قناعت کر۔

ایدل نہ ناز وحشت جیب دریدہ کھینچ   جون بوئے غنچہ یک نفس آرمیدہ کھینچ

اے دل گل کی مانند وحشت مین گریبان تار تار کے ناز نہ اٹھا بلکہ بوے غنچہ کی طرح آرام کے ساتھ ایک ٹھنڈی اور راحت کی سانس لے یعنی اپنی دیوانگی کا اظہار نہ کر بلکہ غنچہ کا انداز اختیار کر۔

ایک مشت خون ہے پرتو خور سے تمام دشت   درد طلب بے آبلۂ نادمیدہ کھینچ

سورج کی سنہری کرنون کے عکس سے تمام جنگل ایک مشت خون بن کر رہ گیا ہو لہذا تجکو بھی لازم ہے کہ آبلۂ نادمیدہ کا انتظار کرے اور اس کا درد طلب برداشت کرے جیسے کہ جنگل آبلۂ آفتاب کے انتظار مین سراپا خون ہے۔

برق بہار سے ہون مین پا در حنا ہنوز   اے خار دشت دامن شوق رمیدہ کھینچ

برق بہار نے میرے پاؤن مین مہندی لگادی ہو جس کی وجہ سے مین اٹھ اور چل نہیں سکتا اے خار دشت خدا کے لئے اس شوق کا جو میرے پاس سے رم کر رہا ہے دامن کھینچ لے۔

بے ذوق لطف چشمک حسرت ہے چشم صید   یک داغ حسرت نفس ناکشیدہ کھینچ

عبرت کی چشمک زنی سے چشم صید بیخود ہو رہی ہے تجکو چاہئے کہ وہ ٹھنڈی سانس جو تونے اس کی ہمدردی مین یا اس چشمک عبرت کے لطف اٹھانے کی وجہ سے نہین بھری ہے ایک داغ اٹھائے۔ مطلب یہ ہو کہ عبرت کا لطف جو تونے ابتک نہین اٹھایا اس کا تجکو افسوس کرنا چاہئے۔

دریا بساط دعوت سیلاب ہے اسد ساغر بہ بارگاہ دماغ رسیدہ کھینچ

لے اسد دریا ایک فرش یا ایک دستارخوان ہے جسپر سیلاب کو دعوت دی گئی ہو تجکو چاہیے کہ دماغ رسیدہ کی بارگاہ مین ساغر نوش کرے یعنی تجکو چاہئے کہ تو اس بجھ جانے کی خوشی کرے۔

قطع سفر ہستی و آرام فنا ہیچ رفتار نہین بیشتر از لغزش پا ہیچ

تو وادی ہستی کی مسافت طے کرے یا قصر فنا مین آرام کرے یہ دونون چیزین بیکار اور حمل مین اگر سچ پوچھتا ہے تو کوئی رفتار لغزش پا سے اچھی نہین ہے لغزش پا سے مراد ستی ہے

غالب
خوش بود فارغ ز بند کفر و ایمان زیستن
حیف کافر مردن و آوخ مسلمان زیستن

حیرت ہمہ اسرار پہ مجبور خموشی ہستی نہین جز بستن پیمان وفا ہیچ

حیرت ایک چیز ہے جو تمام تر اسرار ہے گر خموشی نے اس کو مجبور کر دیا ہے اس لئے اُس سے کسی راز کا اظہار نہین ہو سکتا۔ اور اس کے مقابلہ مین ہستی صرف ایک بستن پیمان وفا کا درجہ رکھتی ہے باقی کچھ بھی نہین ہے۔

تمثال گداز آئینہ ہے عبرت بنیش نظارہ تحیر چمنستان بقا ہیچ

وہ آئینہ جو تصویر کو گداختہ کر دیتا ہے وہ بنیش کے لئے ایک سامان عبرت ہے۔ نظارہ کچھ بھی نہین اور چمنستان بقا بالکل ہیچ ہے یا یہ کہ بنیش کی عبرت ایک آئینہ تمثال

گداز ہو اور اسی کی وجہ سے نظارہ ایک تحیر ہے اور چمنستان بقا ہیچ ہے۔

گلزار دمیدن شرر ستان رمیدن   فرصت تپش و حوصلۂ نشو و نما ہیچ

اُگنے یعنی پیدا ہونے کا گلزار رمیدن یعنی بھاگنے اور چلے جانے کا ایک شرر ستان ہو اس کی فرصت صرف تپش کا درجہ رکھتی ہے جو بالکل بے قیام شے ہے اور اس کی نشو و نما کا حوصلہ سراسر ہیچ اور بیکار ہے۔

کس بات پہ مغرور ہے اے عجز تمنا   سامان دعا وحشت و تاثیر دعا ہیچ

اے تمنا کے عجز و الحاح آخر تجھے کس بات کا غرور ہے دعا کا سامان سراسر وحشت ہے اور دعا کی تاثیر ہیچ ہے لہٰذا تیرا ہر غرور بیجا اور فضول ہے۔

آہنگ اسد میں نہیں جز نغمۂ بیدل   "عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ"

اسد کی آواز میں نغمۂ بیدل کے سوائے اور کچھ نہیں ہے جیسا کہ وہ کہتا ہے کہ دنیا تمام ہمارا افسانہ کہہ رہی ہے اور ہم جو اپنے آپ کو دیکھتے ہیں تو ہم کچھ بھی نہیں۔

ردیف ح

دعوئ عشق بتان سے بگلستان گل و صبح   ہیں رقیبانہ بہم دست و گریبان گل و صبح

گلستان میں گل اور صبح کو عشق بتان کا دعویٰ ہے اور دونوں عشق بتان کے مدعی ہیں اور رقیبوں کی طرح دونوں کے دونوں باہم دست و گریبان ہو رہے ہیں چونکہ صبح گریبان گل کو چاک کرتی ہو اس وجہ شبہ کے سبب سے اس کو ہاتھ اور گل کے چاک کو گریبان فرض کیا گیا۔

ساق گلرنگ سے اور آئینۂ زانو سے   جامہ زیبوں کے سدا ہیں تہ داماں گل و صبح

ساق بلورین کو گل سے اور آئینۂ زانو کو صبح سے تشبیہ دی گئی ہو کہتے ہیں کہ ساق اور

آئینہ زانو سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گل و صبح دونوں معشوقوں کے دامن کے نیچے ہیں۔

وصل آئینہ رخان ہم نفس یک دیگر ہیں دعاہائے سحرگاہ سے خواہاں گل و صبح

گل اور صبح آئینہ رخوں کے وصل کے طالب ہیں اور دونوں کو اس کی ہم نفسی کی تمنا ہے اور صبح کی دعاؤں کے ذریعہ سے اس کی استدعا کرتے رہتے ہیں۔

آئینہ خانہ ہے صحن چمنستان یکسر بسکہ ہیں بیخود و وارفتہ و حیران گل و صبح

چمنستان اس سرے سے اس سرے تک ایک آئینہ خانہ بن کر رہ گیا ہے کیونکہ گل اور صبح دونوں بیخود اور وارفتہ اور حیران ہیں اور انہیں کی حیرانی سے یہ صورت پیدا ہو گئی ہے۔

زندگانی نہیں بیش از نفس چند اسد غفلت آرامی یارانہ پہ ہیں خندان گل و صبح

زندگانی چند نفس سے زیادہ نہیں ہے اہل زمانہ جو غفلت میں پڑے ہوئے آرام کر رہے ہیں اس پر گل اور صبح دونوں خندہ زن ہیں صبح اور پھول دونوں چند نفس سے تعبیر کئے جاتے ہیں۔

ردیف دال

تھی نگہ میری نہان خانہ دل کی نقاب بیخطر جیتے ہیں ارباب ریا میرے بعد

میری نگاہ نکتہ رس اچھی طرح نہان خانہ دل کی ہر چیز کو سمجھ رہی اور معلوم کر رہی تھی اور اس کو تمام رازہائے درون سینہ معلوم تھے۔ گویا میری نگاہ نقاب تھی اب جو میں نہیں ہوں تو اہل ریا کو کوئی خوف و خطر باقی نہیں رہا اور مزے سے زندگی گزار رہے ہیں اسی مضمون کو فارسی میں یوں کہا ہے۔

نگہم نقب ہمی زد بہ نہان خانۂ دل

مژدہ باد اہل ریا را کہ ز میدان رفتم

تھا میں گلدستۂ احباب کی بندش کی گیاہ — متفرق ہوئے میرے رفقا میرے بعد

جیسے گھاس کی بندش سے پھول ایک جگہ جمع رہتے ہیں اور ان کا گلدستہ بنا رہتا ہے بالکل اسی طرح میرے ہونے سے میرے احباب ایک گلدستہ کی صورت جمع تھے میرے نہ ہونے سے میرے تمام رفیق پریشان ہو گئے۔

طرفہ موزونی ہے صرف جنگجوئی ہائے یار — ہے سر مصراع صافِ تیغ خنجر مستزاد

یار کی جنگجوئی اور سامان حرب ایک عجیب قسم کی موزون چیز ہے اس نے جو تلوار اور خنجر دونوں باندھ رکھے ہیں وہ دونوں خاصے شعر معلوم ہوتے ہیں گویا کہ ایک تیغ ایک مصرع ہے اور خنجر اس پر الفاظ مستزاد کا کام کر رہا ہے۔ لہذا کہا جا سکتا ہے کہ اس جنگجوئی میں بڑی موزونی صرف ہو گئی ہے۔

ہاتھ آیا زخم تیغ یار سا پہلو نشین — کیوں نہ ہووے آج کے دن بیکسی کی روح شاد

زخم تیغ یار سا ایک پہلو نشین اس کے ہاتھ آ گیا ہے لہذا آج بے کسی کی روح شاد نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے یعنی بیکسی کو ایک رفیق تو ملا۔

کیجیے آہوئے ختن کو خضر صحرائے طلب — مشک ہے سنبلستان زلف میں گرد سواد

سنبلستان زلف گویا ایک منزل مقصود ہے جہاں ہم کو پہونچنا ہے مگر وہاں پہونچنے کے واسطے ایک رہنما کی ضرورت ہے لہذا ہم کو چاہئے کہ آہوے ختن کو اپنا خضر بنا لیں کیونکہ اس شہر کا گرد سواد مشک ہے۔ گرد سواد وہ جو شہر کے قریب ایک غبار اور ایک دھواں سا معلوم ہوا کرتا ہے۔

ہمنے سوز خم جگر پر بھی زبان پیدا نہ کی — گل ہوا ہے ایک زخم سینہ پر خواہان داد

گل کا اور اپنا مقابلہ کر کے کہا ہے کہ ایسا ہم ہیں کہ سیکڑوں زخم جگر کھائے اور زبان سے اُف نہ کی اور گل کو دیکھئے کہ ایک زخم سینہ پر کھایا ہے اور اس سے بے قرار ہے دنیا سے

اس کی داد طلب کر رہا ہے۔

بسکہ ہیں در پردہ مصروف سیہ کاری تمام　　آستر ہی خرقہ زاہد کا صوف مداد

یہ زاہدان گوشہ نشین چونکہ بڑے ہی سیہ کار اور مکار ہیں اور در پردہ ہمیشہ سیہ کاریوں میں مصروف اور مشغول رہتے ہیں تو گدڑی کا استر ایسا سیاہ ہو کر رہ گیا ہے جیسے سیاہ روشنائی کے صوف ہوتے ہیں یہ اس سیہ کاری کا اثر ہی جو در پردہ کی جاتی ہی۔

تیغ بر کف کف بلب آتا ہی قاتل اس طرف　　مژدہ باد اے آرزوئے مرگ غالب مژدہ باد

ہاتھ میں تلوار ہی غصہ سے منہ میں کف بھرے ہوئے ہیں اور قاتل جوش شوق قتل میں چلا آرہا ہے اے مرگ غالب تجھے مبارک ہو۔ مبارک باد کی وجہ یہ ہے کہ تجھے کوئی بہانہ نہ ملتا تھا۔

تو پست فطرت اور خیال بسا بلند　　اے طفل خود معاملہ قد سے عصا بلند

تو پست فطرت ہے اور تیرے خیال اس قدر بلند ہیں کہ حد و انتہا نہیں اے طفل خود غرض اس پست فطرتی پر یہ خیال ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ جیسے کوئی اپنے قد سے اونچی لاٹھی لئے ہوتا ہے جو نہایت ناموزون اور بری معلوم ہوتی ہے۔

ویرانۂ جز آمد و رفت نفس نہیں　　ہے کوچہ ہائے نے میں غبار صدا بلند

کوئی ویرانی آمد و رفت نفس سے زیادہ دنیا میں نہیں ہے۔ یہی ویرانی بڑی ویرانی ہے۔ دیکھ لو کہ نے میں اسی آمد و رفت نفس کی وجہ سے غبار صدا بلند ہو رہا ہی اگر آمد و رفت نفس نہ ہو تو یہ غبار صدا بلند نہ ہو تو معلوم ہوا کہ باعث ویرانی یہی آمد و رفت نفس ہے۔

رکھتا ہی انتظار تماشائے حسن دوست　　مژگان باز ماندہ سے دست دعا بلند

حسن دوست کی دید کا انتظار اُن پلکوں سے جو چشم باز ماندۂ عاشق میں ہیں دست دعا

بلند کر رہا ہے گویا کہ یہ پلکیں دست دعا ہیں جو بلند ہو رہے ہیں اور دیدار کی دعائیں مانگ رہے ہیں۔

موقوف کیجیئے یہ تکلف نگاریاں ہوتا ہے ورنہ شعلۂ رنگ حنا بلند

آپ یہ جو ہاتھ پاؤں پر مہندی سے ازراہ تکلف نقش و نگار بناتے ہیں بہتر یہی ہے کہ نہ بنایئے ورنہ مجھے ڈر ہے کہ اب کوئی دم میں رنگ حنا کا شعلہ بلند ہو جائے گا اور دنیا میں آگ لگ جائے گی۔

قربان اوج ریزیٔ چشم حیا پرست یک آسمان ہے مرتبہ پشت پا بلند

اُس کی چشم حیا پرست کی اوج بخشی کے قربان جایئے کس قدر اس کی حیا پرستی میں اوج بخشی کی تاثیر ہے کہ بوجہ حیا و شرم جو اس نے گردن جھکا رکھی ہے اور وہ نگاہ پشت پا پر پڑ رہی ہے تو اس کے اثر کی وجہ سے پشت پا کا مرتبہ ایک آسمان کی برابر بلند ہو گیا ہے۔

ہے دلبری کمیں گر ایجاد یک نگاہ کار بہانہ جوئی چشم حیا بلند

دلبری گھات میں لگی ہوئی ہے کہ کسی طرح ایک نگاہ ایجاد ہو جائے مگر اس کی چشم حیا پرست برابر بہانہ جوئی میں مصروف ہے اور ایک نگاہ کی بھی روادار نہیں ہے خدا اس کو مرتبہ بلند عطا کرے۔

بالیدگی نیاز قد جانفزا اسد دہر نفس بقدر نفس ہے قبا بلند

بالیدگی اور نشوونما اس کے قد جانفزا کی نیازمند ہو اور اُس پر قربان ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ہر نفس میں بقدر نفس اس کی قبا بلند ہوتی جا رہی ہے۔ بوجہ بالیدگی کے۔

حسرت دستگہ و پائے تحمل تا چند رگ گردن خط پیمانۂ بے مُل تا چند

یہ مقدرت کی حسرت اور یہ پائے تحمل کا ارمان تا کجے یہ سب فضول ہو اس کی مثال

ایسی ہے کہ جیسے ایک بغیر شراب کے خالی پیالے میں خطا پڑا ہوتا ہے آخر اس کا غرور کب تک بیگا یہ سب مہمل حرکتیں ہیں نہ پاسے تمل سے کچھ ہوتا ہے اور نہ حسرتِ مقدرت سے کچھ ہو سکتا ہے۔

ہے گلیم سیہ بخت پریشان کاکُل مُوئینہ باستن رشتۂ سنبل تا چند

اُنکے نصیبے کی گلیم سیاہ پریشان کاکل ہو رہی ہے سنبل کہاں تک یہ موئینہ باقی کرے گا اور کہاں تک اس حالِ پریشان کو چھپائے گا۔ موئینہ کسی اُونی چیز کو یا اون کو کہتے ہیں موئینہ بافی اُون کا کپڑا بننا سنبل کی پریشانی کو گلیم سیہ بخت اور اُس کی پیچیدگی کو موئینہ بافی کہنا بے انتہا لطیف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پریشان حالی چھپائے چھپ نہیں سکتی۔

کوکب بخت بجز روزن پر دود نہیں عینک چشم جنون حلقۂ کاکل تا چند

ہمارے نصیب کا تارہ سوائے روزن پر دُود کے اور کوئی نہیں ہے۔ روزن پر زہرہ تک رسائی ہو تو نصیبہ چمکے یہ حلقۂ کاکل کا خیال جو ہمارے چشم جنون خیز کا حلقہ بنا ہوا ہے اس سے کب تک کام چلے گا اور کس وقت تک یہ ہمارا ساتھ دے گا۔

چشم بے خون دل و دل تہی از جوش نگاہ بزبان عرض فسونِ ہوسِ گل تا چند

آنکھ میں خون دل نہیں اور دل میں جوش و شوق نگاہ نہیں۔ پھر جب یہ کیفیت ہو تو ہوس گل کی یہ فسون خوانی کب تک کام آسے گی اور کیا کرے گی یہ تا جِل فضول ہی عرض شوق سے کیا کام چل سکتا ہے اور ہوس گل کا کام کیا ہے اور کس کو اس کا دماغ ہو یہ جو ہوس گل صرف زبان سے عرض فسون کاری کر رہی ہے یہاں اس سے کیا کام نکل سکتا ہے۔ اس کے لئے دیدۂ پرخون اور دل پُر ذوق چاہئے۔

بزم داغ طرب و باغ کشاد پر رنگ شمع و گل تا کے و پروانہ و بلبل تا چند

بزم صرف ایک داغ طرب ہے اور باغ صرف مرغ رنگ کی کشاد پر ہے یہ دونوں چیزیں انتہائی تکلیف دہ ہیں لہٰذا کیا بھروسہ کیا جا سکتا ہے شمع و گل پر اور

کیا کہا جا سکتا ہے بلبل و پروانہ کے بارے مین - اب بھلا یہ دونون کب تک بچ رہ سکتے
ہین اور ان کے قیام کی کیا امید ہو سکتی ہے -

نالہ دام ہوس و درد اسیری معلوم — شرح برخود غلطیہاے تحمل تا چند

نالہ صرف ایک دام ہوس ہے اور درد اسیری کی حالت جو کچھ ہے وہ ظاہر ہے
یعنی بہت جانگداز ہے - یہ تحمل جو برابر کیا جا رہا ہے بیکار ہے اے شرح برخود غلطی ہا انکو
چھوڑ تحمل کب تک کیا کرے گی تو کچھ کام کر - شرح برخود غلطی ہا کو مخاطب کرنا نہایت
لطف رکھتا ہے یا یہ کہ نالہ اور درد اسیری کی حالت جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ ایک دام ہوس
ہے اور ایک بالکل ہیچ لہذا اس تحمل کی دانستہ غلطیوں کی شرح کہانتک کیجائے

جوہر آئینہ فکر سخن سمے دماغ — عرض حسرت پس زانوئے تامل تا چند

اے جوہر آئینہ کچھ فکر کر اور اس بات کے ادا کرنے اور کہنے کی فکر کر جو تیرے لئے
ہوے دماغ بنکر تکلیف دے رہی ہے آخر تو زانوے تامل کے پیچھے بیٹھ کر تا کجے عرض
حسرت کیا کرے گا یا یہ کہ آئینہ زانوئے تامل کے جوہر دماغ کے لئے تکلیف دہ ہو گئے ہین
اس حالت مین اس آئنہ کے پیچھے بیٹھکر کہان تک عرض حسرت کیا کرون -

---

سادگی ہی عدم قدرت ایجاد غنا — ناکسی آئینہ ناز - توکل تا چند

بے نیازی یا مقدرت اور ثروت کی ایجاد پر قدرت نہ رکھنا کوئی بڑی اچھی بات
نہین ہو بلکہ حقیقتا یہ سادگی اور بے وقوفی ہے اے توکل تو اس ناکسی نالایقی اور بیقدری
کو کب تک اپنے لئے آئینہ ناز بنائے رہے گا - یہ بات تیری حماقت مین شمار ہو گی -

اسد خستہ گرفتار دو عالم اوہام — مشکل آسان کن یک خلق تغافل تا چند

غریب دردمند اسد کو لاکھون اوہام نے گھیر رکھا ہے اور پریشان ہو رہا ہے
اے دنیا بھر کی مشکلون کے آسان کرنے والے کب تک یہ تغافل برتے گا اور کب تک اسد کو

اُن اوہام باطلہ مین جو اس تغافل سے اس کے دل مین بھرے ہوے ہین گرفتار رکھے گا۔

بہ کامِ دل آرین کس طرح گمرہان فریاد　　ہوئی ہے لغزشِ پا لکنتِ زبان فریاد

جو لوگ گمراہ ہین وہ اپنے دل کی خواہش کے مطابق کس طرح فریاد کر سکتے ہین اُن کی لغزشِ پا جس نے انھین گمراہ کر دیا ہے وہ اُن کے لئے لکنت زبان بن گئی ہے اور کچھ کہنے نہین دیتی۔ واضیبتا۔

کمالِ بندگیِ گل ہے رہنِ آزادی　　ز دستِ مشت پرِ وخار آشیان فریاد

وہ کمال جو گُل کی بندگی مین تھا جو آزادی کے بدلے رہن ہے خدا بُرا کرے اِس مُشت پر اور آشیان کے تنکون کا جسنے اُس کو رہن آزادی بنا رکھا ہے مشت پر سے پر پرندہ آزاد اور خار آشیان آشیان کے تنکے سے مراد لی گئی ہے پہلے مصرع کے الفاظ نہایت ہی گنجلک ہین جو مطلب تو صحیح ادا نہین ہونے دیتے اسیر بندگی گل اور اضافتون نے اور بھی ستم توڑا ہے۔ مطلب یہہ ہے کہ ہمکو سراپا بندہ گل ہونا چاہئے نہ کہ مطیع مشت پر و آشیان

نوازشِ نفسِ آشنا کہان ورنہ　　برنگِ نے ہے نہان ہر استخوان فریاد

میری ہر ہڈی مین فریاد اس طرح بھری ہوئی ہے جیسے نے کے اندر نغمہ بھرا ہوتا ہے مگر مجھے کوئی ایسا آشنا نہین ملتا جو اپنے نفس سے مجھے پُر صدا کرے اور نوازش فرمائے۔ نوازش نفس مین ایک نہایت ہی لطیف ایہام ہے جو دو معنی دے رہا ہے بجانا اور مہربانی کرنا۔

پر ہون مین شکوون سے یون راگ سے جیسے باجا
اک ذرا چھیڑیئے پھر دیکھئے کیسا ہوتا ہے

تغافل آئینہ دارِ خموشیِ دل ہے　　ہوئی ہے محو بہ تقریبِ امتحان فریاد

اُن کا تغافل یعنی جان بوجھ کر غفلت کرنا میری خموشی کا آئینہ دار ہے گویا میرا

امتحان ہو رہا ہے اور اس امتحان کی تقریب نے میری خموشی کو محو کر دیا ہے اسلئے تغافل خاموشی دل کا آئینہ دار بن گیا ہے۔

ہلاک بے خبری نغمۂ وجود و عدم　　　جہان و اہل جہان سے جہان جہان فریاد

اہل جہان اپنی بیخبری سے ہلاک ہین اور نغمۂ وجود و عدم گا رہے ہین کیا کہا جائے ان بیخبرون کو فریاد ہے اس جہان اور اس جہان والون سے فریاد ہے اور بہت فریاد ہے۔

جواب سنگدلیہاے دشمنان ہمت　　　ز دست شیشہ دلیہاے دوستان فریاد

شاعر سنگدلی ہاے دشمن کو بیان کرتا اور کہتا ہے کہ جواب سنگدلی ہاے دشمنان تو ہمت کرتا ہی ہون اپنے دشمنون کو اپنی ہمت سے جواب دے سکتا ہون اور پھر افسوس کرتا اور کہتا ہے کہ ہاے دوستون کے دل گو بالکل شیشہ ہین مگر وہ میرے دشمنون کی سنگدلی سے زیادہ ہین۔ اُن کا جواب نہین دیا جا سکتا۔ اور ہمت سے وہان کام نہین نکل سکتا فریاد ہے۔

ہزار آفت و یک جان بے نواے اسد　　　خدا کے واسطے اے شاہ بیکسان فریاد

ہزار آفتین ہین اور غریب اسد کی ایک جان بے نوا ہے خدا کے واسطے اے شاہ بیکسان امداد کیجئے۔ فریاد ہے۔

ردیف رائے مہملہ

اسد اے بے تحمل عربدہ بیجا ہے ناصح سے　　　کہ آخر بیکسو نکا زور چلتا ہی گریبان پر

اس شعر کو صاف کر کے اس طرح کہا گیا ہے اور یہی اس کی شرح ہے۔

نہ لڑ ناصح سے غالب کیا ہوا گر اسنے شدت کی　　　ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہے گریبان پر

خط نوخیز نیل چشم زخم صافی عارض　　　لیا آئینہ نے حرز پر طوطی بہ چنگ آخر

میرے معشوق کا خط نو دستہ نیل ہے جو رخسارہ پر اسلئے کھینچا گیا ہے کہ اسکو نظر بد نہ لگے اور چشم بد کور ہو جائے یا رخسار ایک آئینہ مصفے تھا۔ اس نے پر طوطی سے تعویذ حفاظت حاصل کیا ہے آئینہ کو طوطی سے یہ تعلق ہے کہ آئینہ کے سامنے طوطی کو رکھ کر بولنا سکھاتے ہین۔

ہلال آسا تہی رہ گر کشادہ ہا دل چاہیے ہوا مہ کثرت سرمایہ اندوزی سے تنگ آخر

اگر تجھے دل کی کشادگی کی تمنا ہے تو ہلال کی طرح تہید ستارہ۔ اسی کے مقابلہ پر ماہ یعنی چودہویں کے چاند کو دیکھ کہ سرمایہ اندوزی نور سے اس کی کیا حالت ہوا اسکی کشادگی بالکل جاتی رہی ہے اور وہ تنگ ہو گیا ہے۔ تنگ ہونا ایک یہ کہ اس مین کشادگی کی گنجایش نہین رہی دوسرے یہ کہ رنجیدہ اور تنگدل ہے۔

تڑپ کر مر گیا وہ صید بال افشان کہ مضطر تھا ہوا ناسور چشم تعزیت زخم خدنگ آخر

وہ شکار جو پھڑپھڑا رہا تھا تڑپ کر مر گیا۔ اس غمسے زخم خدنگ ناسور چشم تعزیت بن گیا یعنی زخم تیر ناسور چشم تعزیت کے مانند ہمیشہ بہتا رہا

لکھی یارونکی بدمستی نے میخانے کی پامالی ہوئی قطرہ فشانی ہاے باران سنگ آخر

یارون کی بدمستی نے میخانے کو پامال اور ویران کر دیا اور مے سے جو انہون نے قطرہ فشانی کی اس قطرہ فشانی نے باران سنگ کا کام دیا یعنی شراب ضائع اور بیکار گئی اور میخانہ تباہ و برباد ہو گیا۔ قطرہ فشانی سے مراد لہو و لعب مین چھینٹے اڑانا۔

اسد پردے مین بھی آہنگ شوق یار قائم ہے نہین ہے نغمے سے خالی خمیدنہاے چنگ آخر

اے اسد اس پردے مین بھی آواز شوق یار اس مین موجود ہے۔ خمیدنہاے چنگ نغمے سے خالی نہین ہے یعنی وہ خمیدہ ہو گیا ہے مگر اس پردہ مین بھی وہی شوق قائم ہے۔ میرے نزدیک پردے کے بجاے یہان پیری کا لفظ ہو گا جس کی وجہ سے خمیدنہاے چنگ نہایت ہی بامعنی ہو جاتا ہے اگرچہ پردہ چنگ کو بھی غلط نہین کہا

جا سکتا مگر پھر بھی شکوک ہے۔

دیا یاروں نے بیہوشی میں درماں کا فریب آخر　　ہوا سکتے سے میں آئینۂ دستِ طبیب آخر

یاروں نے بیہوشی میں مجھے علاج کا فریب دیا یا چارہ گر کو میرے علاج کرنے کا فریب دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میں سکتے کی وجہ سے دست طبیب میں آئینہ بن کر رہ گیا یعنی سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ چارہ گر حیرت کے ساتھ مجھے دیکھ رہا ہے اور کچھ نہیں کر سکتا حیران ہے۔ میں اُسکے ہاتھ میں آئینہ کی طرح ہوں۔

رگِ گل جادۂ تارِ نگہ سے حد موافق ہے　　ملینگے منزلِ الفت میں ہم اور عندلیب آخر

رگ گل گل کی پتیوں کے اندر نازک ریشے کو کہتے ہیں شاعر اُسی سے تار نگاہ کی تشبیہ دیتا اور کہتا ہے کہ رگ گل اور جادۂ تار نگاہ دونوں آخر میں بالکل یکساں ہیں۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم اور بلبل منزل الفت پر پہونچکر ملیں گے کیونکہ وہ جادۂ رگ گل پر سالک ہے اور میرا تار نگاہ بھی ویسا ہی جادہ ہے لہذا پہونچنا دونوں کو ایک ہی جگہ ہے۔

غرورِ ضبط وقتِ نزع ٹوٹا بیقرارانہ　　نیاز بال افشانی ہوا صبر و شکیب آخر

میں اپنی زندگی بھر ضبط کرتا رہا اور کبھی بازدے طلب نہیں ہلائے یا اضطراب میں بال افشانی نہیں کی مگر کیا کیا جائے کہ یہ غرور ضبط نزع کے وقت بیقراروں کی طرح ٹوٹ ہی گیا اور وہ صبر و شکیب سب اس وقت کی بال افشانی یعنی تڑپ اور کرب کی نذر ہو کر رہ گیا۔

اسد کی طرح میری بھی بغیر از صبحِ رخساراں　　ہوئی شامِ جوانی اے دلِ حسرت نصیب آخر

جیسے غریب اسد کی شام جوانی یونہی گزر گئی اور کبھی کسی صبح رخسار کا وصل اُس غریب کو نصیب نہ ہوا ایسے ہی اے دل حسرت نصیب میری بھی شام جوانی نامرادی میں گزر گئی۔ اسمیں صنعت تجرید ہے یعنی اسد کوئی اور ہے اور قائل کوئی اور۔

فسوں یکدلی ہے لذت بیداد دشمن پر　　کہ وجد برق جوں پروانہ بال افشاں ہے خرمن پر

دشمن کے دل مین جو میرے اوپر ظلم کرنے کی لذت بھری اُس سے یکدلی اور دوستی کا شبہ ہوتا ہے کیونکہ بجلی جس کے دل مین میرے خرمن کے برباد کرنے کی لذت بیداد جاگزین ہے وہ اس طرح وجد مین آ کر اور جھوم جھوم کر میرے خرمن پر گردہی ہے جیسے تسخیر کا عمل کر دیا ہو اور کوئی کسی کے عشق و محبت مین بیتاب پھرے کیا خوب خیال ہے سبحان اللہ

تکلف خار خار التماس بیقراری ہے — کہ رشتہ باندھتا ہے پیرہن انگشت سوزن پر

خود پیراہن سینے کے وقت انگشت سوزن کے اوپر ایک رشتہ لپیٹ دیتا ہے اور یہ ایک قسم کا تکلف ہے مگر یہ تکلف دراصل اس بے قراری کا عرض کرنا ہے جو پیراہن یا سوزن کے دل مین بھری ہوئی ہے اور جو دکھے چاک ہونے کی خبر دیتی ہے۔

یہ کیا وحشت ہے اے دیوانے پیش از مرگ واویلا — رکھی بیجا بنائے خانۂ زنجیر شیون پر

کہتا ہے کہ دیوانے آخر یہ کیا وحشت ہے اور کیا جنون ہے یہ تو پیش از مرگ واویلا والا مضمون ہے شیون و ماتم کیا جاتا ہے کسی کے مرنے کے بعد مگر قربان جائیے آپ کی وحشت کے کہ آپ نے زنجیر کے گھر کی بنیاد ہی شیون کے اوپر رکھی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جب زنجیر بنانے والا بنائے گا تو ساتھ ہی اس مین صدا بھی پیدا ہو گی کیا کہی اور کتنی اچھی تخئیل ہے یہ کہ گویا خانۂ زنجیر کی بنا ہی شیون و ماتم پر ہے۔

شیشۂ آتشین رخ پر نور — عرق از خط چکیدہ روغن مور

اُس کا رخ پر نور شیشہ آتشی ہے گویا اُس کے خط سے جو عرق ٹپک رہا ہے وہ روغن مور نکل رہا ہے خط کو مور سے تشبیہ دی ہے۔

بسکہ ہون بعد مرگ بھی نگران — مردمک سے ہے خال بر لب گور

چونکہ مجھے بعد فنا بھی انتظار ہے اور میری آنکھین منتظر ہین لہذا میری تپلی میرے لب گور پر ایک خال سیاہ معلوم ہوتی ہے۔

بار لاتی ہے دانہاے سرشک　　　مژہ ہے ریشۂ رز انگور

مژگان انگور کی شاخ کی طرح لدی ہوئی یہ معلوم ہوتی ہے کہ خوشہ ہائے انگور معلوم ہی ہے مگر افسوس یہ ہے کہ اسکے دانہائے انگور اشک ہین۔

ظلم کرنا گدائے عاشق پر　　　نہین شاہان عشق کا دستور

جو لوگ کشور حسن کے حکمران ہین اُن کے یہان یہ دستور نہین ہے کہ بیچارے عاشق پر جو فقیر ہوتا ہے ظلم وستم روا رکھین یہ بڑی زیادتی ہے۔

دوستو مجھ ستم رسیدہ سے　　　دشمنی ہے وصال کا مذکور

اے دوستو مجھ ستم کش کے سامنے کوئی وصل کا ذکر نہ کرو یہ میرے ساتھ دشمنی ہے کیونکہ مین یہ سنکر اور زیادہ مضطرب اور بیقرار ہوتا ہون۔ وصال کے مذکور مین [illegible] معانی ہین جس کو یہ بھی خیال کیا جاسکتا ہے کہ میرے لئے وصل کی تدبیر [illegible] ہرگز ہرگز نہ کرو۔ یا یہ کہ اپنے وصل کا ذکر نہ کرو۔ نہایت پراثر شعر ہے

زندگانی پہ اعتبار غلط　　　ہے کہان قیصر اور کہان فغفور

زندگی پر بھروسہ کرنا در اصل ایک بڑی سخت غلطی ہے نہ قیصر باقی رہا نہ فغفور رہا پھر جب ایسے ایسے جلیل القدر بادشاہون کو موت نے نہ چھوڑا تو ہماری کیا حقیقت ہے قیصر زمانۂ سابق مین شاہ روم اور فغفور شاہ چین کا لقب تھا جیسے کہ فراعنہ شاہان مصر کا۔

کھینچیے جون اشک اور قطرہ زنی　　　اے اسد ہے ہنوز دلی دور

ابھی تو آنسوؤن کی طرح آپ قطرہ زنی کئے جائیے یعنی ابھی تو مدتون تک رواں دواں رہئے کیونکہ ہنوز دلی دور ہے یعنی ابھی مدتون رونا چاہئے تب کہین منزل مقصود پر رسائی ہوگی۔

بسکہ مائل ہے وہ رشکِ ماہتاب آئینہ پر — ہے نفس تارِ شعاعِ آفتاب آئینہ پر

چونکہ وہ رشکِ ماہتاب آئینہ پر عاشق ہے اور آئینہ دیکھتا رہتا ہے لہذا اس کی ہر سانس جو آئینہ پر پڑتی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آئینہ پر آفتاب کی شعاع پڑ رہی۔

بازگشت جادہ پیمائے رہِ حیرت کہاں — غافلاں غش جان کر چھڑکیں ہیں آب آئینہ پر

بھلا وہ شخص جو راہِ حیرت کا مسافر اور رہ نورد ہے اس کی بازگشت کی کیا صورت ہے اور وہ کیونکر پلٹ کر آسکتا ہے۔ غافل بیہوش جان کر آئینہ پر پانی چھڑک رہے ہیں قاعدہ ہے کہ جب غش آتا ہے تو منہ پر چھینٹے دیتے ہیں کہ ہوش آ جائے اسی لئے کہتا ہے کہ میں کوئی غش تو ہوا نہیں ہوں کہ مجھے پھر ہوش آ جائے اب میری بازگشت محال ہے یہ بھی رسم ہے کہ مسافر جب سفر کے لئے نکلتا ہے تو اس کے اقارب و احباب شگون واپسی کے لئے آئینہ پر پانی چھڑکتے ہیں کہ بامراد واپس آ جاوے اسی لئے کہتے ہیں کہ غافلوں نے یہی سمجھا ہے کہ میں واپس آ جاؤں گا۔ حالانکہ رہ نوردانِ حیرت کبھی واپس نہیں آتے۔ اور اس غشی سے کسی طرح بہ ہوش نہیں ہو سکتا۔

بدگماں کرتی ہے عاشق کو خود آرائی تری — بیدلوں کو ہے برات اضطراب آئینہ پر

آپ کی خود آرائی عاشق کو بدگمان کرتی ہے لوگ کہتے ہیں کہ برات عاشقاں برشاخِ آہو نہیں یہ تو ہو گا گر یہ یاد رکھئے کہ بیدلوں کو جو حصہ اضطرابِ سیم ہوتا ہے تو حالت خود آرائی میں آئینہ دیکھنے سے ہوتا ہے۔

نازِ خود بینی کے باعث خونیِ صد بیگناہ — جوہرِ شمشیر کو ہے پیچ و تاب آئینہ پر

میرے محبوب کی خود بینی کی وجہ سے آئینہ کو ناز ہے اور اسی وجہ سے وہ سیکڑوں بلکہ ہزاروں بے گناہوں کو قتل کرتا ہے اور اتنا خونی ہو گیا ہے کہ اب آئینہ کے جوہر پر جوہرِ شمشیر بھی رشک سے پیچ و تاب کھاتا ہے۔

مدعی میرے صفائے دل سے ہوتا ہے خجل — ہے تماشا زشت رویوں کا عتاب آئینہ پر

مدعی یعنی دشمن میرے دل کی صفائی دیکھکر کٹا جاتا ہے اور غصہ کرتا ہے کیا تماشا ہے کہ یہ بدصورت آئینہ پر عتاب کرتے ہین۔ حالانکہ ان کی بدصورتی مین آئینہ کا کوئی قصور نہین ہے۔

سدِ سکندر ہوا زبہرِ نگاہ گلرخان
گر کرے یون امر نہی بوتراب آئینہ پر

اگر امر بوتراب نہی کے بارے مین جاری ہو تو آئینہ گلرخون کے لئے سد سکندر بنجاے اور وہ اپنی نگاہ کو آئینہ کے پار نہ کر سکین۔

دل کو توڑا جوشِ بیتابی سے غالب کیا کیا
رکھدیا پہلو بوقت اضطراب آئینہ پر

اے غالب حالت بیتابی مین تم نے دل کو توڑ ڈالا یہ کیا کیا گویا بیتابی کے وقت آئینہ پر پہلو رکھدیا ہے جس سے وہ چور چور ہو کر رہ گیا۔

ہے کسوتِ عروجِ تغافل کمالِ حسن
چشمِ سیہ بہ مرگِ نگہ سوگوار تر

حسن کا کمال تغافل کی بلندی کے لئے ایک لباس ہے معشوق کی چشم سیاہ نگاہ کے مرجانے سے سوگوار ہے اسواسطے تغافل نگاہ کے لئے ایک موت کے برابر ہے یعنی تغافل مین نگاہ نہین کی جاتی۔ اور یہی سوگواری چشم سیاہ کا سبب ہے۔

سعیِ خرام کاوشِ ایجادِ جلوہ ہے
جوشِ چکیدنِ عرق آئینہ کار تر

یہ جو خرام ناز مین سعی فرمائی جارہی ہے یہ ایجاد جلوہ کے لئے ایک کاوش ہے یعنی یہ کاوش محض جلوہ گری کے واسطے ہے پسینہ اسکی نمائندگی کرتا ہے اور چہرہ کو آئینہ بنا رہا ہے۔

ہر گردباد حلقۂ فتراکِ بیخودی
مجنونِ دشتِ عشق تحیر شکار تر

ہر بگولا اُس کے حصول بیخودی کے لئے فتراک کا ایک حلقہ معلوم ہوتا ہے یعنی ہر بگولہ اُس کے لئے ایک بیخودی کو پھانس رہا ہے اس طرح سے عشق کے جنگل کا مجنون اور زیادہ حیرت کا شکار کر رہا ہے۔ اور دشت گردی سے اوسکی وحشت بڑھ رہی ہے۔

اے چرخ خاک بر سرِ تعمیرِ کائنات لیکن بنائے عہد وفا استوار تر

اے آسمان چاہے تو تعمیرِ کائنات کو خاک مین ملادے کچھ پروا نہین مگر عہد وفا کی بنا کو اور زیادہ بلند کر جتنا بلند کر سکے۔

ہیچ ہے قدرِ جنون آشفتہ سامانی بغیر ننگِ وحشت ہے گریبان چاکدامانی بغیر

جب تک پریشانی اور آشفتہ سامانی نہو اُس وقت تک جنونکی کچھ قدر نہین وہ گریبان جس مین چاک دامانی نہو وہ وحشتِ عشق کے لئے باعث ننگ و عار ہے۔

پائے بندِ عشق رسمِ دہر سے آزاد ہین کررہے ہین ذکر تیرا سبحہ گردانی بغیر

وہ لوگ جو عشق کے پابند ہو چکے ہین وہ زمانہ کی رسوم کی قید سے آزاد ہین اُنکو یہ ضرورت نہین ہے کہ تیرا ذکر جبھی کرین جب تسبیح لین بلکہ بغیر تسبیح وہ برابر تیرے ذکر مین مشغول ہین۔ کیونکہ وہ عشق کے پابند ہین نہ کہ تسبیح کے۔

محشر آشوبِ رسوائی ہے انداز کرم مجرمونکا دل نہین رہتا پشیمانی بغیر

یعنی تیرے کرم کا انداز آفتنہ اور رسوائی کا ایک محشر ہے اگرچہ تونے مجرمون کو انداز کرم بخش دیا ہے مگر وہ اس سے مطمئن نہین ہوے اور پشیمان ہو رہے ہین اور یہی پشیمانی اُن کیلئے ایک آشوب قیامت اور قیامت آشوب ہے اسی قسم کا فارسی کا یہ شعر ہے ؎

هفت دوزخ در نهاد شرمساری مضمر است
انتقام است اینکه با مجرم مدارا کرده

دل کا پہلے خوگر آلام ہونا شرط ہے کوئی مشکل رہ نہین سکتی ہے آسانی بغیر

یعنی دنیا مین کوئی ایسی مشکل نہین ہے جو آسان نہو سکے مگر اصل یہ ہے کہ پہلے دل کا خوگر آلام ہونا بہت زیادہ ضروری اور لازمی ہے ظاہر ہے کہ جب دل خوگر آلام ہو گیا تو پھر خود بخود ہر مشکل آسان ہو گئی۔ غالب نے خود ہی ایک جگہ اس مضمون کو یون کہا ہے ؎

رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں

ہو گدائے عجز ہمت اے غرور معصیت سنگ خارا بھی نہیں آئینہ حیرانی بغیر

اے معصیت کے غرور تجھے چاہیے کہ تو عاجزی ہمت کے لیے فقیر بنجائے یعنی تجھے چاہیے کہ عجز ہمت کو حاصل کرے کیونکہ آئینہ میں جب تک کہ حیرانی نہو وہ سنگ خارا کے درجہ سے بھی گرا ہوا ہے - یا آئینہ تو آئینہ وہ پتھر بھی نہیں

ہو ندامت آشنائے عشق ممکن ہی نہیں فکر ایجاد گریبان ذوق عریانی بغیر

یہ ممکن نہیں ہے کہ ندامت عشق کی آشنا ہو جائے اور ایجاد گریبان کا ذوق بغیر ذوق عریانی پیدا ہو سکے یعنی عشق میں عشق کی پیدایش کے ساتھ ہی ذوق رسوائی بھی پیدا ہوتا ہے -

.... اے اسد دشوار ہے جینا گرانجانی بغیر

ردیف زائے ہوز

بیگانہ وفا ہے ہوائے چمن ہنوز وہ سبزہ سنگ پر نہ اگا کوہکن ہنوز

چمن کی ہوا ابھی وفا سے بیگانہ ہے اور یہاں کہیں وفا کا نام نہیں اے کوہ کن کیوں پتھر کے اوپر تو اس سبزہ کو ڈھونڈھتا ہے وہ سبزہ ہنوز پتھر پر نہیں اُگا اِس شغل کام سے باز آ -

یارب یہ دردمند ہے کس کی نگاہ کا ہے ربط مشک و داغ سواد ختن ہنوز

اے خدا کس ظالم کی نگاہ کا تیر کھا کر دردمند ہوا ہے کہ آج تک مشک اور داغ سواد ختن کا ربط و ضبط باقی ہے آخر یہ دردمند کس کی نگاہ سے ہو رہا -

جوں جادہ سر بکوئے تمنائے بیدلی زنجیر پا ہے رشتۂ حب الوطن ہنوز

جادہ کی طرح مین کوئے بیدلی کی طرف رخ کئے ہوئے ہون - اور اسی طرف جا رہا ہون
گر کیا کیا جائے کہ وطن کی محبت کی زنجیر اب تک پاؤن مین پڑی ہے اور اس سے چھٹکارا نہین ہے
اس صورت مین کہ زنجیر حب وطن پاؤن مین پڑی ہے اپنی تشبیہ جادہ سے دینا نہایت ہی نازک
خیالی ہے -

مین دور گرد قرب بساط نگاہ تھا   بیرون دل نہ تھی تپش انجمن ہنوز

مین دور گرد اُس وقت بساط نگاہ کے قریب تھا یعنی اُس وقت نگاہ مین تھا جبکہ
انجمن کی دل کی تپش دل سے باہر بھی نہ آنے پائی تھی یعنی جب دوسرے عشاق موجود بھی
نہ تھے اُس وقت کا عاشق ہون -

تھا مجکو خار خار جنون وفا اسد   سوزن مین تھا نہفتہ گل پیرہن ہنوز

اے اسد مجھے اُس وقت بھی بے انتہا جنون وفا پیدا ہو گیا تھا - جب کہ گل پیرہن کا
مقام سوزن مین تھا - یعنی کتم عدم مین تھا یعنی مین چاک گریبانی پر اُس وقت آمادہ تھا - جبکہ
خود دامان و گریبان بھی نہ تھا -

فانوس شمع ہے کفن کشتگان شوق   در پردہ ہے معاملہ سوختن ہنوز

فانوس شمع کشتگان شوق کا کفن بن چکا ہے حالانکہ سوختن کا معاملہ ابھی تک پردہ
ہی مین ہے اور اس کا کہین مذکور بھی نہین -

کو یک شرر کہ ساز چراغان کرین اسد   بزم طرب ہے پردگی سوختن ہنوز

ایک شرر کہان سے لاؤن کہ چراغان کا سامان کرون بزم طرب اُس وقت تک جلنے
کے لئے پردہ بنی ہوئی ہے یا یہ کہ جلنے سے ہنوز پردہ کرتی ہے -

فریب صنعت ایجاد کا تماشا دیکھ   نگاہ عکس فروش و خیال آئینہ ساز

صنعت ایجاد کے اس فریب کو ذرا غور سے دیکھئے نگاہ عکس فروش ہے اور خیال آئینہ ساز ہے

ظاہر ہی کہ آنکھ مین جو عکس پڑتا ہو وہی ظاہر کرتی ہی یا یہ کہ نگاہ برابر عکس معشوق دکھا رہی
ہے اور خیال آئینے تیار کرتا جا رہا ہے یعنی میرے فریب دینے کے لئے دونون آمادہ ہین

زبسکہ جلوۂ صیاد حیرت آرا ہے　　اڑی ہی صفحۂ خاطر سے صورت پرواز

چونکہ جلوۂ صیاد حیرت آرائی کرتا ہے اور جلوۂ صیاد نے مجھے حیران کر دیا ہے لہذا
میرے صفحۂ خاطر سے صورت پرواز محو ہو کر رہ گئی ہی۔

ہجوم فکر سے دل مثل موج لرزے ہے　　کہ شیشہ نازک و صہبائے آبگینہ گداز

فکر کے ہجوم سے دل موج کی مانند کانپتا ہی کیونکہ دل ایک شیشہ کی طرح ہے اور اسکے
اندر شراب محبت بھری ہی جو اس قدر تیز اور تند ہے کہ شیشہ کو بھی گلا دیتی ہی اسیوجہ سے
فکر اور پریشانی کا ہجوم ہو رہا ہے اور دل موج کی مانند لرز رہا ہی۔

اسد سے ترک وفا کا گمان وہ معنی ہی　　کہ کھینچیے پر طائر سے صورت پرواز

اسد کی طرف سے یہ گمان کرنا کہ یہ ترک وفا کرے گا یہ معنی رکھتا ہی اور اس کی ایسی
مثال ہی جیسے طائر کے پر سے پرواز کی طاقت کوئی سلب نہیں کر سکتا اسی طریقہ
پر مجھ سے بھی ترک وفا ممکن نہیں ہے!

آئی اک عمر سے معذور تماشا نرگس　　چشم شبنم مین نہ ٹوٹا مژۂ خار ہنوز

نرگس غریب ایک عمر سے بینائی سے معذور ہے مگر شبنم جو تمام چمن کا نظارہ کرتی ہے
اب تک وہ اندھی نہین ہوئی اور اس کی آنکھ مین کوئی خار نہ چبھا۔

کیون ہوا تھا طرف آبلۂ پا یا رب　　جادہ ہی واشدن پیچش طومار ہنوز

آخر جادہ نے آبلہ پا سے کیون شرط لگائی تھی کہ آج تک کسی ایسے طومار کا کھلنا نامعلوم
جس مین کھلنے پر بھی پیچ و تاب باقی ہے طومار کسی لمبے اور لپٹے ہوئے کاغذ کو کہتے ہین جو کھلنے
پر بھی لپٹا رہتا ہے۔

حسن خود آرا کو ہے مشق تغافل ہنوز ہے کف شاطہ مین آئینۂ گل ہنوز

ہنوز حسن خود آرا تغافل کی مشق کر رہا ہے کیونکہ شاطہ کے ہاتھ مین گل کا آئینہ ہے

سادہ و پرکار تر غافل و ہشیار تر مانگے ہے شمشاد سے شانۂ سنبل ہنوز

میرا محبوب کس قدر سادہ ہے اور کس قدر پرکار اور ہوشیار ہو کہ شمشاد سے شانۂ سنبل کی فرمایش کر رہا ہے حالانکہ جانتا ہے کہ شانۂ سنبل شمشاد کہان سے بہم پہونچائے گا اس مین پرکاری یہ ہے کہ وہ کسیوقت اپنی زینت سے غافل نہین ہے اور سادگی یہ ہے کہ شمشاد سے ایک ایسی چیز کی طلب ہے جو اُسکے لئے محال ہے۔

ساقی و تعلیم رنج محفل و تمکین گران سیلی استاد ہے ساغر بے مُل ہنوز

ساقی کا کام یہ ہے کہ رنج کی تعلیم دے رہا ہے اور تمکین و تمکن والے لوگ اپنی تمکین میں مصروف ہین تو گویا کہ خالی پیالہ بے شراب دینا اُستاد کے طمانچہ کا کام دیتا ہے جو شاگردون کو تعلیم دینے کے لئے لگایا جاتا ہے۔

چاک گریبان کو ہے ربط تامّل ہنوز غنچہ مین دل تنگ ہے حوصلۂ گل ہنوز

چاک گریبان ابھی تامل سے ربط رکھتا ہے یعنی ابھی چاک نہین ہوا تو گویا ابھی گل کا حوصلہ حالت غنچگی مین گھٹا ہوا تکلیف دے رہا ہے۔

داغ اطفال ہے دیوانہ بہ کہسار ہنوز خلوت سنگ مین ہے نالہ طلبگار ہنوز

دیوانہ کہسار مین اب تک طفلان سنگ انداز کی وجہ سے بیقرار اور پریشان ہے کیونکہ پردۂ سنگ مین طلبگار نالہ ہے یا یہ کہ طفلان سنگ انداز کی جدائی مین دیوانہ ہنوز کہسار مین بیقرار ہے کیونکہ نالہ ابھی خلوت سنگ مین اُس کا طلبگار ہے اور وہ اس جدائی کی وجہ سے اُس سے جدا ہے۔

خانہ ہے سیل سے خوگردۂ دیدار ہنوز دور بین درزدہ ہے رخنۂ دیوار ہنوز

سیل کی وجہ سے میرا گھر اس وقت تک خوگر دیدار بنا ہوا ہے وہ رخنہ جو سیلاب آنے سے دیوار میں پیدا ہوا تھا وہ گویا ایک دیدہ ہیں لگائے ہوئے انتظار دیدار میں بیٹھا ہے

دل کی صدائے شکست ساز طرب ہے اسد — شیشۂ بے بادہ سے چاہیے ہے قلقل ہنوز

اے اسد دل کے ٹوٹنے کی آواز ایک ساز طرب ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ تو شیشۂ بے بادہ سے قلقل کا خواستگار ہے گویا دل ایک شیشۂ بے بادہ ہے جس کی مانند شکست تیرے لئے صدائے قلقل ہے۔

دل میں ہے سودائے زلف مست تغافل ہنوز — ہے مژۂ خوابناک ریشۂ سنبل ہنوز

اس شعر میں دو چیزوں کو دو چیزوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ سودائے زلف کو ریشۂ سنبل سے اور ریشۂ سنبل کو مژۂ خوابناک سے کہا ہے کہ میرے دل میں سودائے زلف اس وقت تک مست تغافل پڑا ہوا ہے اور وہ ریشۂ سنبل معلوم ہوتا ہے جو اس غفلت اور بیخبری کی وجہ سے مژۂ خوابناک بنا ہوا ہے۔

آئینۂ امتحان نذر تغافل اسد — شبہت اسباب ہے وہم توکل ہنوز

اے اسد تو نے آئینۂ امتحان کو نذر تغافل کر دیا ہے حالانکہ اسباب شبہت موجود ہے مگر تو ابھی تک توکل کے وہم و خیال میں گرفتار ہے اور سمجھ رہا ہے کہ میں توکل کر رہا ہوں اس کو تغافل یعنی جان بوجھ کر غفلت کرنا کہتے ہیں۔

کو بیابان تمنا و کجا جولان عجز — آبلے پا کے ہیں یہاں رفتار کو دندان عجز

بھلا کہاں تمنا کا بیابان اور کہاں عجز کی جولانی کوئی نسبت اور مناسبت ہی نہیں آبلے جو پاؤں میں پڑ گئے ہیں وہ رفتار کے لئے دندان عجز بن گئے ہیں یعنی جیسے کہ عاجز ہو کر کوئی دانت نکال دیتا ہے بالکل ایسی ہی صورت ہے کہ رفتار نے سر بیابان تمنا سے عاجز ہو کر دانت نکال دیئے ہیں یہی عجز کی جولانی ہے۔

ہو قبول کم نگاہی تحفۂ اہل نیاز — اے دل و اے جان ناز اے دین اے ایمان عجز

اے دل وجان ناز۔ اے میرے عجز کے دین و ایمان اہل نیاز کے تحفے کے لئے کم نگاہی کو حکم دے کہ قبول کرے اور ان غریبوں کے پاس کیا رکھا ہے بس یہی ہے۔

بوسہ پا انتخاب بدگمانی ہائے حسن — یان ہجوم عجز سے تا سجدہ ہے جولان عجز

اس میں ایک چھوٹا سا واقعہ درج کیا ہے جیسے کہ ایک عاشق ستم رسیدہ اشتیاق و شوق تمنا سے عاجز ہو کر۔ روز معشوق کے قدموں پہ جھک پڑا معشوق کو خیال ہوا کہ یہ پاؤں چومنا چاہتا ہے جب اس کو یہ معلوم ہوا تو کہنے لگا کہ میں اور بوسہ پا استغفر اللہ ایسا کب ہو سکتا ہے بدگمانی حسن کا انتخاب تہمت ہے یہاں تو عجز دنیاز کا اتنا ہجوم ہے کہ عجز کی اگر بہت بڑی دوڑ ہے تو صرف سجدہ تک کیا بوسہ اور کیسی پاے بوسی۔

حسن کو غنچوں سے ہے پوشیدہ چشمی ہائے ناز — عشق نے وا کی ہے ہر اک خار سے مژگان عجز

حسن غنچوں سے چپکے چپکے دزدیدہ نگاہیاں کر رہا اور ناز کے ساتھ نظر میں لا رہا ہے عشق اس کی دید بحال میں مصروف ہے اور عشق ہر ایک خار سے مژگان عجز بنا کر آنکھیں کھولے یہ حال پا میں نا دیکھ رہا ہے غنچوں کے لحاظ سے حسن کی پوشیدہ چشمی کہنا نہایت ہی انسب ہے خار کو مژگان عجز کہنا بھی ایک تازگی رکھتا ہے۔

اضطراب نارسائی مایۂ شرمندگی — ہے عرق ریزی خجالت جوشش طوفان عجز

نارسائی کی بیقراری باعث شرمندگی ہوتی ہے اور اس شرمندگی سے جو عرق ریزی ہوتی ہے وہ گویا طوفان عجز کی جوشش ہے یعنی طوفان عجز میں جوش اور تلاطم اس طرح سے پیدا ہوتا ہے کہ بیقراری کا اضطراب شرمندگی کا سامان بنتا ہے اور اس شرمندگی کی وجہ پسینہ آتا ہے۔

وہ جہان مسند نشین بارگاہ ناز ہو — قامت خوبان ہو محراب نیازستان عجز

میرا محبوب جس جگہ بارگاہ ناز میں مسند نشین ہو وہاں تمام سرو قدوں کے قد جھک کر نیازستان عجز کی محراب بن جائیں حاصل کلام یہ کہ جہاں میرا محبوب جلوہ گر ہوگا اس جگہ

بڑے بڑے شمشاد قد از راہ نیاز جھک جائیں گے۔

بسکہ بے پایاں ہے صحرائے محبت اے اسد — گرد باد اس راہ کا ہے عقدۂ پیمان عجز

صحرائے محبت کی کوئی حد نہایت نہیں ہے اور یہ ایک کف دست میدان بے پایاں ہے۔ اس راہ میں جو بگولے نظر آتے ہیں وہ بگولے نہیں ہیں بلکہ عقدے ہیں جو پیمان عجز کے وقت ڈالے جاتے ہیں یعنی عہد کرنے میں یادداشت کے لئے گرہ لگائی گئی تھیں۔

نہ بندھا تھا بعدم نقش دل مور ہنوز — تب سے ہے یاں دہن یار کا مذکور ہنوز

یعنی جبکہ عدم میں دل مور کا نقش بھی پیدا نہ ہوا تھا ہم اس وقت سے اس وقت تک برابر دہن یار کا مذکور کر رہے ہیں۔ دہن یار کے مذکور اور دل مور میں بوجہ تنگی اور چھوٹے ہونے کے جو مناسبت ہے وہ ظاہر ہے

سبزہ ہے نوک زبان دہن گور ہنوز — حسرت عرض تمنا میں ہوں رنجور ہنوز

میں حسرت عرض تمنا میں مرگیا تھا اُس کا اثر بعد مُردن بھی ظاہر ہے کہ وہ سبزہ جو دہن گور پر اُگا ہے سبزہ نہیں ہے بلکہ نوک زبان گور ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ میں حسرت عرض تمنا میں ابھی تک رنجور ہوں۔

صد تجلی کدہ ہے صرف جبین غربت — پیرہن میں ہے غبار شرر طور ہنوز

میری جبین غربت میں سو تجلی کدے پوشیدہ ہیں گویا کہ میرے پیراہن میں ابھی تک غبار شرار طور مخفی اور موجود ہے جبین غربت میں شائد تجلی کدہ بوجہ درخشانی گرد غربت بتایا گیا ہے جو پیشانی پر موجود ہے۔

زخم دل میں ہے نہاں غنچۂ پیکان نگار — جلوۂ باغ ہے در پردۂ ناسور ہنوز

میرے دل کے زخم میں ایک نگار (نقش یا معشوق) کے پیکان کا غنچہ مخفی اور مستور ہے لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ اس ناسور کے پیچھے ایک باغ کا جلوہ یا نگارستان ہو۔

پا پر از آبلہ راہ طلب مے مین ہوا ۔۔۔ ہاتھ آیا نہین یک دانۂ انگور ہنوز

طلب مے مین دوا دوش کرتے کرتے پاؤن مین اتنے آبلے پڑے کہ پاؤن آبلون سے بھر گیا مگر محرومی کو دیکھئے کہ اس وقت تک ایک دانہ انگور بھی ہاتھ نہین آیا ہے پاؤن کا آبلون سے بھرا ہونا اور ایک انگور ہاتھ نہ آنا ایک لطف رکھتا ہے جو طبع سلیم پر پوشیدہ نہین ہو۔

گل کھلے غنچے چٹکنے لگے اور صبح ہوئی ۔۔۔ سرخوش خواب ہے وہ نرگس مخمور ہنوز

پھول کھلنے لگے بلکہ کھل گئے غنچے چٹکے صبح نمودار ہو گئی مگر ہنوز میرے معشوق کی چشم مخمور مصروف خواب راحت و آرام ہے۔

اے اسد تیرگی بخت سیہ ظاہر ہے ۔۔۔ نظر آتی نہین صبح شب دیجور ہنوز

اے اسد میرے نصیب کی تاریکی اس سے ظاہر ہے کہ میری شب دیجور فرقت کی اس وقت تک صبح نہین ہوئی یا یہ کہ اے اسد بخت سیاہ کی تاریکی ظاہر ہے اور اسکو دیکھ کر یقین ہوتا ہے کہ میری شب تاریک غم کی سحر ابھی تک نہین ہوئی۔

ردیف (س)

کب فقیرون کو رسائی بت میخوار کے پاس ۔۔۔ تونبی بو دیجئے میخانہ کی دیوار کے پاس

فقیرون کی رسائی بت میخوار کے پاس کب ہو سکتی ہے بس ایک یہی ترکیب ہے کہ میخانے کی دیوار کے پاس ایک تونبی کا درخت بو دیا جائے تونبی چونکہ استعمال شراب مین آتی ہو لہذا یہ وہان تک پہونچیگی اور چونکہ تونبی فقیرون کے بھی کام آتی ہے اس لئے گویا فقیرون کی ایک چیز کا گزر بت میخوار تک ہو جائے گا۔ ورنہ اور کوئی صورت رسائی کی نہین ہو یا یہ کہ تونبی چونکہ فقیرون کے پاس رہتی ہو اس لئے جب وہ بڑہے گی اور میخانے کی دیوار سے گزر کر میخانے مین جائے گی تو بت میخوار تک اس کی رسائی ہو گی اور پھر اسی کے

ذریعہ سے فقیر دن کا بھی حصہ مل رہے گا۔

حاصل دل بستگی ہے عمر کوتاہ اور بس وقت عرض عقدہ ہائے متصل تار نفس

یعنی دل لگانے کا حاصل بس عمر کوتاہ ہے اور کچھ بھی نہیں ہے گویا تار نفس ایک رشتۂ گرہ دار ہے جو دمبدم پیش ہو رہا ہو کر دنیا دیکھ لے کہ دل بستگی سے عمر کے یوں ٹکڑے اڑ جاتے ہیں اُس کو بار بار جوڑا گیا ہو تب جا کر یہ صورت بنی ہے تو گویا تار انفاس اُن گرہوں کو پیش کر رہا ہے جو متصل رشتۂ عمر میں پڑی ہوئی ہیں۔

کیوں نہ طوطی طبیعت نغمہ پیرائی کرے باندھتا ہے رنگ گل آئینہ بر چاک قفس

پھر کیا سبب ہو کہ طوطی طبیعت نغمہ پیرائی نہ کرے جب رنگ گل نے قفس کے سامنے ایک آئینہ رکھ چھوڑا ہے یعنی رنگ گل ایک آئینہ معلوم ہوتا ہے اور آئینہ کو دیکھ کر طوطی نغمہ پردازی میں ہمیشہ مصروف و مشغول ہوتا ہے اسی طرح میری طبیعت بھی جوش میں آجاتی ہے۔

اے ادا فہمان صدا تنگی فرصت سے ہے خون ہے بصحرائے تحیر چشم قربانی جرس

اے ادا فہمو اور اے رمز شناسو ذرا اس رمز کو سمجھو کہ وہ جانور جو ذبح ہوتا ہو یا وہ شخص جو مذبوح و قربان ہوتا ہو اُس کی آواز نہ نکلنے کی وجہ کیا ہوتی ہے وجہ یہ ہو کہ صحرائے حیرت میں چشم قربانی سے جرس کا کام لیا جاتا ہے اور بس وہاں کے لئے یہی جرس ہو۔

دوسرے معنی جو زیادہ قرین قیاس ہیں یہ ہیں کہ اے ادا فہمو اس بات کو سمجھو کہ صحرائے حیرت میں فرصت کی تنگی کی وجہ سے صدا خون ہو کر رہ گئی ہے اور جرس چشم قربانی کی طرح بے صدا ہو کر رہ گیا ہے۔

تیز تر ہوتا ہے خشم تند خویاں عجز سے ہے رگ سنگ فسان تیغ شعلہ خار و خس

جتنی عاجزی کیجئے تند خویان کا غصہ اور بھی زیادہ تیز ہوتا ہے دیکھو کہ خار و خس جو ذلیل عجز ہیں وہ شعلہ کی تلوار کے سنگ فسان کے واسطے رگ سنگ بن جاتے ہیں جن سے

شعلہ اور تیز ہوتا ہے سنگ فسان وہ پتھر جس پر تلوار چھری وغیرہ تیز کرتے ہیں رگ سنگ وہ ہلکی ہلکی لکیریں یا خط جو پتھر پر پڑی ہوتی ہیں۔ خار و خس کو دلیل عجز اس واسطے کہا کہ وہ خود ایک نہایت حقیر اور ذلیل چیز ہے یا یہ کہ عاجز ہوتے وقت تنکا دانتوں میں دبا لیا کرتے ہیں جیسا کہ خود مرزا نے کسی جگہ کہا ہے ؎

دم آئی سطوت قاتل بھی مانع میرے نالوں کو
لیا دانتوں میں جو تنکا ہوا ریشہ نیستاں کا

یا

داغ پشت دست عجز شعلہ خس بدنداں ہے　　اے ہوس مبارک ہو کار عشق آساں ہے

یا

خموشی ریشہ صد نیستاں سے خس بدنداں ہو

غرضکہ تنکے کو دلیل عجز ٹھہرانا ایک مضمون معروف ہے اور اکثر جگہ اس مضمون کو مرزا نے کہا ہو

سختی راہ محبت منع دخل غیر ہے　　پیچ و تاب جادہ ہے یاں جوہر تیغ عسس

یعنی راہ محبت کی سختی جو غیروں کو اس میں داخل ہونے سے باز رکھتی ہے یہاں کے جادۂ راہ کا پیچ و تاب تیغ عسس کے جوہر کا کام دیتا ہے عسس کو توال کو کہتے ہیں جو محافظت شہر و اہل شہر کے لئے ہوتا ہے اسی لئے وہ جوہر تیغ عسس برابر پاسبانی میں مشغول ہو اور کسی غیر کو اس راہ پر نہیں آنے دیتا۔

اے اسد ہم خود اسیر رنگ و بوے باغ ہیں　　ظاہرا صیاد ناداں ہے گرفتار ہوس

اے اسد اصل واقعہ یہ ہے کہ ہم خود اسیر رنگ و بوے باغ ہو کر رہتے ہیں اور صیاد نادان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم نے گرفتار کر رکھا ہے یہ بالکل خیال خام ہو اس طرح وہ خود قید ہو

دشت الفت میں ہے خاک کشتگان محبوس بس　　پیچ و تاب جادہ ہے خط کف افسوس بس

دشت الفت میں بس کشتوں کی خاک قید ہو اور کچھ بھی نہیں جادے کا پیچ و تاب سمجھ بلکہ یہ مجبوروں کے دست افسوس کے خطوط نمایاں ہو رہے ہیں جو برابر اپنے حال پر افسوس کر رہے ہیں

دست افسوس وہ ہاتھ جو افسوس سے ملے جائیں۔

ہے تصور میں نہاں سرمایۂ صد گلستاں — کاسۂ زانو ہے مجکو بیضۂ طاؤس بس

میرے تصور میں سرمایہ صد گلستان پوشیدہ اور مخفی ہے اور میں جو اپنے کاسۂ زانو پر محو تصور ہو کر سر جھکائے ہوئے ہوں تو یہ کاسۂ زانو میرے لئے بیضۂ طاؤس بن گیا ہے جس میں سیکڑوں رنگ مخفی و مستور ہیں بیضۂ طاؤس سے کاسۂ زانو کو اس لئے تشبیہ دی کہ اس میں رنگا رنگی ہوتی ہے اور اسی رنگینی اور رنگا رنگی کو سرمایۂ صد گلستان کہا گیا ہے۔

کفر ہے غیر از وفور شوق رہبر خواستن — راہ صحرائے حرم میں ہے جرس ناقوس و بس

سوائے وفور شوق کے کسیکو اپنا رہنما اور رہبر بنانا گناہ اور کفر ہے راہ صحرائے حرم میں صرف جرس کو ناقوس سمجھنا چاہیئے کیونکہ جرس سے وفور شوق نمایاں ہے۔ لہٰذا یہی رہبر ہے ناقوس کی ضرورت نہیں ہے۔

یک جہاں گل تختۂ مشق شگفتن ہے اسد — غنچۂ خاطر رہا افسردگی مانوس و بس

ایک زمانہ کے باغ اور گل تختۂ مشق شگفتن بنے ہوئے ہیں یعنی زمانہ بھر میں پھول کھل رہے ہیں مگر اے اسد غنچۂ خاطر ابتک افسردہ ہے اور وہ کسی طرح نہیں کھلتا اس کو برابر اپنی افسردگی سے انس ہے اور افسردگی ہی میں خوش ہے۔

کرتا ہے بہ یاد بت رنگین دل مایوس — رنگ نظر رفتہ حنائے کف افسوس

میرا مایوس دل اس بت رنگین ادا کی یاد میں اس رنگ زمانہ کو جو نظر کے سامنے سے غائب ہو چکا ہے اپنے کف افسوس کے لئے حنا بنا رہا ہے اور اس سے دست افسوس کو زینت دے رہا ہے حاصل یہ ہو کر رنگ رفتہ زمانہ کی وجہ سے کف افسوس مل رہا ہوں اور اس بت رنگین ادا کو یاد کر رہا ہوں۔

تھا خواب میں کیا جلوہ نظر جوش زلیخا — ہے بالش دل سوختگان میں پر طاؤس

یعنی خواب مین زلیخا نے کونسے ایسے جلوۂ نظر جوش کو دیکھا تھا کہ آج تک دل سوختہ لوگون کے تکیہ مین پر طاؤس بھرے جاتے ہین یا یہ کہ کونسا ایسا جلوہ دیکھا تھا کہ اس نے نظر کو جوش مین ڈال دیا تھا - یا یہ کہ دیوانگان عشق اور دل سوختگان غم کے تکیون مین پر طاؤس بھرے ہین - انھین مین سے کوئی جلوہ وہ بھی ہوگا یا یہ کہ دل سوختگان کے بالش مین پر طاؤس ہین جن مین بہت سے رنگ ہین اور ان کی نظر جوش نہین کھاتی ہے زلیخا کو ایسے کونسے جلوے نے محو بنا دیا تھا کہ وہ خواب ہی مین دیکھ کر دیوانی ہو گئی تھی -

حیرت سے رخ دوست کے از بسکہ ہین بیکار　　　خور قطرۂ شبنم مین ہے جون شمع بہ فانوس

چونکہ جلوۂ رخ دوست نے حیران کر دیا ہے اور اسی وجہ سے وہ بیکار ہو گیا ہے تو اب آفتاب قطرۂ شبنم کے اندر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کہ شمع پردہ فانوس مین چھپی ہوتی ہے

دریافتن صحبت اغیار غرض ہے　　　اے نامہ رسان نامہ رسان چاہئے جاسوس

مطلب یہ ہے کہ وہ یعنی نامہ بر یہ دیکھ آئے کہ اس کی اغیار سے کیسی صحبت رہتی ہے اور کیونکر گزرتی ہے اے نامہ بر نامہ بر جاسوس ہونا چاہئے -

یا یہ کہ نامہ بر ایسا ہو جو غیر کی صحبت مین بار پا سکے اور وہان کے حالات معلوم کر سکے لہذا نامہ بر کو جاسوس ہونا چاہئے -

ہے مشق اسد دستگہ وصل کی منظور　　　ہون خاک نشین از پئے ادراک قدمبوس

اے اسد مجھے منظور یہ ہے کہ قدرت وصل کی مشق کر دن اس واسطے ادراک قدمبوسی کے لئے خاک نشین ہو رہا ہون کیونکہ یہ صورت بھی ایک وصل کی صورت ہے اور یہ اول مشق دستگاہ وصل ہے -

ہوئی ہے بسکہ صرف مشق تمکین بہار آتش　　　بہ انداز حنا ہے رونق دست چنار آتش

آگ چونکہ بہار کی مشق تمکین مین مصروف ہے تو چنار کے ہاتھ پر (جو پتون سے مراد ہے) حنا کی طرح لگ رہی ہے - چنار کے پتے کو شعرا پنجۂ چنار کہتے ہین اور غلب

کہ اس کو سرخ بھی مانا ہے۔

نہالے بے گداز موم ربط پیکر آرائی ۔ نکالے کیا نہال شمع بے تخم شرار آتش

بغیر گداز موم کے پیکر آرائی اس سے ہو ہی نہیں سکتی ظاہر ہے کہ نہال شمع میں جب تک تخم شرار نہ بویا جائے گا اُس وقت تک آگ نہیں نکل سکتی۔

خیال دود تھا سر جوش سودائے غلط فہمی ۔ اگر رکھتی نہ خاکستر نشینی کا غبار آتش

دہوین کے خیال سے میرے سودائے غلط فہمی کا سر چکرا جاتا اور اس مین ایک قسم کا جوش پیدا ہو جاتا ہے اگر کہین آگ کے اندر خاکستر نشینی کا غبار موجود نہوتا یعنی میری غلط فہمی کو اس کے دہوین سے طرح طرح کے خیال پیدا ہو جاتے مگر خیریت ہوئی کہ آگ مین اس کی خاکستر نشینی کی وجہ سے مادہ غبار بھی موجود ہے جو عشاق یا اس قسم کے لوگون مین نہین ہوتا اس لئے اب کوئی غلط فہمی اس کی طرف سے نہین ہے۔

ہوائے پر فشانی برق خرمنہائے خاطر ہے ۔ ببال شعلہ بیتاب ہے پروانہ زار آتش

آگ کے دل مین پر فشانی کی ہوا سما گئی ہے اور یہ اُس کے واسطے برق خرمن بنی ہوئی ہے گویا وہ اس کے بازو ہین اور اُن بازوون کی وجہ سے وہ پروانہ زار بنا گئی ہے یعنی یہی اڑنے کی خواہش اُس کے لئے برق خرمن ہے کہ اس کے وجود کو جلا رہی ہے اور یہ صاف ظاہر ہے کہ شعلہ افشانی ہی آگ کو آگ بناتی اور جلاتی ہے۔

نہین برق و شرر جز وحشت و ضبط تپیدن ہا ۔ بلا گردان بے پروا خرامی ہائے یار آتش

برق و شرر دونون کیا ہین یہ ضبط و تپیدن کی وحشت کے سبب سے پیدا ہوئی ہین گویا آگ یار کی بے پروا خرامی پر بلا گردان ہو رہی ہے یعنی آگ کی وحشت اور ضبط تپیدن کی وجہ سے یہ دونون چیزین پیدا ہوئی ہین۔

دہوین سے آگ کے اک ابر دریا بار پیدا ہو ۔ اسد حیدر پرستون سے اگر ہووے دوچار آتش

صاف شعر ہے کہ اگر آگ ہم حیدر پرستون کے مقابلہ پر آکر کوئی گزند پہونچانے کا
ارادہ کرے تو اس کے دہوین سے اک ابر دریابار پیدا ہو جائے اور وہ خود اس سے
نقصان اٹھائے یا کچھ بھی نہ کر سکے۔

بہ اقلیم سخن ہے جلوۂ گرد سواد آتش — کہ ہے دود چراغان سے ہیولاے مداد آتش

آگ اقلیم سخن مین گرد سواد کا جلوہ معلوم ہوتی ہے یعنی اقلیم سخن کی گرد سواد ہے گرد سواد
وہ ہوا ہے یا وہ غبار جو منزل کے قریب کہائی دیا کرتا ہے تو گویا آتش کے جلوہ سے ظاہر
ہوتا ہے کہ اقلیم سخن کے قریب آپہونچے اور یہ قرب اس وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آتش سے چراغ
جلتے ہین اور چراغون کے دہوین سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہیولاے مداد یعنی روشنائی کا مادہ
ہے جو سخن کی منزل سے بہت ہی نزدیک کر دیتا ہے۔ دود چراغ کو ہیولاے مداد کہنا ایک
خاص لطف رکھتا ہے اس لئے کہ ایک تو ظاہری صورت سے وہ تاریک ہے اور روشنائی
سے اشبہ ہے دوسرے اسی دہوین کے کاجل سے روشنائی تیار کی جاتی ہے نہایت پیچیدہ
اور نیا خیال ہے جیسے کہ ؎

گمس کو باغ مین جانے نہ دیجیو
کہ ناحق خون پروانے کا ہوگا

کرے ہے لطف انداز برہنہ گوئی خوبان — بہ تقریب نگارشہاے سطر شعلہ یاد آتش

آتش سطر شعلہ لکھ لکھ کر یا سطر شعلہ لکھنے کی تقریب مین انداز برہنہ گوئی یعنی صاف گوئی
اور فاش گوئی خوبان یاد کر رہی ہے یا یہ کہ معشوقون کی عریان نویسی سطر شعلہ سے آگ کا منظر یاد دلاتی ہے

دیا داغ جگر کو آہ نے رنگ اور شگفتن کا — نہو بالیدہ غیر از جنبش دامان باد آتش

آہ نے میرے داغ کو رنگ دیا اور رنگ بھی شگفتن کا کہ جس سے وہ گل کی طرح شگفتہ
ہو گیا۔ سچ ہے آگ پر جب تک دامان باد نہ جھپکا یا جائے اس وقت تک اس مین شگفتگی
اور بالیدگی پیدا نہین ہو سکتی ہے۔ گویا میرا داغ جگر آگ ہے اور آہ دامان
باد ہے۔

اسد قدرت سے حیدر کی ہوئی ہر گبر و ترسا کو — شرار سنگ بت ہی بر بنائے اعتقاد آتش

اے اسد حیدر کرار کی یہ دستگاہ اور یہ قدرت قابل دید ہے کہ بت پرستی چونکہ آپ کے نزدیک ممنوع ہے اور اس کی پاداش میں بت پرستون کو آگ مین جلایا جائے گا اس لئے خود بتون کے پتھر سے آگ نکلنے لگی اور وہ ہر بت پرست کے لئے عذاب آتش بن گئی گویا شرار سنگ بت وہ آگ ہے جس سے اعتقاداً آپ نے خوف دلایا تھا۔

ردیف (ع)

شمع سے ہی بزم انگشت تحیر در دہن — شعلۂ آواز خوبان پر بہ ہنگام سماع

شمع کی وجہ سے بزم انگشت حیرت در دہان معلوم ہوتی ہے اور یہ حیرت شعلۂ آواز خوبان کے سماع کی وجہ سے ہے۔

بسکہ ہو وہ قبلۂ آئینہ محو اختراع — ہے چون پر طاؤس جوہر تختۂ مشق رنگ ہے

وہ قبلۂ آئینہ چونکہ اداؤن کا اختراع کر رہا ہے اس لئے جوہر آئینہ کا ایک رنگ آتا ہے اور ایک جاتا ہے اور گویا وہ تختۂ مشق رنگ بن گیا ہے اور پر طاؤس کی سی رنگینی پیدا کر دی ہے جوہر کے رنگ کا تغیر اس کی درخشانی اور تابانی کی وجہ سے ہے۔

رنجش حیرت سرشتان سینہ صافی پیشکش — جوہر آئینہ ہی یان گرد میدان نزاع

حیرت سرشتون کی رنجش عام لوگون کی سی رنجش نہین ہے اور ان کا کوئی کام عوام سے ملتا جلتا نہین ہے وہ قطعاً اُن سے جدا ہے ان کی رنجش مین سینہ صافی ہے گویا ان کے نزاع کے میدان کی گرد جوہر آئینہ ہے۔

چار سوے دہر مین بازار غفلت گرم ہی — عقل کے نقصان سے اٹھتا ہی خیال انتفاع

یعنی زمانہ کے ہرگوشہ مین غفلت کا بازار گرم ہے اور اہل زمانہ غافل ہن یہ کم بخت یہ نہین سمجھتے کہ خیال انتفاع کی حقیقت ہی بس اتنی ہے کہ اس زمانہ مین وہ عقل کے نقصان کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی ہستی نہین ہے۔

آشنا غالب نہین ہین درد دل کے آشنا   ورنہ کس کو میرے افسانے کی تاب استماع

اے غالب اصل مین میرے دوست درد دل سے واقف ہی نہین ہین اور اُن کو معلوم ہی نہین ہے کہ درد دل کہتے کس کو ہین ورنہ بھلا یہ کب ممکن تھا کہ وہ میرے افسانے کو سن سکتے۔

ردیف (غ)

عشاق اشک چشم سے دھوئین ہزار داغ   دیتا ہو اور جون گل و شبنم بہار داغ

چاہے عاشق اپنی آنکھون کے آنسوؤن سے ہزار طرح داغ کو دھوئین مگر اس سے کیا ہو سکتا ہے وہ مٹ نہین سکتا بلکہ ان آنسوؤن سے اور بھی ترقی پذیر ہوتا جاتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے پھولون پر اوس پڑی ہو۔

جون چشم باز ماندہ ہے ہر یک بسوے دل   رکھتا ہو داغ تازہ کا یان انتظار داغ

میرے ہر داغ کی صورت یہ ہے کہ جیسے کوئی چشم واماندہ ہوتی ہے تو گویا میرا ہر داغ دل چشم واماندہ ہے جو دل کی طرف تک رہا ہے اور یہ تکنا بلاوجہ نہین ہے بلکہ میرے ہر ایک داغ کو ایک نئے داغ کا انتظار ہے اور ہر ایک داغ چشم براہ داغ ہے۔

بے لالہ عارضان مجھے گلگشت باغ مین   دیتی ہے گرمی گل و بلبل ہزار داغ

مین جب باغ مین گل گشت کے لئے جاتا ہون اور گل و بلبل کی گرمی محبت کو دیکھتا ہون تو مجھے اپنے محبوبون کی یاد آتی ہے اور چونکہ وہ ہمراہ نہین ہوتے اور اُن سے جدائی ہوتی ہے تو یہ جدائی میرے لئے باعث رنج ہوتی ہے اور میرے دل مین اس سے ہزارون داغ پڑ جاتے ہین۔

جون اعتبار نامہ و خط کا ہو مہر سے   یون عاشقون مین ہے سبب اعتبار داغ

جس طرح کہ خط کا اعتبار اس وقت کیا جاتا ہے جب اُس کے اوپر مہر لگی ہوتی ہو اسی طرح عاشق کے عشق کا بھی اُسی وقت اعتبار کیا جاتا ہے جبکہ اس کے دل مین داغ پڑے ہون گویا کہ یہی مہر ہے اور یہی عشق صادق کی سند ہے۔

ہوتے ہین نیست جلوۂ خور سے ستارگان   دیکھ اسکو دل سے مٹ گئے بے اختیار داغ

جیسے کہ سورج کے طلوع ہونے پر تمام تارے چھپ جاتے اور نیست و نابود ہو جاتے ہین اسی طرح اس کے آتے ہی دل سے تمام داغ مٹ گئے۔

وقت خیال جلوۂ حسن بتان اسد   دکھلاے ہے مجھے دو جہان لالہ زار داغ

اے اسد جس وقت کہ مین جلوۂ حسن بتان کا خیال کرتا ہون اس وقت مجھے دونون جہان لالہ زار داغ معلوم ہوتے ہین یا یہ کہ جلوۂ حسن بتان کو لالہ زار داغ کے دکھانے کا فاعل مانا جائے اس حالت مین بھی معنی درست ہین۔

بلبلون کو دور سے کرتا ہے منع بار باغ   ہے زبان پاسبان خار سر دیوار باغ

باغبان دور سے بلبلون کو باغ مین داخل ہونے سے منع کر رہا ہے گویا کہ اس کی زبان خار سر دیوار باغ ہے جو مانع دخل باغ ہوتی ہے خار سر دیوار وہ کانٹے وغیرہ جو دیوار پر اس لئے لگا دیتے ہین تاکہ کوئی دوسرا شخص اس مین داخل نہو سکے۔

کون آیا جو چمن بیتاب استقبال ہے   جنبش موج صبا ہے شوخی رفتار باغ

اے خدا کون چمن مین آرہا ہے کہ چمن اس کے استقبال کے لئے بیتاب ہے کیونکہ جنبش موج صبا سے پتہ چلتا ہے کہ وہ رفتار باغ کی شوخی ہے گویا چمن اُس آنے والے کے استقبال کے لئے جارہا ہے۔

مین ہمہ حیرت جنون بیتاب دوران خمار   مردم چشم تماشا نقطۂ پرکار باغ

مین ہمہ حیرت ہون اور جنون دوران خمار سے بیتاب ہو اور چشم تماشا کی مردمک گویا باغ کے پرکار کا نقطہ ہے کہ اُس کا تمام جلوہ یہین آکر ٹھہرتا ہے یا یہ کہ اور سب تو بیکار ہین صرف چشم تماشا مصروف تماشائے باغ ہے۔

آتشِ رنگِ رخِ ہر گل کو بخشے ہے فروغ ہر دم سردِ صبا سے گرمیٔ بازارِ باغ

صبا کا دم سرد پھول کی آتش رنگ رخ کو فروغ بخش رہا ہے اور برابر بھڑکا رہا ہے گویا کہ باد صبا کا دم سرد باغ کے لئے گرمی بازار ہے۔ یعنی اسی کے سبب سے تمام کاروبار باغ رونق پذیر ہے اور ہر گل تر کا حسن اسی سے نکھر رہا ہے۔ نہایت ہی عمدہ شعر ہے اگرچہ مراعات لفظی بھی اس مین بہت ہین مگر اس قسم کی مراعات حسن کلام ہوتی ہین۔

کون گل سے ضعف و خاموشیٔ بلبل کہہ سکے نے دہان غنچہ گویا نے زبان خار باغ

ایسا کون ہو کہ بلبل کی ضعف اور خاموشی کا گل سے اظہار کر سکے اور اس کی مجبوریون کا اظہار کرے اس واسطے کہ نہ غنچہ کے دہان سے کوئی بات نکل سکتی ہے اور نہ زبان خار باغ گویا ہے پھر اب بلبل کے حال زبون کا اظہار ہو تو کیونکر ہو۔

جوشِ گل کرتا ہے استقبالِ تحریرِ اسدؔ زیرِ مشقِ شعر ہے نقش از پئے احضارِ باغ

اسد کی تحریر کا بہار باغ استقبال کرتی ہے۔ اور بہار اس کے کلام کی عزت کرتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اُس کے شعر کا زیر مشق ایک نقش ہے جو احضار باغ کے لئے لکھا گیا ہے یعنی زیر مشق شعر تعویذ حاضرات باغ ہے آخر پھر کیا سبب ہے کہ باغ میرے کلام کا استقبال نہ کرے۔

بدتر از ویرانہ ہے فصلِ خزان مین صحنِ باغ خانۂ بلبل بغیر از خندۂ گل بے چراغ

خزان کے زمانہ مین صحن باغ ویرانہ سے بدتر معلوم ہوتا ہے اور بلبل کا نشیمن گل کے خندہ کے بغیر بے چراغ معلوم ہوتا ہے کس قدر عمدہ اور موزون الفاظ ہین کہ شعر ہمہ صبح موتیون کا ہار معلوم ہوتا ہے۔

پتہ پتہ اب چمن کا انقلاب آلودہ ہے — نغمۂ مرغ چمن زا ہے صدائے بوم و زاغ

انقلاب کا یہ اثر پھیلا ہے کہ چمن کے پتے پتے میں انقلاب کی آندھیاں چھپی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ نغمۂ مرغ چمن زا بھی اس انقلاب کی وجہ سے صدائے بوم و زاغ بنکر رہ گیا ہے۔

ہاں بغیر از خواب مرگ آسودگی ممکن نہیں — رخت ہستی باندھ تا حاصل ہو دنیا سے فراغ

کس غم میں مبتلا ہے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ بغیر خواب مرگ کے آسودگی حاصل ہو سکے اگر تجکو آسودگی کی تمنا ہے اور چاہتا ہے کہ اس دار المحن سے نجات پاکر آسودگی حاصل کرے تو اسباب ہستی کو باندھ اور سامان سفر درست کر یا یہ کہ جس وقت تک دنیا سے فراغ حاصل ہو اس وقت تک رخت ہستی باندھ کر وقت پر دقت اور دیر نہو۔

شور طوفان بلا ہے خندۂ بے اختیار — کیا ہے گل کی بے زبانی کیا ہے یہ لالے کا داغ

او بے خبر تو جس کو خندۂ بے اختیار سمجھا ہے وہ خندۂ بے اختیار نہیں ہے بلکہ طوفان بلا کا ایک شور ہے اگر تجھے باور نہیں آتا تو غور کر اور دیکھ کہ گل باوجودیکہ زبان رکھتا ہے کیونکہ پتیوں کو زبان سے تشبیہ دیتے ہیں لیکن اس پر بھی ساکت اور دم بخود ہے لالہ باوجودیکہ ہنستا ہوا معلوم ہوتا ہے گر داغدار ہے آخر یہ سب کیوں ہے معلوم ہوا کہ خندۂ بے اختیار خندۂ بے اختیار نہیں ہے بلکہ وہ شور طوفان بلا ہے اور تو دھوکہ کھا رہا ہے۔

چشم پُرنم رہ زمانہ منقلب ہے اے اسد — اب یہی ہے بس مے شادی سے پُر ہونا ایاغ

اے اسد زمانہ پلٹ گیا ہے اور زمانہ کی ہر شے بدل گئی ہے تجکو چاہئے کہ ہر وقت آنکھیں آنسوؤں سے بھری رکھ اس زمانہ میں مے عشرت سے بھرا ہوا ساغر اگر ہے تو یہی چشم پرنم ہے۔ ورنہ ساغر لبریز مے عشرت کا ملنا اور کسی طرح سے ممکن ہی نہیں ہے۔

ردیف (ف)

نامہ بھی لکھتے ہو تو بخطِ غبار حیف　　رکھتے ہو مجھ سے اتنی کدورت ہزار حیف

اس شعر میں صرف الفاظ کا گورکھ دھندا ہے کہتے ہیں کہ اگر تم مجھے خط بھی لکھتے ہو تو خط غبار میں لکھتے ہو اور اس سے تمھارے دل کی کدورت کا پتہ چلتا ہے افسوس اگر تم کو میری طرف سے اتنا رنج ہے اور اس قدر کدورت تم میری طرف سے رکھتے ہو۔

پیش از نفس بتاں کے کرم نے وفا نہ کی　　تھا محملِ نگاہ بدوشِ شرار حیف

افسوس ہے کہ معشوقوں کی مہربانی نے ایک سانس سے زیادہ وفا نہ کی انہوں نے میری طرف نگاہ ضرور کی مگر وہ نگاہ گویا آمادہ رفتن تھی اور اس کا محمل شرر دوش شرار پر بندھا ہوا تھا جو بہت ہی تیز رو ہے اور ایک دم سے زیادہ اس کا قیام نہیں ہے نگاہ کا محمل دوش شرار پر اس واسطے کہا گیا ہے کہ نگاہ حسن شعلہ بار ہے جو دم بھر میں ہوش و خرد کو جلا دیتی ہے۔

تھی میرے ہی جلانے کو اے آہ شعلہ ریز　　گھر پر پڑا نہ غیر کے کوئی شرار حیف

اے آہ تو کیا میرے ہی جلانے کے واسطے تھی اور کیا تیرا مقصود میرا ہی جلا دینا تھا غیر کے گھر پر تیری آگ کا کوئی شرارہ نہ گرا۔ اور تیری تمام شعلہ ریزی مجھی پر ختم ہو گئی افسوس۔

گل چہرہ ہے کسی خفقانی مزاج کا　　گھبرا رہی ہے بیمِ خزاں سے بہار حیف

یہ معلوم ہوتا ہے کہ گل کسی خفقانی مزاج کا چہرہ ہے گویا بہار خزاں کے خوف سے گھبرا رہی ہے اسی وجہ سے گل کے چہرہ سے یہ وحشت اور بھیانک پن ظاہر ہو رہا ہے۔

ہیں میری مشتِ خاک سے اس کو کدورتیں　　پائی جگہ بھی دل میں تو ہو کر غبار حیف

میری مشت خاک سے اس کو بڑی کدورتیں ہیں مجھے اپنی قسمت پر افسوس ہے کہ اگر میں نے اس کے دل میں جگہ بھی پائی تو غبار ہو کر جگہ پائی افسوس صد افسوس۔

بنتا اسد مین سرِ چشم رکاب یار آیا نہ میری خاک پہ وہ شہسوار حیف

اے اسد مین چشم رکاب یار کا سر بن جاتا میرے دل مین یہ آرزو تھی مگر افسوس کہ وہ شہسوار سمند ناز کبھی میری خاک پر آیا ہی نہین اور مجھے موقعہ ہی نہ ملا کہ اس کی رکاب تک پہونچ سکون۔

عیسیٰ مہربان ہے شفا ریز یکطرف درد آفرین ہے طبع الم خیز اک طرف

میرا عجب عالم ہے کہ ایک طرف تو مسیحا مہربان ہو کر میرے لئے سامان شفا بہم کر رہا ہے اور ایک طرف میری طبیعت جس کا خاصہ ہی درد آفرینی ہے میرے لئے درد پیدا کر رہی ہے۔

سنجیدنی ہے ایک طرف رنج کوہکن خواب گران خسرو پرویز یک طرف

اے دیکھنے والو ذرا زمانے کی دورنگی کو دیکھنا اور ان دونون باتون کا موازنہ کرنا کہ کتنا بڑا ان دونون مین فرق ہے ایک طرف تو کوہکن کی جانکنی اور مشقت و محنت کی برداشت کا موازنہ کرو اور دوسری طرف خسرو پرویز کے خواب عشرت کو دیکھو اور اس حسرت اور غم کو نگاہون مین تولو۔

خرمن بباد دادۂ دعویٰ ہین ہو سو ہو ہم اک طرف ہین برق شرر بار اک طرف

ہم اُن لوگون مین ہین جو خرمن دعوی کو برباد کر چکے اور جلا چکے ہین ہم کو کوئی غم نہین ہے اب تو جو کچھ ہو سو ہو۔ ایک طرف ہم ہین اور ایک طرف برق ہے تو ہم کو دیکھ لے اور ہم اس کو سمجھ لین۔

مفت دل و جگر خلش غمزہ ہاے ناز کاوش فروشی مژہ تیز یک طرف

اس کی مژگان تیز کی کاوش فروشی تو ہے ہی خلش غمزہ ہاے ناز دل و جگر کے لئے مفت نذر ہو گئی ہین۔

ردیف (ک)

تاقیامت شبِ فرقت مین گزر جائے گی عمر   سات دن ہم پہ بھی بھاری ہین سحر ہونے تک

شب فرقت اتنی دراز ہے کہ ہماری تمام عمر اس مین گزر جاے گی اور یہ اُس وقت ختم ہو گی جبکہ قیامت آئے گی لہذا معلوم ہوا کہ صرف سات دن ہمارے اوپر بھاری ہین یعنی ہفتہ کے پورے دن ظاہر ہے کہ عمر انھین سات دنون کے دور مین تمام ہوتی ہے۔

آے مین پارہاے جگر درمیان اشک   لایا ہے لعل بیش بہا کاروان اشک

رونے مین اشکون کے ساتھ جگر کے ٹکڑے آے ہین جس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اشک کا کاروان لعل بیش بہا لیکر آیا ہے۔

ظاہر کرے ہے جنبش مژگان سے مدعا   طفلانہ۔ہاتھ کا ہے اشارا زبان اشک

جیسے کہ بچہ بول نہین سکتا اور ہاتھ کے اشارے سے مدعاے دلی کا اظہار کرتا ہے اسی طرح میرا طفل اشک جنبش مژگان سے اپنا مدعا ظاہر کرتا ہے یعنی طفل اشک بھی زبان نہین رکھتا ہے مگر یہ جنبش مژہ اُس کے ہاتھ کا کام دیتی ہے اور یہی اُس کے ہاتھ کا اشارہ ہے۔

مین وادیٔ طلب مین ہوا جملہ تن عرق   ازبسکہ صرف قطرہ زنی تھا بسان اشک

صحراے طلب مین چونکہ اشک کی طرح مین قطرہ زنی یعنی دوا دوش کرتا رہا اور ہمیشہ تیز چلا کیا تو اب میری یہ کیفیت ہے کہ وادی طلب مین تمام تر عرق عرق ہو رہا ہون اور پسینہ مین ڈوبا ہون جیسا کہ اشک قطرہ زنی سے عرق عرق ہو رہا ہے۔

دل خستگان کو ہے طرب صد چمن بہار   باغ بخون طپیدن آب روان اشک

حسرت دلون کا خون مین لوٹنا اور اشکون کے پانی کا روان ہونا سیکڑون باغ و بہار کا لطف دکھاتا ہے باغ و بہار بلحاظ رنگینی خون کہا گیا اور اشک کی روانی سے چشمہ ہاے آب کی روانی

خیال کی گئی یعنی عشاق کو خون مین لوٹنے اور رونے سے اُتنی ہی مسرت اور خوشی حاصل ہوتی ہے جتنی کہ بہا باغ اور چشمہ ہاے آب روان کے دیکھنے سے ہوسکتی ہے۔

رونے نے طاقت اتنی نچھوڑی کہ ایک بار   مژگان کو دون فشار پئے امتحان اشک

مین روتے روتے اس قدر کمزور اور ناتوان ہوگیا ہون کہ اب ایک بار اس آزمایش کے لئے کہ دیکھون آنکھون مین اشک ہے یا نہین یا اشک نکل سکتا ہے یا نہین ایک بار پلک بھی نہین ہلا سکتا تھا یہ انتہاے ناطاقتی ہے۔

سیل بنائے ہستی شبنم ہے آفتاب   چھوڑے نہ چشم مین تپش دل نشان اشک

بعض حکما کا قول ہے کہ شبنم آفتاب سے پیدا ہوتی ہے اور بمصداق کل شیء یرجع الی اصلہ۔ آفتاب ہی کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ اسی بنا پر شاعر خیال کرتا ہے کہ شبنم کی بنا کو تباہ اور برباد کرنے کے لئے آفتاب ایک سیلاب ہے اسی صورت سے میری تپش دل جو بوجہ گرمی کے بمنزلہ آفتاب ہے میرے دل مین اشکون کا نشان جو اوس یا شبنم کی طرح ہین چھوڑ نہین سکتی۔

ہنگام انتظار قدوم بتان اسد   ہے بر سر مژہ نگران دیدبان اشک

بتون کے آنے کے انتظار مین اے اسد میرے اشک مژہ پر بیٹھے ہوے استقبال اور دیدبانی کی خدمت انجام دے رہے ہین یعنی اُدھر محبوب کی آمد آمد ہے ادھر مین اشک بہا رہا ہون

ردیف کاف فارسی (ک)

اے آرزو شہید وفا خون بہا نہ مانگ   جز بہر دست و بازوے قاتل دعا نہ مانگ

اے شہید وفا آرزو یعنی اے وہ آرزو کہ تجھے وفا نے شہید کر دیا ہے یا وفا کی وجہ سے تو شہید ہوئی ہے بہتر یہ ہے کہ تو قاتل سے دیت اور خون بہا کی تمنا اور طلب نہ کر تیرا کام یہ ہے کہ تو قاتل یعنی اپنے محبوب کے دست و بازو کے لئے دعائے خیر کئے جا اس کے سوا اور کچھ نہ مانگ۔

گستاخی وصال ہے مشاطہ نیاز   یعنی دعا بجز خم زلف دوتا نہ مانگ

شب وصال ہے عاشق و معشوق بے حجاب سرگرم عیش و نشاط ہیں اس عالم میں عاشق اپنے جذبات سے مجبور ہو کر معشوق کی زلف پُر خم تک ہاتھ بڑھاتا ہے جس کو گستاخی سمجھ کر اس کے اوپر معشوق کی طرف سے ایک الزام قائم کر دیا جاتا ہے اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ وہ گستاخی وصال جس کو گستاخی سے تعبیر کیا گیا ہے دراصل گستاخی نہیں ہے بلکہ وہ مشاطۂ نیاز ہے یعنی آرایش دہندۂ نیاز ہے۔

مطلب اس سے یہ ہے کہ عجز و نیاز کی حالت میں عاشق کو کسی اور محراب و خم محراب میں دعا کرنا گناہ ہے اس کے لئے یہی خم محراب زلف دُعا مانگنے اور عجز و نیاز کے اظہار کی جگہ ہے اور کوئی نہیں یا یہ کہ گستاخی وصل کا محض مُدعا یہی ہے کہ خم زلف میں دعائے نیاز کی جائے۔

برہم ہے بزم غنچہ بیک جنبش نشاط کاشانہ بسکہ تنگ ہے غافل ہوا نہ مانگ

اے نادان تو کیوں نادانی کرتا ہے اور کاشانۂ تنگ کی تکالیف سے عاجز ہو کر کیوں ہوا کی خواہش کرتا ہے ایسا کرنا چاہئے کیا تو دیکھتا نہیں ہے کہ غنچہ نے اس کاشانہ تنگ کی حالت میں ہوا کی خواہش کی تو ایک ہی جنبش نشاط میں اس کی محفل نشاط درہم و برہم ہو گئی ظاہر ہے کہ ہوا غنچہ کو کھلاتی ہے اور کھل جانے کے بعد وہ حالت غنچگی قائم اور باقی نہیں رہتی۔

عیسیٰ طلسم حسن تغافل ہے زینہار جز پشت چشم نسخہ عرض دوا نہ مانگ

عیسیٰ علیہ السلام جن کا معجزہ احیائے موتیٰ ہے وہ حسن تغافل کے طلسم ہیں اُن سے کسی دوا کی تمنا و التجا نہ کر بلکہ اگر تجکو مانگنا ہے تو پشت چشم ہی کا نسخہ اُن سے طلب کر یعنی اُن سے صرف اسی بات کی استدعا کر کہ وہ آنکھ پھیر لیں اور واپس جائیں اس نسخہ کے سوا اور کسی نسخہ کی تمنا نہ رکھ مطلب یہ ہے کہ اگر تجکو یہ بھی معلوم ہو کہ کسی سے کوئی کام نکل سکتا ہے تب بھی کام نکلنے کی اُمید نہ رکھ ہرگز وہ تیری تمنا کے موافق نہ ہوگا۔

میں دور گرد عرض رسوم نیاز ہوں دشمن سمجھ ولے نگہ آشنا نہ مانگ

میری حالت یہ ہے کہ عرض رسوم نیاز کے لئے میں دور دور پھرا ہوں اور میرا تجربہ ہے کہ دنیا میں آشنا نہیں ہوا اب میں یہی کہتا ہوں کہ جس کو دیکھے اس کو تو دشمن سمجھے مگر کہیں

آشنا کی جستجو نہ کر اس کا کہیں پتہ نہیں۔
یا یہ کہ میں عرض رسوم نیاز سے اب دور ہوں تجھے اختیار ہے کہ مجھے دشمن سمجھ مگر مجھ سے نگاہ آشنا کی تمنا نہ رکھ۔

نظارہ دیگر و دل خونیں نفس دگر آئینہ دیکھ جوہر برگ حنا نہ مانگ

نظارہ اور اپنی صورت کو آئینہ میں دیکھنا یہ دوسری چیز ہے اور طلب دل خونیں نفس اور چیز ہے یہ نظارہ سے بالکل الگ ہے تیرا نظارہ آئینہ اس طرح ہوتا ہے کہ دل خونیں نفس مانگتا ہے یعنی دلوں کو خون کر رہا ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تو آئینہ کو آئینہ کی طرح دیکھ اور دل خون شدہ مگر نہ مانگ۔ جوہر برگ حنا استعارتاً دل خونیں نفس کو کہا گیا ہے۔
یا یہ کہ نظارہ اور چیز ہے مگر وہ دل جو خون ہو گیا ہو وہ دوسری چیز ہے آئینہ مل سکتا ہے اور اس کو دیکھ سکتا ہے مگر تجھے دل خونیں نفس نہیں مل سکتا۔ اس کے دیکھنے کی تمنا نہ کر۔

یک بخت اوج نذر سبکباری اسد سر پر وبال سایۂ بال ہما نہ مانگ

ہم جانتے ہیں کہ ہما اگر سر پر سایہ ڈالے تو بڑا عروج اور اوج بخت نصیب ہوتا ہے مگر ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ جب تک وہ سایہ سر پر نہیں ہے اس وقت تک سبکباری ہے اس واسطے ہمارے خیال میں یک بخت اوج یا اوج بخت اس سبکباری کے اوپر قربان کر دینا چاہئے سایۂ بال ہما ایک وبال ہے اسے سر کے لئے تجویز نہ کر اور اپنے سر کو اس وبال سے گرانبار نہ بنا
درد سر کے واسطے ہر چند کہ صندل ہے مفید اس کا گھسنا اور لگانا درد سر یہ بھی تو ہے

ردیف (ل)

دیوانگاں کا چارہ فروغ بہار ہے ہے شاخ گل میں پنجۂ خوباں بجائے گل

دیوانوں کا علاج آمد بہار اور نشو و نمائے فصل بہار ہے مگر اس سے یہ دھوکا نہ کھانا چاہیئے کہ صرف بہار اُن کا علاج کر سکتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ شاخ گل میں گل پنجۂ خوباں کی مانند معلوم ہوتا ہے اس واسطے وہ یعنی دیوانے اس سے تسکین پاتے ہیں ورنہ بہار سے اُن کا

کیا علاج ہو سکتا تھا۔

مژگان تلک رسائی لخت جگر کہاں   اے وائے گر نگاہ نہ ہو آشنائے گل

بڑا افسوس ہو اگر ہماری نگاہ گل پر نہ پڑ سکے اس لئے کہ اگر ایسا نہ ہو تو اس کا بدل صرف یہی ہے کہ پھر ہم لخت جگر کو دیکھ کر یاد گل تازہ کریں سو لخت جگر کی رسائی مژگان تک ہو کہاں سکتی ہے یعنی لخت جگر مژگان تک آ کیونکر سکتا ہے اُس کا مژگان تک نہ آنا خواہ بوجہ ناطاقتی کے ہو اور خواہ بوجہ ضبط کے اس میں تنوع معانی ہے جو کچھ خیال کر لیجیے۔

بدر ہے آئینۂ طاق ہلال   غافلاں نقصان سے پیدا ہے کمال

ہلال ایک طاق ہے اور بدر اس طاق کا آئینہ ہے پہلے طاق ہلال پیدا ہوا تو اس میں آئینہ بدر رکھا گیا ہے پس معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں جو کمال پیدا ہوتا ہے اس کی بنا اور اسکی اصل اس کا پہلا نقصان ہی ہوتا ہے۔

ہے بیاد زلف مشکیں سال و ماہ   روز روشن شام آنسوے خیال

اُس کی زلف عنبر بار کی یاد میں مدتوں سے یہ روز روشن ایک ایسی شام ہے جو خیال اور گمان کے ماورا ہے یعنی ایسی شام ہے جو خیال سے باہر اور الگ ہے۔

بسکہ ہے اصل ومید تہا غبار   ہے نہال شکوہ ریحان سفال

چونکہ سفال یعنی ٹھیکرے کی اصل بھی مٹی اور غبار ہے اور شکوہ کی اصل بھی غبار دل ہو لہذا زیادہ سے زیادہ نہال شکوہ کو ریحان نقش و نگار سفال کہا جا سکتا ہے جیسے ریحان سفال ایک بیکار چیز ہو ویسی ہی شکوہ بھی فضول ہے

صافی رخسار سے ہنگام شب   عکس داغ شب ہوا عارض پہ خال

اُس کے رخسار اس قدر صاف اور پر نور ہیں کہ رات کے وقت اُس کے رخسار کا خال سیاہ رات کے داغ کا عکس معلوم ہوتا ہے یعنی نورانی معلوم ہوتا ہے۔

یایہ کہ اسکے عارض کی صفائی اس درجہ پر ہے کہ شب کو داغ شب کے عکس سے اُسکے رخسار پر تل پیدا ہو گیا۔ یعنی اتنا نورانی ہے کہ وہ کسی تاریک چیز کے عکس کا بھی متحمل نہین ہو۔

نور سے تیرے ہے اُس کی روشنی ورنہ ہے خورشید یک دست سوال

خورشید کو شعرا پنجہ سے تشبیہ دیتے ہین بوجہ اس کی شعاعون کے۔ چنانچہ پنجہ خورشید پنجہ خور لکھا جاتا ہو۔ اسی بنا پر مرزا نے یہ کہا ہے کہ خورشید مین روشنی صرف تیرے نور کی وجہ سے ہے اور وہ تجھ سے اکتساب نور کرتا ہے ورنہ وہ خالی ایک دست سوال ہے۔ دست سوال کہنے سے یہ لطف پیدا کیا ہے کہ وہ تجھ سے نور کی دریوزہ گری کرتا ہے۔

شور حشر اس فتنہ قامت کے حضور سایہ آسا ہو گیا ہے پائمال

شور محشر اس فتنہ قامت کے سامنے سایہ کی طرح پائمال ہو کر رہ گیا ہے۔

ہو جو بلبل پیرۂ فکر اسد غنچہ منقار گل ہو زیر بال

اگر بلبل اسد کی خوش بیانی کی پیروی کرے تو اس کی منقار بازوؤن کے نیچے گل کی طرح کھلجائے یعنی اس کو گل کی احتیاج نہ ہو وہ خود صورت گل ہو جائے۔

ہر عضو غم سے ہے شکن آسا شکستہ دل جون زلف یار ہون مین سراپا شکستہ دل

میری حالت یہ ہے کہ غم کی وجہ سے شکن کی مانند ہر ایک عضو شکستہ معلوم ہوتا ہو گویا کہ مین زلف یار کی طرح سر سے پاؤن تک دل شکستہ ہو رہا ہون۔

ہے سرنوشت مین رقم وا شکستگی ہون جون خط شکستہ بہر جا شکستہ دل

میری تقدیر ہی مین شکستگی ہو اور جس حالت مین جس جگہ ہون شکستہ دل ہون جیسے خط شکستہ کہ وہ خواہ کہین ہو مگر شکستہ ضرور ہو گا۔

امواج کی جو یہ شکنین آشکار ہین ہے چشم اشکبار سے دریا شکستہ دل

تم جو دریا میں یہ موجیں آشکارا دیکھتے ہو اور ان میں یہ شکستگی دکھائی دیتی ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ اپنی چشم اشک ریز کی وجہ سے دریا دل شکستہ ہو رہا ہے یہ امواج دراصل دریا کی دل شکستگی کا نشان ہیں۔

ناسازیٔ نصیب و درشتیٔ غم سے ہے امید نا امید تمنا شکستہ دل

میری ناسازیٔ بخت اور میرے غموں کی سختی کی وجہ سے میری امید نا امید معلوم ہوتی ہے اور میری تمنا دل شکستہ ہے گویا ہر طرح میرا حال زبون ہو۔

ہے سنگِ ظلم چرخ سے میخانہ میں اسدؔ صہبا فتادہ خاطر و مینا شکستہ دل

اے اسدؔ میخانے میں سنگ ظلم چرخ کی وجہ سے یہ حالت ہے کہ شراب فتادہ خاطر ہے اور شیشہ دل شکستہ ہے صہبا کو فتادہ خاطر کہنا جس قدر لطیف ہے سلیم طبع لوگ اچھی طرح اس کا اندازہ کرینگے۔

ہوں یہ وحشت انتظار آوارہ دشت خیال اک سفیدی مارتی ہے دور سے چشم غزال

عالم وحشت میں مجھے میرے انتظار نے آوارۂ دشت خیال کر دیا ہے اور اب میری وحشت اور آوارگی کا یہ عالم ہے کہ چشم غزال جو خود ایک وحشی مزاج ہے مجھے دور سے ایک سفیدی سی معلوم ہوتی ہے یعنی میں اس سے بھی بہت دور رہوں اور اُس کے عالم وحشت سے میرا عالم وحشت جدا ہے۔

ہم غلط سمجھے تھے لیکن زخم دل پر رحم کر آخر اس کے پردے میں ہنستی تھی اے صبح وصال

ہم نے جو کچھ سمجھا تھا وہ غلط تھا مگر اے صبح وصال تجھے دل کے زخم پر رحم کرنا چاہئے اس کا تیرے اوپر حق ہے کیونکہ تو اسی زخم دل کے پردہ میں ہنسی ہے

یا یہ کہ ہم نے خندۂ زخم دل کی حقیقت جو کچھ سمجھی وہ یقینی غلط تھی ہم سمجھے تھے کہ وہ زخم ہے مگر حقیقت یہ تھی کہ اے صبح وصال تو اس پردۂ زخم میں ہنس رہی تھی مگر پھر بھی اے صبح وصال اب اُس کے اوپر رحم کرنا چاہئے تیری ہنسی اُس کے لئے باعث ضرر ہے۔

حاصل یہ ہے کہ صبح وصال کا طلوع زخم جگر سے ہوتا ہے جیسے کہ ؎ طلوع صبح محشر چاک ہے میرے گریبان کا

بیکسی افسردہ ہون اے ناتوانی کیا کرون — جلوۂ خورشید سے ہے گرم پہلوئے ہلال

اے ناتوانی آخر مین کیا کرون مجھے میری بیکسی نے افسردہ کر دیا ہے چاند کے پاس سورج ہے اور اس کے پہلو کو وہ گرم کر رہا ہے مگر میرے پاس میرا محبوب نہین ہے اس لئے مین افسردہ ہون۔ یہان گرم اور افسردہ کا تقابل لطیف ہے۔

شکوہ درد و درد داغ اے بیوفا معذور رکھ — خون بہائے یک جہان امید ہے تیرا خیال

میرا شکوہ مٹ کر درد بنا اور درد کی صورت بدل کر داغ ہو گیا لہذا اے بے وفا تو مجھے معاف کر اگر مین تیرا خیال کئے ہون اس لئے کہ تیرا خیال میری دنیائے امید کا جو مٹ گئی ہے ایک خون بہا ہے گویا تمام کو مٹا کر صرف تیرا خیال مجھے دیدیا گیا ہے۔

عرض درد بیوفائی وحشت اندیشہ ہے — خون ہوا دل تا جگر یا رب زبان شکوہ لال

بے وفائی کے درد کا بیان کرنا میرے اندیشہ اور خیال کی وحشت اور رمیدگی کی وجہ سے ہے کہ خیال وحشی ہوا تو درد بے وفائی کا بیان زبان پر آگیا دل سے لیکر جگر تک اس غم مین خون ہو گیا اے میرے خدا شکوہ کی زبان یا شکوہ کرنے والی زبان گونگی ہو جائے کہ مجھے اس نے تباہ کر دیا۔

اس جفا مشرب پہ عاشق ہون کہ سمجھے ہے اسد — مال سنی کو مباح اور خون صوفی کو حلال

شعر کے معنی بالکل صاف ہین کوئی ایسا دقیق مضمون نہین ہے کہ اس کی شرح کی جائے مگر یہ لطیفہ بیان کے قابل ہے کہ اس شعر کے کہنے کی وجہ سے گویا حکیم مومن خان کے عشق کا مزا اسے توارد ہوا ہے وہ بھی کہتے ہین ؎

دل ایسے شوخ کو مومن نے دیدیا ہے کہ جو
محب حسینؑ کا اور دل رکھے شمر کا سا

بہرِ عرضِ حالِ شبنم ہے رقمِ ایجادِ گل   ظاہرا ہے اس چمن میں لالِ مادرزادِ گل

شبنم کے عرضِ حال کرنے کے لئے پھول کچھ لکھ رہا ہے اور اس کی تحریر وہی ہے جو اُس کے اوپر گلکاری معلوم ہوتی ہے یا پتوں میں جو رگوں اور نسوں کی وجہ سے لکیریں معلوم ہوتی ہیں تو اس لکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ زبان سے کہہ نہیں سکتا بلکہ ظاہرا وہ مادرزاد گونگا پیدا ہوا ہے۔

گر کرے انجام کو آغاز ہی میں یادِ گل   غنچے سے منقارِ بلبل وار ہو فریادِ گل

اگر پھول اپنے ابتدائے کار میں اپنے آل کو یاد کرے اور پیش نظر رکھے تو اُس کے غنچہ سے اس طرح فریاد نکلنے لگے جیسے کہ منقارِ بلبل سے فریاد نکلتی ہے۔ گل بشدن ظاہر نما

گر بہ بزمِ باغ کھینچے نقشِ روئے یار کو   شمع ساں ہو جائے قطِ خامۂ بہزاد گل

بہزاد ایک نقاش کا نام تھا کہتے ہیں کہ اگر بہزاد باغ میں میرے محبوب کے عارضِ مصفّیٰ کی تصویر بنائے تو اس کا اثر یہ ہو کہ اس کے قلم کی نوک پر شمع کی مانند گل پیدا ہو جائے۔ گل پیدا ہونے میں دو صورتیں نکلتی ہیں یا یہ کہ جیسے شمع گل کے آجانے سے بیکار اور از کار رفتہ ہے۔ اسی طرح اس کا قلم بیکار ہو جائے یا یہ کہ اُس پر پھول آجاویں یعنی اس میں بہار آجائے بہرحال اس شعر میں اس قدر تناسب الفاظ کے پھیر میں پڑ گئے ہیں کہ معنی سے دور ہو گئے ہیں۔ بزم۔ باغ۔ نقش۔ شمع۔ قط۔ خامہ۔ بہزاد۔ گل۔ یہ سب الفاظ شطرنج کے مہروں کی طرح ایک دوسرے کے زور میں ہیں۔

دستِ رنگیں سے جو رخ پر واکرے زلفِ رسا   شاخِ گل میں ہو نہاں جوں شانہ در شمشادِ گل

اگر وہ دستِ رنگیں سے اپنی رُخ پر زلف کھول دے تو گل اس طرح شاخ گل میں چھپ جائے جس طرح کہ شانہ شمشاد میں چھپا ہوا ہے۔ شانہ شمشاد مشہور ہیں یعنی اُس کے دستِ رنگین کی شرم سے گل بھی چھپ جائے۔

سعیِ عاشق ہے فروغ افزائے آبروئے کار   ہے شرارِ تیشہ بہرِ تربتِ فرہاد گل

عاشق کی سعی اُس کے کام کی زیب و زینت مین امداد کرتی اور ترقی دیتی ہے۔ دیکھ لو کر تیشہ کے شرار تربت فرہاد کے لئے گل بنے ہین اور اس کا جو کچھ نام و نشان ہے وہ تیشہ زنی ہی سے ہے۔

ہے تصور صافی قطع نظر از غیر یار　　　　لخت دل سے لائے ہی شمع خیال آباد گل

تصور غیر دوست اور ما سوائے محبوب سے قطع نظر کرنے کے واسطے ایک صافی کی طرح ہو اسکا ثبوت یہ ہے کہ گل جو اپنے محبوب کے تصور مین مستغرق ہے وہ اپنے خیال آباد مین عام شمعین نہین جلاتا بلکہ اپنے لخت دل کی شمع جلا کر اسکو منور کرتا ہے اور ما سوا سے کوئی غرض نہین رکھتا۔

گلشن آباد دل مجروح مین ہو جائے ہے　　　　غنچہ پیکان شاخ ناوک صیاد گل

دل مجروح گلشن آباد سے مشابہ ہے اور اس گلشن آباد مین ناوک صیاد کی شاخ مین غنچہ پیکان آتے ہی پھول بن جاتا ہے یعنی میرے مجروح دل کے گلشن مین جو غنچہ پیکان آتا ہے وہ ایک اور گل زخم کھلا دیتا ہے۔

برق سامان نظر ہے جلوہ بیباک حسن　　　　شمع خلوتخانہ کیجئے ہر چہ بادا باد گل

حسن بیباک کا جلوہ اور اس کا ظہور نظر کے واسطے برق سامان ہے یعنی نظر مین بجلی کی طرح کوندرہا ہے ہر چہ بادا باد اب خلوت خانے کی شمع زبردستی گل کر دینا پڑے گی یعنی جب حسن بیباک کی یہ جلوہ افروزیان ہین تو کیونکر ہم خلوت مین رہ سکتے ہین یا یہ کہ حسن جو خلوت خانہ مین تھا اب وہ بیباک بن کر برق نظر ہوا اور جلوہ گر ہونے لگا مجبوراً خلوت خانہ کی شمع گل کر دینا چاہئے۔

خاک سے سرخس بہار صد نگارستان اسد　　　　حسرتین کرتی ہین میری خاطر آزاد گل

اے اسد جیسے خاک سیکڑون نگارستان بہار کے جلوے عالم کے لئے پیش کر رہی ہے ویسی ہی میری خاطر آزاد سیکڑون حسرتون کے گل کھلاتی اور جلوے دکھاتی ہے۔ گل کردن۔ فارسی کا محاورہ ہے جو ظاہر کرنے اور ظاہر ہونے کے معنی پر آتا ہے یہان اُردو مین بجنسہٖ اس کا

ترجمہ کرکے پیش کر دیا گیا ہے اس میں خاطر آزاد کا خاک سے اور حسرتوں کے ظہور کا ظہور بہار سے استعارہ کیا ہے۔

گرچہ ہے یک بیضۂ طاؤس آسا تنگ دل　　ہے چمن سرمایۂ بالیدن صد رنگ دل

دل اگرچہ ایک بیضۂ طاؤس کی مانند تنگ ہے مگر پھر بھی دل ایک چمن ہے جس میں سرمایہ بالیدن صد رنگ موجود ہے یعنی پھر بھی سیکڑوں رنگوں کی نشو نما اس میں ہوتی ہے۔

بیدلوں سے ہے تپش جوں خواہش آب از سراب　　ہے شرر موہوم اگر رکھتا نہ ہو و سنگ دل

جو لوگ کہ بے دل ہیں ان میں تپش کا ڈھونڈھنا بمنزلہ سراب سے پانی کی خواستگاری کرنے کے ہے یعنی اگر دل نہیں ہے تو پھر تپش کیسی یہ امید فضول اور لایعنی ہے۔ پتھر کے اندر دل موجود ہے اسی واسطے اس سے شرارے نکلتے ہیں ورنہ اگر بیدل ہوتا تو یہ شرار نہ نکلتے۔

رشتۂ فہمیدہ ممسک ہے بہ بند کوتہی　　عقدہ ساں ہے کیسۂ پر زر پر خیال تنگ دل

ممسک یعنی بخیل کی سمجھ کا سلسلہ قید کوتاہی اندیشی و عاقبت اندیشی سے ملتا ہے کیونکہ اس کا یہ کیسۂ پر زر ایک گرہ ہے اور بخیل کا کیسہ حاسد کے دل تنگ کی طرح ہے جو ایسے ہی عقدوں اور خیالوں سے بھرا رہتا ہے یا یہ کہ تنگدل کا خیال عقدہ کی مانند ایک کیسہ پر زر معلوم ہوتا ہے۔

ہوں زپا افتادۂ انداز یاد حسن سبز　　کس قدر ہے نشہ فرسائے خمار بنگ دل

میں انداز یاد حسن سبز میں مدہوش اور از پا افتادہ ہو رہا ہوں۔ خدا دیکھئے کہ میرا دل کس قدر خمار نشہ بنگ میں مبتلا ہے۔ بنگ استعارہ ہے حسن سبز سے اور خمار از پا افتادگی سے۔

شوق بے پروا کے ہاتھوں مثل ساز نادرست　　کھینچتا ہے آج نالے خارج از آہنگ دل

شوق بے پروا کے ہاتھوں نادرست اور بے سُرے باجے کی طرح آج میرا دل نالہہائے خارج از آہنگ کھینچ رہا ہے۔ شوق کو بے پروا اس لیے کہا کہ اس کو نالوں سے مطلب ہے۔ درستی اور نادرستی کی کوئی پروا نہیں کرتا۔

اے اسد خاموش ہے طوطیِ شکر گفتار طبع — ظاہر رکھتا ہے آئینہ اسیرِ زنگ دل

اے اسد میرا طوطیِ شیریں گفتار طبع خاموش ہے معلوم یہ ہوتا ہے کہ دل کے آئینہ پر زنگ لگ گیا ہے اسی سے یہ سب خرابی پیدا ہوئی ہے۔

ردیف (م)

اثر کمندیِ فریادِ نارسا معلوم — غبارِ نالہ کمین گاہِ مدعا معلوم

میری فریاد نارسا جیسا کہ اثر کو پھانسنے کی قدرت رکھتی ہے وہ تو ظاہر ہے اور ہم سب جانتے ہیں جیسا کہ ہمارا نالہ کمین گاہِ مدعا میں ہے یعنی یہ کچھ بھی نہیں ہے۔

تکلف آئینہ دو جہان مدارا ہے — سراغ یک نگہِ قہر آشنا معلوم

تکلفاتِ ظاہری سے یہ معلوم ہوا کہ انھوں نے ہمارے واسطے دو جہان مہیا کر دیے ہیں ایسی حالت میں ہم نگاہِ قہر آشنا کا پتہ کیا لگا سکتے ہیں اتنی مدارات میں ایک نگاہ قہر کو کیا ہم تلاش کر سکتے ہیں۔

اسد فریفتۂ انتخابِ طرزِ جفا — وگرنہ دلبریِ وعدۂ وفا معلوم

اسد فریفتہ ہے اس بات پر کہ اس کی یہ جدید طرزِ جفا بھی انتخاب ہے وگرنہ وعدۂ وفا کی دلبری معلوم ہے اس سے کوئی خاص اثر گویا اس کا وعدہ کرنا بھی ایک طرزِ جفا ہے۔

بسکہ ہیں بدمستِ بشکن بشکنِ میخانہ ہم — موئے شیشہ کو سمجھتے ہیں خطِ پیمانہ ہم

چونکہ ہم بشکن بشکنِ میخانہ کے بدمست ہیں لہذا وہ بال جو شیشہ میں اس حالت میں پڑ جاتے

ہیں اُن کو ہم خطِ پیمانہ سمجھتے ہیں شکن شکن جشن کو کہتے ہیں جس میں تمام ساز و سامان مہیا ہوں۔
چونکہ ہم شکن شکن میخانے کے عاشق ہیں اور شکن شکن کے دوسرے معنی ہیں۔ ٹوٹے جام اور شکستن کا
لہٰذا اِس نام کے اثر سے موئے شیشہ جو شکن شکن کا اثر ہے اور بُری چیز ہے وہ بھی ہم کو
خطِ جام کی طرح بھلا معلوم ہوتا ہے خطِ جام وہ لکیروں کے نشانات جو پیالے وغیرہ میں ہوتے ہیں۔

بسکہ ہر اک موئے زلف افشاں سے ہے تارِ شعاع　　　پنجۂ خورشید کو سمجھے ہیں دستِ شانہ ہم

چونکہ اُس کی زلف کا ہر ایک بال افشاں کی وجہ سے تارِ شعاع معلوم ہوتا ہے اسی لحاظ
سے ہم پنجۂ خورشید کو دستِ شانہ یعنی وہ ہاتھ جو شانہ کرے۔ یا شانہ محض سمجھتے ہیں۔

مشق از خود رفتگی سے ہیں بہ گلزارِ خیال　　　آشنا تعبیرِ خوابِ سبزۂ بیگانہ ہم

اے دوست اے ہمارے آشنا ہم نے از خود رفتگی کی اتنی مشق کی ہے کہ آج گلزار
خیال میں سبزۂ بیگانہ کے خواب کی تعبیر بن گئے ہیں۔ چونکہ سبزہ کو سبزۂ خوابیدہ بھی
کہا جاتا ہے اس لئے خواب سبزہ کہا گیا۔ سبزۂ بیگانہ وہ سبزہ جو خود اُگ آیا ہو۔ ظاہر ہے
کہ سبزۂ بیگانہ کے خواب کی تعبیر عدم ہی ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ اے آشنا ہم از خود رفتگی
کی مشق کرتے کرتے آج بالکل فنا اور نیست ہو گئے ہیں۔

فرطِ بیخوابی سے ہیں شبہائے ہجرِ یار میں　　　جوں زبانِ شمع داغِ گرمیٔ افسانہ ہم

بیخوابی کی وجہ سے یار کی جدائی کی راتوں میں ہم شمع کی زبان کی طرح گرمیٔ افسانہ
کی وجہ سے داغ بن کر رہ گئے ہیں یعنی جیسے زبانِ شمع افسانہ کہتے کہتے جل گئی ہے اسی طرح
ہم کو گرمیٔ افسانہ نے پھونک دیا ہے یعنی افسانہ نے بجائے خواب آوری کے ہمارے
اوپر یہ اثر کیا ہے۔

جانتے ہیں جوششِ سودائے زلفِ یار میں　　　سنبلِ بالیدہ کو موئے سرِ دیوانہ ہم

زلفِ یار کے عشق کے جنون میں سنبلِ بالیدہ جو باغ میں پھیلا ہوا ہے وہ ہم کو ایسا
معلوم ہوتا ہے جیسے کہ کسی دیوانے کے بال بکھرے ہوتے ہیں۔

بسکہ وہ چشمِ چراغِ محفلِ اغیار ہے — چپکے چپکے جلتے ہیں جوں شمعِ ماتم خانہ ہم

ہمارا محبوب چونکہ بزمِ غیر کا چشم و چراغ بنا ہوا ہے اس لئے مجبوراً ہم ماتم خانہ کی شمع کی مانند چپکے چپکے جل رہے ہیں۔

رہتے ہیں افسردگی سے سخت بیدردانہ ہم — شعلہ ہا نذرِ سمندر بلکہ آتش خانہ ہم

ہم افسردگی کی وجہ سے نہایت جمود کی زندگی گزار رہے ہیں اور یہ تمام شعلے بلکہ آتش خانہ کا آتش خانہ سمندر کی نذر ہو رہا ہے ہم یوں افسردگی کی زحمتیں اٹھا رہے ہیں اور ایک چھوٹا سا کیڑا یوں پورے آتش خانے پر قابض ہے سمندر کیڑے کا نام ہے

حسرتِ عرضِ تمنا یاں سے سمجھا چاہیے — دو جہاں حشرِ زبانِ خشک ہیں جوں شانہ ہم

اگر ہماری حسرتِ عرضِ تمنا کا حال معلوم کر لینا چاہتا ہے تو اس سے معلوم کر کہ جیسے شانہ باوجود ہزار دن زبانیں ہونے کے خشک ہو کر دو جہان محشر زبان خشک بن گیا ہے اسی طرح ہم بھی خاموش ہیں شانے کی زبانیں وہی دندانے۔ دو جہان حشر زبان خشک اُسکے دونوں رخوں کی وجہ سے کہا گیا ہے۔

وحشتِ بے ربطیِ پیچ و خمِ ہستی نہ پوچھ — ننگِ بالیدن ہیں جوں موئے سرِ دیوانہ ہم

ہستی کے پیچ و خم کی بے ربطی کی وحشت ہم سے تو کیا پوچھتا ہے دیوانے کے سر کے بالوں کی طرح بالیدن ہمارے لئے باعثِ ننگ ہے یعنی جیسے سودائی اور مجنونوں کے بالوں میں الجھنیں اور پیچ و خم ہوتے ہیں اسی طرح سے ہماری ہستی کا پیچ و خم ہے اور یہی بے ربطی باعثِ وحشت ہوئی ہے جس کی وجہ سے ہم ننگِ بالیدن ہیں۔

از انجا کہ حسرت کشِ یار ہیں ہم — رقیبِ تمنائے دیدار ہیں ہم

اس وجہ سے کہ ہم کو یار کی حسرت کشی کی عادت ہے اور سوائے اس کے اور کوئی کام ہی نہیں ہے لہذا ہم تمنائے دیدار کے رقیب اور مخالف ہیں یعنی صرف یار کے خواہاں

ہیں یار کے دیدار کی تمنا کے مخالف ہیں

رسیدن گل باغ واماندگی ہے   عبث محفل آرائے رفتار ہیں ہم

رسیدن یعنی پہونچ جانا۔ واماندگی یعنی پڑ رہنے اور تھک جانے کا دیباچہ ہے۔ ہم بیکار محفل آرائے رفتار ہو رہے ہیں اور فضول راہ نوردی میں مصروف ہیں یعنی پہونچے تو یہی نتیجہ ہوگا کہ رہ جائیں گے اور پڑ رہیں گے۔

نفس ہو نہ معزول شعلہ درودن   کہ ضبط تپش سے شرر کار ہیں ہم

نفس کو چاہیئے کہ برابر شعلہ دروی کرتا رہے اور کبھی شعلہ حاصل کرنے سے معزول نہ رہے کیونکہ ہم ضبط تپش سے شرر کار ہو گئے ہیں اور سراپا شرار ہو گئے ہیں لہٰذا نفس کسی قدر شعلہ افشانی کرتا رہے ہم کو کوئی نقصان نہیں پہونچ سکتا ہے۔

تماشائے گلشن تمنائے چیدن   بہار آفرینا گنہ گار ہیں ہم

اے بہار پیدا کرنے والے عالم بیشک ہم تیرے گنہ گار ہیں اور یقینی تیرے عاصی ہیں کہ تیرے اسوا ہم کو پھول چننے یا گلشن کے تماشے کی تمنا ہے۔ ہم کو چاہیئے تھا کہ تیرے سوا اور کسی کی تمنا نہ رکھتے۔

نہ ذوق گریبان نہ پروائے دامان   نگاہ آشنائے گل و خار ہیں ہم

اب نہ گریبان کا ذوق ہے نہ دامن کی پرواہی۔ ہم گل اور خار کے دیکھنے والے ہیں دامن کانٹوں میں جذب ہو کر رہ گیا۔ اور گریبان کو پھولوں نے بھلا دیا۔

اسدؔ شکوہ کفر و دعا ناسپاسی   ہجوم تمنا سے لاچار ہیں ہم

اے اسد حالانکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ شکوہ کرنا کفر ہے اور دعا کرنا ناشکری ہے مگر کریں کیا کہ ہجوم تمنا سے ہم لاچار ہیں مجبوراً شکوہ بھی کرنا پڑتا ہے اور دعا بھی کرنا پڑتی ہے۔

جسدم کہ جادہ دار ہو تارِ نفس تمام　　پیمایش زمین رہِ عمر بس تمام

جس وقت کہ جادہ کی طرح تارِ نفس تمام ہو جائے تو وہین زمین راہ عمر کی پیمایش تمام ہو جاتی ہے یعنی وہین منزل عمر ختم ہو جاتی ہے۔

کیا دے صدا کہ الفت گم گشتگان سے آہ　　ہے سرمہ گردِ رہ بہ گلوے جرس تمام

کیا صدا دے سکتا ہے کہ گم شدہ لوگون کی محبت مین جرس گرد راہ سے سرمہ در گلو ہو رہا ہے۔

ڈرتا ہون کوچہ گردیِ بازارِ عشق سے　　ہین خارِ راہ جوہرِ تیغِ عسس تمام

بازار عشق کی کوچہ گردی سے مین ڈرتا ہون کیونکہ میرے لئے خارِ راہ جوہر تیغ عسس ہین یعنی خارِ راہِ عشق اتنے ہین کہ کوچہ گردیٔ بازار عشق سے مین ڈرتا ہون اور وہ مجھے دشت گردی نہین کرنے دیتے۔

اے بالِ اضطراب کہان تک فسردگی　　یک پرزدن تپش مین ہے کارِ قفس تمام

اے بال اضطراب یعنی اے اضطراب کے بازو آخر تو افسردہ کہان تک رہے گا عالم تپش مین تڑپ کہ جہان تو نے ایک پر مارا بس قفس کا کام تمام ہو جائے گا۔ یعنی اے اضطراب جہان تو نے حالت کرب مین ذرا توجہ کری فوراً قفس ٹوٹ کر برابر ہو جائے گا۔

گزرا جو آشیان کا تصور بوقتِ بند　　مژگانِ چشمِ دام ہوئے خارِ خس تمام

قید ہونے کے وقت جو آشیانے کا خیال بندھا تو چشم دام کی مژگان یعنی حلقہاٴے دام کے ابھرے ہوئے کونے فوراً خار و خس کی صورت اختیار کر لی اور ایک آشیانہ بن گیا۔

کرنے نہ پائے ضعف سے شورِ جنون اسد　　اِکی بہار کا یونہی گذرا برس تمام

اے اسد ضعف نے اتنا بے بس اور اتنا عاجز کر دیا کہ ہم ہو حق مستانہ بھی نہ کر سکے اور جنون کے شور سے بھی باز رہے اِکی بہار کا پورا سال یونہی گزر گیا۔

ردیف (ن)

خوش وحشتے کہ عرضِ جنونِ فنا کرون　　جون گردِ راہ جامۂ ہستی قبا کرون

وہ وحشت بڑی اچھی جس کے ذریعہ سے یا جس کی وجہ سے مین اپنے جنون فنا کا اظہار کرسکون اور جیسے کہ گردِ راہ نے جامۂ ہستی کو چاک کر دیا ہے اسی طرح سے مین بھی قباے ہستی کو تار تار کر دون۔

گر بعد مرگ وحشت دل کا گلا کرون　　موج غبار سے پر یک دشت وا کرون

اگر کہین مین مرنے کے بعد اپنی وحشت دل کا گلہ کرنے پر آؤن تو اپنی موج غبار اور اپنے غبار قبر سے ایک دشت کے پر لگا دون یعنی کہین بعد مرگ وحشت کا شکوہ بھی کر دون تو تختۂ دشت کو زیر وزبر کر دون اور جنگل کو لے اُڑون۔

آ اے بہار ناز کہ تیرے خرام سے　　دستار گرد شاخ گل نقش پا کرون

محبوب سے خطاب کر کے کہا ہے کہ آ اے بہار ناز خدا کے لئے آ۔ کہ تیرے آتے ہی مین اپنی دستار کو شاخ گل نقش پا پر فدا کر دون اور اس کی گرو بنا دون یا اسکے اوپر نثار اور اس کی نذر کر دون۔

خوش افتادگی کہ بہ صحراے انتظار　　جون جادہ گردِ رہ سے نگہ سرمہ سا کرون

ہائے وہ افتادگی کتنی اچھی ہے کہ انتظار کے جنگل مین مین جادہ کی مانند پڑا ہون اور اپنی آنکھ مین گرد راہ کا سرمہ لگایا کرون۔ حاصل یہ ہے کہ انتظار یار مین رہنا کتنا اچھا ہے۔

صبر اور یہ ادا کہ دل آوے اسیر چاک　　درد اور یہ کمین کہ رہ نالہ وا کرون

صبر کا یہ ارادہ ہو کہ دل کو اسیر چاک زخم بنا دون اور وہ اس سے کہین نہ نکلے

اور درد اس گھات مین لگا ہوا ہے کہ مین کسی طرح نالہ کرون اور دل کی بھڑاس نکالون۔

دہ بیدماغ منت اقبال ہون کہ مین — وحشت بہ داغ سایۂ بال ہما کرون

مین اقبال کی احسان مندی اور منت پذیری سے اس قدر بیدماغ ہون کہ اگر سایۂ بازوے ہما کے داغ کو دیکھ بھی لون تو مجھے وحشت پیدا ہو جاے۔ حاصل یہ کہ مین کسی کا احسان سر پر نہین لے سکتا۔

دہ التماس لذت بیداد ہون کہ مین — تیغ ستم کو پشت خم التجا کرون

مین لذت بیداد کے لئے ایک التماس ہون اور وہ التماس ہون کہ میرا جذبۂ بیداد اس درجہ بڑھا ہوا ہے کہ مین تیغ ستم کو وہ پشت خم بنا سکتا ہون جو التجا اور عرض مدعا کے لئے خم کی جاتی ہے یعنی تیغ ستم خود میرے روبرو پشت خم التجا بن کر آئے۔

دہ راز نالہ ہون کہ بشرح نگاہ عجز — افشان غبار سرمہ سے فرد صدا کرون

مین اپنے نالہ کا ایک راز ہون اور وہ راز ہون کہ نگاہ عجز کی شرح کے لئے اپنی آواز کی فرد یعنی کاغذ پر غبار سرمہ چھڑک دون گا یعنی راز کی اس قدر محافظت کرون کہ فرد صدا جس کا کام اظہار راز ہے اسپر بھی غبار سرمہ چھڑک کر اُس کو سرمہ در گلو کر کے بے اثر بنا دون گا۔

فلک سفلہ بے محابا ہے — اس ستمگر کو انفعال کہان

کمینہ آسمان بالکل بے خوف اور بے محابا ہے ظلم کرتا ہے اور اس ظالم کو کبھی شرمندگی نہین ہوتی اور کبھی اپنے افعال سے نہین شرماتا۔

بوسہ مین وہ مضائقہ نہ کرے — پر مجھے طاقت سوال کہان

اگر مین بوسہ مانگون تو یقین ہو کہ وہ کوئی مضایقہ نہ کرے گا مگر مصیبت یہ ہے کہ

مجھ میں طاقت سوال نہیں ہے۔ طاقت سوال نہ ہونے کی بہت سی توجیہیں ہو سکتی ہیں خواہ بوجہ ہیبت و رعب حسن۔ خواہ بوجہ غیرت عشق وغیرہ کے۔

آنسو کہوں کہ آہ سوار ہوا کہوں — ایسا عنان گسیختہ آیا کہ کیا کہوں

اس شعر میں بیان حال معشوق بھی ہو سکتا ہے مگر میرے نزدیک بیان حال اشک زیادہ مناسب ہے اپنے آنسو کی کیفیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اسے آنسو کہوں یا ہوا سے آہ کا سوار کہوں یعنی ایسا تیز رفتار کہ ہوا کے گھوڑے پر سوار تھا۔ غرض میرا اشک کچھ اس طرح تیز و تند عنان گسیختہ آیا کہ بس کچھ نہ پوچھو کچھ کہا نہیں جاتا

مضمون وصل ہاتھ نہ آیا مگر اُسے — اب طائر پریدۂ رنگ حنا کہوں

وصل کا مضمون ہاتھ نہ آیا کہ اس کی کسی سے تشبیہ دے سکوں اور بتا سکوں کہ وصل کیا چیز ہے البتہ طائر پریدۂ رنگ حنا کہا جا سکتا ہے کہ اس کا بھی کوئی وجود نہیں ہے،

طرز آفرین نکتہ سرائی طبع ہے — آئینہ خیال کو طوطی نما کہوں

میرا آئینہ خیال نکتہ سرائی کی طرزیں پیدا کرتا ہے اور میری طبیعت کو نکتہ سرائی کے راستے دکھاتا ہے اب اس کی تشبیہ کس سے دوں بہتر یہ ہے کہ آئینہ خیال کو طوطی نما بتاؤں آئینہ اور طوطی میں جو مناسبت ہے وہ ظاہر ہے۔

غالبؔ ہے رتبہ فہم تصور سے کچھ پرے — ہے عجز بندگی جو علی کو خدا کہوں

اے غالبؔ حضرت علی کا رتبہ تصور کی فہم اور سمجھ پرے ہے اور تصور وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتا لہٰذا یہ میرا عجز بندگی شمار کیا جائے گا اگر میں علی کو خدا کہدوں گا اُن کا رتبہ نہ معلوم کیا ہے۔ خدا اپنی جگہ ہے اور علی اپنی جگہ۔

کسو کو زخود رستہ کم دیکھتے ہیں — کہ آہو کو پابند رم دیکھتے ہیں

ہم کو دنیا میں کوئی ایسا نہیں ملتا کہ جو خودی کی حدود سے گذر کر آزاد ہو گیا ہو۔

آہو کو دیکھئے ہر چند کہ وہ وحشی ہے مگر پھر بھی پابند رم ہے۔ غرضکہ پابندی دور نہین ہو سکتی۔

آئینہ دام کو پردے مین چھپاتا ہی عبث
کہ پریزاد نظر قابل تسخیر نہین

جوہر آئینہ کو دام آئینہ فرض کر کے کہتا ہے کہ آئینہ بیکار دام کو پردے مین چھپائے ہوئے اور بچھائے ہوئے ہے اس کی یہ کوشش سراسر بیکار اور بے سود ہے اس کو واضح رہے کہ نظر وہ پریزاد نہین ہے کہ وہ اس کو دام مین پھانس لے اور تسخیر کرلے وہ اور پریان ہون گی جو تسخیر ہو جاتی ہین۔

مثل گل زخم ہی میرا بھی سنان سے توام
تیرا ترکش ہی کچھ آبستنی تیر نہین

تیرا خیال یہ ہے کہ میرا ترکش ہی ایک ایسا ہے جو تیرون سے بھرا ہوا ہے اور جو نوک تیر سے توام ہے یہ غلط ہے اور سراسر غلط ہے اس کی اور بھی مثالین ہین پھول کو دیکھو وہ بھی زخمی ہے اور اس کے زخم مین بھی اب تک اسی طرح سنان موجود ہے جیسے کہ تیرے ترکش مین تیر ہین بلحاظ سرخی و رنگ و چاک پھول زخمی ہے اور شاخ گل سنان ہے اور اسی طرح اب تک میرے زخم مین بھی سنان توام موجود ہے۔

میر کے شعر کا احوال کہون کیا غالب
جس کا دیوان کم از گلشن کشمیر نہین

ریختہ کا وہ ظہوری ہی بقول ناسخ
آپ بے بہرہ ہی جو معتقد میر نہین

اے غالب میر کا حال کیا پوچھتا ہے اس کا حال کیا بتاؤن مجھے اس کا دیوان گلشن کشمیر معلوم ہوتا ہے یقیناً وہ اردو کے لئے ظہوری ہے جیسا کہ ناسخ کا یہ مقولہ ہے بالکل صحیح ہے کہ ؎

آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہین

جائیکہ پائے سیل بلا در میان نہین
دیوانگان کو وان ہوس خانمان نہین

دیوانے اس جگہ آباد ہی نہین ہوتے اور وہان گھر ہی نہین بناتے جہان سیل کا گذر نہو یعنی اُن کی فطرت مین آزار طلبی کا مادہ بھرا ہوا ہے۔

ہر رنگ گردش آئینہ ایجاد درد ہے   اشک سحاب جز بوداع خزان نہین

گردش دہر کے ہر رنگ مین ایجاد درد کے انداز موجود ہین ابر بہار کو دیکھ لے کہ اس کی اشک افشانی صرف اس لئے ہے کہ خزان رخصت ہورہی ہے الحاصل ہر گردش ایجاد درد کا ایک آئینہ ہے۔

جز عجز کیا کرون بہ تمنائے بیخودی   طاقت حریف سختی خواب گران نہین

مجھے بیخودی کی تمنا ہے مگر اس کو اختیار نہین کرسکتا اور اس کے لئے سوائے اس کے کہ اپنی عاجزی کا اظہار کرون اور کچھ نہین کرسکتا وجہ یہ ہے کہ میری طاقت اس خواب گران کو برداشت نہین کرسکتی۔ مجبوراً مین عجز کا اظہار کرتا ہون۔

گل غنچگی مین غرقہ دریائے رنگ ہے   اے آگہی فریب تماشا کہان نہین

پھول حالت غنچگی مین دریائے رنگ مین ڈوبا ہوا ہے اے آگہی فریب تماشا کس جگہ نہین ہے ہر جگہ یہی حالت ہے۔

ہوئی یہ بیخودی چشم و زبان کو تیرے جلوے سے   کہ طوطی قفل زنگ آلودہ ہے آئینہ خانے مین

آنکھ اور زبان کو تیرے جلوے سے یہ بیخودی ہوگئی ہے کہ طوطی جس کا کام گویائی ہے وہ آئینہ خانہ مین ایسا بے حس اور بیکار رہ گیا ہے کہ ایک قفل زنگ آلودہ معلوم ہوتا ہے۔

بحکم عجز ابروئے مہ نو حیرت ایما ہے   کہ یان گم کر جبین سجدہ فرسا آستانے مین

عاجزی کے حکم سے مہ نو یعنی ہلال اشارے کرتا ہے کہ سجدہ کرنے والی پیشانی

کو اس جگہ آستانے مین گم کر دے۔ اس شعر مین یاں کی بجاے ہاں زیادہ مناسب ہے جس سے تاکید پیدا ہو جائے گی اور یاں کے واسطے کوئی خاص جگہ نہین تبائی گئی

قدردانی کی دوستون نے حرص قاتل ذوق کشتن مین
ہوے ہین بخیہاے زخم جوہر تیغ دشمن مین

میرے دوستون نے میرے قاتل کی حرص قتل کو اور زیادہ کر دیا اور اس کے ذوق قتل کو بڑھا دیا ہے گویا کہ وہ بخیہ[1] جو انھون نے میرے زخم مین کی تھی وہ دشمن کی تلوار کے واسطے جوہر ہو گئی ہے یعنی دوستون نے بخیہ کی تھی زخم کے سینے کو گر چونکہ میری بدنصیبی سے وہ قاتل کو بری معلوم ہوئی اس سے [illegible] کی حرص قتل بڑھ گئی ہے اور آخر وہی بخیہ اس کی تلوار کا جوہر بنی۔ تلوار کا جوہر بننے سے مراد یہ کہ اور بھی اس کی تلوار کو میرے اوپر چمکایا۔

تماشا کردنی ہے لطف زخم انتظار اے دل
سویدا داغ مرہم مردمک ہے چشم سوزن مین

اے دل انتظار کے زخم کا لطف دیکھنے کے قابل ہے کہ اس کا داغ سویدا اور وہ مرہم جو اس زخم پر رکھا گیا ہے وہ چشم سوزن کے لئے تیل [illegible] یا ہے یعنی کسی حالت مین اس سے صورت انتظار محو نہین ہوئی۔

پاؤن مین جب وہ حنا باندھتے ہین
میرے ہاتھون کو جدا باندھتے ہین

میرا محبوب جب اپنے پاؤن مین مہندی لگاتا ہے تو میرے ہاتھوں کو علیحدہ باندھ دیتا ہے۔ میرے نزدیک اس شعر مین سوائے اس کے کہ پاؤن مین حنا باندھتے ہین تو ہاتھ باندھتے ہین ایک تقابل ہے اور کوئی لطف نہین۔

تیرے بیمار پہ ہین فریادی
وہ جو کاغذ مین دوا باندھتے ہین

وہ لوگ جو کاغذ مین دوا باندھتے ہین یعنی دوا فروش وہ بھی تیرے بیمار کے لئے رنج و فریاد کرتے ہین۔ یا یہ کہ معشوقون کو بھی رحم آتا ہے۔

قید مین بھی ہے اسیری آزاد
چشم زنجیر کو وا باندھتے ہین

[1] بخیہ مذکر بھی سنا گیا ہے

قیدی حالت قید مین بھی آزاد ہے اس واسطے کر چشم زنجیر کو جب کسی نے باندھا ہے وایسی کھلا ہوا باندھا ہے اس لئے اسیری گویا آزادی ہے۔

شیخ جی کعبہ کا جانا معلوم آپ مسجد مین گدھا باندھتے ہین

جناب شیخ صاحب خیر آپ کی زیارت کعبہ کا حال تو ہم کو معلوم ہے آپ کہان کعبہ کہان مگر آپ کی تشریف آوری کعبہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس قدوم میمنت لزوم کی وجہ سے مسجد کو ایک اصطبل بنا لیا ہے جس مین آپ خود گدھے معلوم ہوتے ہین یا یہ کہ شیخ صاحب آپ نے مجھے کعبہ جانے کی نسبت ارشاد فرمایا لے سبحان اللہ کیا خوب کجا مین کجا کعبہ۔ یہ تو ایسی بے جوڑ بات ہے کہ گویا آپ نے مسجد مین گدھا باندھ دیا ہے یا یہ کہ خود شیخ صاحب سے کہا ہے کہ آپ کیا کعبہ جائینگے آپ کہان کعبہ کہان۔

کس کا دل زلف سے بھاگا کہ اسد دست شانہ بہ قفا باندھتے ہین

اے خدا کون ایسا اسیر تھا کہ جس کا دل زلف یار سے فرار ہو گیا ہے اور اسوجہ سے کہ شانہ نے اس مفروری مین امداد دی آجتک اُس کے ہاتھ پیٹھ پیچھے باندھے جاتے ہین شانہ کے دونون بازوؤن کو اس کے ہاتھ سمجھ لیجئے۔

ہے نزاکت فصل گل مین بسکہ معمار چمن قالب گل مین ڈھلی ہے خشت دیوار چمن

چونکہ فصل بہار مین نزاکت چمن کی تعمیر کر رہی ہے اس واسطے دیوار چمن کی ہر خشت قالب گل مین ڈھلی ہوئی معلوم ہوتی ہے مطلب یہ کہ نشو و نما سے گل اتنی ہے کہ اسی سے چمن کی دیوار بن گئی ہے لہذا ہر پھول ایک خشت دیوار ہے۔

تیری آرایش کا استقبال کرتی ہے بہار جوہر آئینہ ہے یان نقش احضار چمن

تیری آرایش کے استقبال کے لئے بہار آمادہ اور تیار ہے تو جو بناؤ سنگھار کرتے وقت آئینہ دیکھتا ہے تو اُس آئینہ کے جوہر حاضرات بہار کا نقش بن جاتے ہین جس سے گویا بہار موجود ہو جاتی ہے یعنی بناؤ سنگھار کر کے تیرا آئینہ دیکھنا بہار پیدا کر دیتا ہے

بسکہ پائی یار کی رنگین ادائی سے شکست ہے کلاہ ناز گل برطاق دیوار چمن

چونکہ اُس نے یار کی رنگین ادائی سے شکست پائی ہے اس لئے ناز گل کی کلاہ اتر گئی ہے اور دیوار چمن کے طاق پر رکھی ہوئی ہے۔ موسم بہار میں بالیدگی سے پھولوں کا دیوار چمن تک پہونچنا گویا اُن کا اپنے غرور و ناز کی ٹوپی اتار کر رکھدینا ہے جو عجز اور شکست کی دلیل ہے۔ ٹوپی اُترنا یوں بھی آبرو اترنے کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔

وقت ہے گر بلبل مسکین زلیخائی کرے یوسف گل جلوہ فرما ہے بہ بازار چمن

جیسے کہ حضرت یوسف بازار مصر میں آئے تھے اور زلیخا نے خریداری کی تھی ایسے ہی یہ وہ وقت ہے کہ بلبل کو زلیخا بن جانا چاہئے اس لئے کہ یوسف گل بازار میں بکنے کے لئے آپہونچا۔

وحشت افزا گریہ ہا موقوف فصل گل اسدؔ چشم دریا ریز ہے میزاب سرکار چمن

اے اسد ان وحشت افزا نالوں کو فصل گل کے لئے موقوف رکھ کیونکہ تیری چشم اشکبار سرکار چمن کی میزاب ہے۔ میزاب پرنالہ کو کہتے ہیں جس سے پانی گرتا ہے یعنی بے وقت کا رونا کچھ لطف نہیں دیتا۔ میرا ایک شعر ہے ؎

خزاں میں چاک گریباں سے فائدہ کیا ہے
مزا بہار کا ہے اک ذرا بہار آئے

جوں مردمک چشم سے ہوں جمع نگاہیں خوابیدہ بہ حیرت کدہ داغ ہیں آہیں

جس طرح کہ پتلی کی وجہ سے نگاہیں جمع رہتی ہیں یا پتلی میں نگاہیں جمع ہوتی ہیں اسی طرح میرے حیرت کدۂ داغ میں آہیں سو رہی ہیں۔

پھر حلقۂ کاکل میں پڑیں دید کی راہیں جوں دود فراہم ہوئیں روزن میں نگاہیں

حلقہ کاکل میں پھر دیدار کی راہیں پیدا ہوگئیں یعنی دنیا کی نظر پھر اس کے حلقہ کاکل پر پڑ گئی اور یہ حالت ہوگئی کہ جیسے دھواں روزن میں جمع ہوتا ہے۔ اسی طرح نگاہیں اس حلقہ میں جمع ہیں۔

پایا سر ہر ذرّہ جگر گوشۂ وحشت ہیں داغ سے معمور شقائق کی کلاہیں

دنیا میں تجسس اور تفحص سے یہ حال معلوم ہوا کہ ہر ذرہ کا سر سودا سے معمور ہے اور وحشت کا لخت جگر اور نور بصر ہے شقائق کو دیکھئے کہ اس کی کلاہ میں بھی داغ سودا ہے۔ شقائق النعمان لالہ کی ایک قسم ہے جسے نعمان بن منذر نے لگایا تھا اور یہ ایک مشہور بات ہے کہ لالہ کی سیاہی کو داغ لالہ سے تعبیر کرتے ہیں جس کی صد ہا مثالیں موجود ہیں۔

کس دل پہ ہے عزم صف مژگان خود آرا آئینہ کے پایاب سے اتری ہیں نگاہیں

آخر تیرے مژگان صف آرا اور جنگجو کا کس دل پر چڑھائی کرنے کا ارادہ ہے کہ نگاہیں اب آئینہ سے پایاب ہو رہی ہیں۔ پایاب ہونا۔ کسی دریا کے پانی سے گزرنا جس میں کشتی وغیرہ کی احتیاج نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ تم آئینہ دیکھ رہے ہو آخر یہ پلکیں صف آرا ہو کر کس دل کی تباہی کا ارادہ کر رہی ہیں۔

دیر و حرم آئینۂ تکرار تمنا واماندگی شوق تراشے ہے پناہیں

یہ دیر و حرم دونوں تکرار تمنا کے آئینے ہیں یعنی ان سے حال کھلتا ہے کہ شوق کو پھر تازہ کیا جائے اور پھر تمنا کا اعادہ کیا جائے گویا کہ شوق کی واماندگی پناہیں تراش رہی ہے یعنی شوق جب تھک جاتا ہے تو ان میں سے ایک میں وا ماندہ ہو کر پڑ رہتا اور اسی کو اپنی پناہ بنا لیتا ہے جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ پھر کسی تمنا کا آغاز کیا جائے

یہ مطلع اسد جوہر افسون سخن ہو گر عرض تپاک جگر سوختہ چاہیں

حیرت کش یک جلوۂ معنی ہیں نگاہیں کھینچوں ہوں سویدائے دل چشم سے آہیں

اے اسد میرا یہ مطلع افسون سخن کے لئے جو ہر بن جائے اگر تپش جگر سوختہ کو عرض کرنا چاہیں اور وہ یہ ہی کہ میری نگاہیں ایک جلوۂ معنی کو دیکھ کر حیرت زدہ ہیں اور میری آنکھ کے دل سویدا سے برابر آہیں نکل رہی ہیں یا میں سویدائے دل چشم سے آہیں نکال رہا ہوں یعنی جلوۂ معنی نے مجکو اتنا حیرت زدہ کیا ہے کہ میری آنکھ کے دل کے سویدا سے آہیں نکل رہی ہیں۔ سویدائے دل چشم پتلی کو کہا جا سکتا ہے۔

تن بہ بند ہوس در ندادہ رکھتے ہیں	دل زکار جہان اُفتادہ رکھتے ہیں

ہمارے پاس ایسا جسم ہے جو ہوس کے بند میں قید نہیں اور ہمارے پاس اس قسم کا دل ہے جو جہان کے کاموں سے بالکل جاتا رہا ہے۔

تمیز زشتی و نیکی میں لاکھ باتیں ہیں	بہ عکس آئینہ یک فرد سادہ رکھتے ہیں

کون نیکی اور بدی اچھائی اور برائی کی تمیز کرے اور کون اس جھنجھٹ میں پڑے جیسے کہ آئینہ نیکی و بدی اچھائی برائی کی تمیز کے پھیر میں پڑا ہے ہم نے وہ علت نہیں رکھی بلکہ برعکس اس کے ایک سادہ فرد ہم رکھتے ہیں۔

برنگ سایہ ہمین بندگی میں ہی تسلیم	کہ داغ دل بہ جبین کشادہ رکھتے ہیں

سایہ کی طرح ہم نے بندگی میں تسلیم و رضا کی خو ڈال رکھی ہے اور جیسے کہ سایہ کی جبین کشادہ پر ایک داغ تسلیم ہے اسی طرح ہم بھی دل کے داغ کو اپنی جبین کشادہ پر خوشی کے ساتھ لئے ہوے ہیں۔ سایہ کی جبین کشادہ وہ جگہ جہان سایہ پڑے اور وہ زمین ہے جس کی تشبیہ جبین کشادہ سے نہایت ہی موزون اور مناسب ہے یا یہ کہ ہم کشادہ پیشانی کے ساتھ اپنے دل پر داغ رکھتے ہیں جیسے کہ سایہ داغ غلامی اپنی جبین پر رکھتا ہے۔ آخری معنی زیادہ مناسب اور اقرب الی الذہن ہیں۔

بہ زاہدان رگ گردن ہی رشتۂ زنار	سر بپائے بت نا نہادہ رکھتے ہیں

بندگی بت کرکے زاہدون کو غرور پیدا ہو گیا ہے گویا کہ رشتۂ زنار اُن کے لئے

رگ گردن زنار سا بن گیا ہی لہذا ہم اس خوف سے کہ ہم مغرور نہ ہو جائین ایسا سر رکھتے ہین کہ کسی بت کے قدم پر اس کو کبھی نہین رکھا لیکن زنار پر مغرور ہین جو یہ کسی بت کے قدم پر نہین رکھا

معاف بیہدہ گوئی ہین ناصحان عزیز ۔۔۔ دلے بدست نگارے نداوہ رکھتے ہین

ہم اپنے ناصحان عزیز کی تلخ نوائی کو معاف کرتے ہین کیا کرین وہ غریب معذور و مجبور ہین انھون نے کبھی کسی معشوق سے دل تو لگا یا نہین پھر وہ ایسی باتین نکرین تو کیا کرین۔

برنگ سبزہ عزیزان بدزبان یکدست ۔۔۔ ہزار تیغ بہ زہر آب دادہ رکھتے ہین

جیسے کہ سبزہ زہر آب مین بجھی ہوئی تلوار لئے ہے ظاہر ہے کہ سبزہ کی پتیان اور گھاس تلوار سے مشابہ ہے اسی طرح ہمارے بدزبان عزیز بھی ہزارون تلوارین ہمارے قتل کے لئے ایسی لئے ہوے ہین جنھین زہر آب مین بجھا یا ہے۔

طاؤس نمط داغ کے گر رنگ نکالون ۔۔۔ یک تخم دنسب نامۂ نیرنگ نکالون

اگر مین طاؤس کی طرح اپنے داغ دل کے رنگ دکھانے پر آؤن اور بتانا چاہون کہ میرا داغ دل کتنے کتنے رنگون مین رہ چکا ہے تو غالباً یہ نتیجہ نکلے گا کہ نیرنگ یعنی رنگا رنگی کا ایک پورا نسب نامہ دکھانا پڑے گا تب بتا سکون گا کہ کب کب داغ دل کا کیا کیا رنگ رہ چکا ہے۔

نے کوچۂ رسوائی و زنجیر پریشان ۔۔۔ اے نالہ مین کس پردے مین آہنگ نکالون

نے (بانسری) ایک کوچۂ رسوائی ہے اور زنجیر ایک پریشان چیز ہے آخر اے نالۂ غم تو ہی بتا کہ مین کون سے پردے سے اپنی آواز نکالون اُس مین یہ خرابی ہے اور زنجیر کی جھنکار مین پریشانی ہے۔

یک فشو نما جا نہین جولان ہوس کو ۔۔۔ ہر چند کہ مقدار دل تنگ نکالون

دنیا مین کہین اتنی بھی جگہ نہین کہ میری ہوس ایک نشو و نما بھی کر سکے ہر چند اپنے دل تنگ کی مقدار ہی کے موافق مین ہوس نکالون مگر اتنی بھی نہین نکل سکتی

سودائے عشق سے دم سرد کشیدہ ہون　　شام خیال زلف سے صبح دمیدہ ہون

مین سودائے عشق کی وجہ ایک دم سرد کشیدہ ہون گویا مین وہ صبح ہون جو شام خیال زلف یار سے طلوع ہوئی ہے چونکہ شعراء صبح کے طلوع ہونے کو ایک دم سرد لینے تشبیہ دیتے ہین اس لئے کہا ہے کہ چونکہ سودائے عشق سے مین دم سرد کھینچ رہا ہون اس لئے مین بھی ایک صبح معلوم ہوتا ہون۔

دوران سر سے گردش ساغر ہے متصل　　خمخانۂ جنون مین دماغ رسیدہ ہون

دوران سر کی وجہ سے متواتر اور متصل طور پر یہ معلوم ہو رہا ہے کہ مین دور ساغر مین شریک ہون اور پیالہ پر پیالہ چڑھاتا جاتا ہون گویا کہ مین جنون کے خمخانہ مین ایک ایسا دماغ ہون جو نشہ سے سرشار ہے۔

ظاہر ہین میری شکل سے افسوس کے نشان　　جون شانہ پشت دست بدندان گزیدہ ہون

افسوس کے نشان میری صورت اور شکل سے ظاہر ہو رہے ہین۔ گویا مین شانہ کی مانند ہون جو پشت دست کو اپنے دانتون سے چبائے ڈالتا ہے۔

ہون گرمی نشاط تصور سے نغمہ سنج　　مین عندلیب گلشن ناآفریدہ ہون

مین اپنے تصور کی خوشی کی گرمی سے نغمہ سنجی کر رہا ہون گویا کہ وہ بلبل ہون جسکے لئے گلشن ہنوز پیدا ابھی نہین کیا گیا مگر وہ خوش اور مسرور ہے۔

دیتا ہون کشتگان کو سخن سے سر تپش　　مضراب تار ہائے گلوئے بریدہ ہون

مین مرنے والون کو اپنی شیرین کلامی سے درس تپش دیتا ہون یعنی تڑپاتا ہون گویا کہ مین مضراب ہون اور گلو بریدہ لوگون کے تارون پر رواں ہوتا ہون اسی لئے

گویا مرنے والون کے تڑپانے کا باعث ہون۔

ہے جنبش زبان بہ دہن سخت ناگوار　　خونابہ ہلاہل حسرت چشیدہ ہون

مجھے اپنے دہن مین اپنی زبان کی جنبش سخت ناگوار اور بری معلوم ہوتی ہے اور مین اس سے غایت درجہ تلخی اور ناگواری کا احساس کرتا ہون اس واسطے کہ مین زہر حسرت پی چکا ہون۔

جون بوے گل ہون گرچہ گرانبار مشت زر　　لیکن اسد بوقت گزشتن جریدہ ہون

اگرچہ بوے گل کی طرح میرے ہاتھ یا میری مٹھی مین بھی زر ہے زرگل یا زرد زرد دہ زرد پتیان جو پھول کے بیچ مین ہوتی ہین جنھین زیرہ گل بھی کہا جاتا ہے مگر جیسے کہ بو جب رخصت ہوتی اور جاتی ہے تو تنہا جاتی ہو اور کچھ نہین لے جاتی اسی طرح جاتے وقت مین بھی یکہ و تنہا ہون اور کسی چیز یا کسی آدمی کو ساتھ نہ لے جاؤن گا۔

خون در جگر نہفتہ بزردی رسیدہ ہون　　خود آشیان طائر رنگ پریدہ ہون

مین خون جگر مین چھپاے ہوے ہون اور زرد ہو رہا ہون گویا اس طائر رنگ کا نشیمن ہون جو پرواز کر چکا ہو۔

ہو دست زد بہ سیر جہان بستن نظر　　پاے ہوس بہ دامن مژگان کشیدہ ہون

آنکھ بند کر لینا سیر جہان پر دست رد یعنی رد کا ہاتھ ہے یعنی دست رد واپس پھیر دینا ہے یعنی سیر جہان کو نامنظور کرنا ہے اسی لیے مین آنکھ بند کر کے پاے ہوس کو دامن مژگان مین لپیٹ کر بیٹھ چکا ہون یعنی سیر جہان سے قطع نظر کر کے آنکھین بند حیرت زدہ بیٹھا ہون۔

مین چشم وا کشادہ و گلشن نظر فریب　　لیکن عبث کہ شبنم خورشید دیدہ ہون

میری آنکھین کھلی ہوئی ہین اور گلشن جاذب توجہ اور جاذب نظر ہو مگر یہ سب میرے لیے بیکار ہو کیونکہ مین اس شبنم کی مانند ہون جس کو آفتاب کی کشش جذب کر رہی ہو

حاصل یہ ہے کہ باغ جہان کیسا ہی اچھا اور خوشگوار سہی مگر کیا کیا جائے کہ مین تو کسی اور ہی طرف کھنچ رہا ہون۔

تسلیم سے یہ نالہ موزون ہوا حصول — اے بے خبر مین نغمۂ چنگ خمیدہ ہون

مین جب حکم یار سے ہر بات پر سر تسلیم خم کرتا رہا۔ اس وقت مجھے یہ نغمۂ موزون جو تو سن رہا ہے حاصل ہوا ہے اے بے خبر تجھے معلوم بھی ہے مین وہ نغمہ ہون جو چنگ خمیدہ سے نکلا ہون تسلیم کو چنگ خمیدہ سے استعارہ کیا ہے۔ اس استعارۂ بلیغ نے شعر کو نہایت ہی بلند کر دیا ہے۔

پیدا نہین ہے اصل تگ و تاز جستجو — مانند موج آب زبان بریدہ ہون

یہ معلوم نہین کہ میری تگ و تاز اور دوڑ دھوپ کا اصل منشا اور مقصد کیا ہے میری حالت موج دریا کی سی ہو کہ جیسے وہ دوڑ رہی ہے اور ابتک جستجو مین ہو مگر وہ ایک زبان بریدہ کی مانند ہے اس کی منزل اور مقصد کا کسی پر اظہار نہین ہو سکتا۔ بالکل اسی طرح مین بھی ایک زبان بریدہ ہون میرا حال بھی کسی پر نہین کھلتا۔

سر پر مرے وبال ہزار آرزو رہا — یارب مین کس غریب کا بخت رمیدہ ہون

ہزارون حسرتون اور ہزارون تمناؤن کا وبال میری گردن پر ہے اے میرے خدا آخر مین کس غریب کا بخت رمیدہ ہون کہ اس قدر حسرتون کا میرے سر پر وبال لدا ہو ہے ظاہر ہے کہ غریب کے بخت رمیدہ کے سر پر بھی ہزارون حسرتون کا ہجوم اور وبال ہوگا۔

مین بے ہنر کہ جوہر آئینہ تھا عبث — پائے نگاہ خلق مین خار خلیدہ ہون

مین بے ہنر جوہر آئینہ کی مانند تھا مگر اس کو لوگون نے سمجھا نہین اور آج مین دنیا کے پائے نگاہ مین ایک کانٹا معلوم ہو رہا ہون۔

میرا نیاز عجز ہے سنت بتان اسد — یعنی کہ بندۂ بہ درم ناخریدہ ہون

میرا عجز و نیاز بتون کے لئے سنت ہے یعنی بغیر کسی غرض و مطلب کے ان کے لئے میرا
عجز ہے گویا کہ مین درم ناخریدہ غلام ہون۔

بوحشت گاہ امکان اتفاق چشم مشکل ہے — مہ و خورشید باہم ساز یک خواب پریشان ہے

دنیا ایک وحشت گاہ ہے یہان دو آنکھون کا ملنا ناممکن ہے اب رہا یہ کہ تو یہ
اعتراض کرے گا کہ جب یہ بات ہے تو مہ و خورشید باہم کیون آنکھین ملا رہے ہین
یا یہ دو آنکھین کیون مل رہی ہین سو اس دہوکہ مین نہ آنا۔ یہ دونون آنکھون کا
ملنا ایک خواب پریشان کا سامان ہے۔

نہ انشا معنی مضمون نہ املا صورت موزون — عنایت نامہ ہاے اہل دنیا ہرزہ عنوان ہین

اہل دنیا کے عنایت نامون کا کیا حال پوچھتا ہے سب کے عنوان بیہودہ۔
لغو۔ اور فضول ہین نہ انشا درست نہ املا درست۔ نہ معنی موزون۔ نہ حرف صحیح۔

طلسم آفرینش حلقہ یک بزم ماتم ہے — زمانے کے شب یلدا سے موے سر پریشان ہین

طلسم آفرینش یعنی مخلوق ایک حلقہ بزم ماتم ہے اور یہ جو تاریک راتین تو دیکھتا ہے
یہ راتین نہین ہین بلکہ دراصل زمانے کے وہ پریشان بال ہین جو ماتم مین پریشان
کئے جاتے ہین یعنی زمانے نے موے سر پریشان کرئے ہین صرف اس لئے کہ حلقہ ماتم
اپنے پورے کمال کے ساتھ جاری رہے۔

یہ کس ناہید کی تمثال کا ہے جلوہ سیمابی — کہ مثل ذرہ ہا خاک آئینے پر افشان ہین

یہ کس ناہید طلعت کی تصویر کا جلوہ سیمابی ہے یعنی پارے کی خاصیت رکھتا ہے
کہ خاک کے ذرون کی مانند آئینے اڑنے کی کوشش مین مصروف ہین۔ یعنی کس
برق وش کی تصویر کا جلوہ سیمابی آئینہ کو مائل پرواز کر رہا ہے۔ ایک ایسا ہی شعر ہے ؎

ہوے اس مہوش کے جلوۂ تمثال کے آگے
پر افشان جوہر آئینہ مین مثل ذرہ روزن مین — غالب

مگر آتش ہمارا کوکب اقبال چمکادے ۔ وگرنہ مثل خار خشک مردود گلستان ہین

شائد آگ یہ احسان کرسکے کہ ہمارے اقبال کے تارے کو چمکا دے ورنہ ہم سوکھے ہوے کانٹون کی مانند گلستان کے مردود ہین یعنی گلستان نے ہم کو رد کردیا ہے اس مضمون کو مرزا نے ادنیٰ تغیر کے ساتھ کئی جگہ کہا ہے چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہین ؎

فنا کو سونپ گر مشتاق ہے اپنی حقیقت کا ۔ فروغ طالع خاشاک ہے موقوف گلخن پر

جلوہ در طالع خاشاک من افتاد زبون
شد غلط جادۂ گلخن بہ گلستان رفتم ۔ غالب

اسد بزم تماشا مین تغافل پردہ داری ہے ۔ اگر ڈھانپے تو آنکھین ڈھانپ ہم تصویر عریان ہین

اے اسد بزم تماشا مین تغافل پردہ داری کا کام دیتا ہے اگر تجکو پردہ کرنا منظور ہے تو اور سب پردون کو چھوڑ اور آنکھین ڈھانپ کیونکہ ہم تصویر عریان کی مانند ہین یہی پردہ داری زیادہ موزون ہو۔

مرگ شیرین ہوگئی تھی کوہکن کی فکر مین ۔ تھا حریر سنگ سے قطع کفن کی فکر مین

کوہکن کی موت فکر مین نہایت خوشگوار اور شیرین بن گئی تھی وہ جو پتھر کاٹ رہا تھا تو گویا کہ وہ حریر تھا جس سے وہ اپنے کفن کے قطع کرنے کی فکر کر رہا تھا۔ یعنی اس کو قطع سنگ قطع حریر معلوم ہوتا تھا۔

فرصت یک چشم حیرت شبنمست آغوش ہے ۔ ہون سپند آسا وداع انجمن کی فکر مین

ایک چشم حیرت کا وا کرنا اور ایک چشم حیرت کے کھولنے کی فرصت اور وقفہ گویا بہت زیادہ شوق اور جوش مین آغوش کا وا کرنا ہے۔ میری صورت بالکل دانہ سپند کی سی ہے کہ جب اس کو آگ پر ڈالتے ہین تو وہ چٹکتا ہے تو پھٹنے اور شق ہونے سے حالت برشتگی مین گویا کہ ایک چشم حیرت کھولتا ہے اور یہی چشم حیرت کھولنا اس کے لئے آغوش وداع بن جاتا ہے یعنی اسی کے بعد وہ جل جاتا ہے اور

پوری انجمن سے رخصت ہو جاتا ہے۔

وہ غریب وحشت آباد تسلی ہون جسے — کوچہ دے ہے زخم دل صبح وطن کی فکر مین

مین وحشت آباد تسلی کا ایک مسافر رہنوردہ ہون اور اس قدر واجب الرحم اور بیکس ہون کہ زخم دل بھی اپنی کشادگی اور تفرق کی وجہ سے میرے لئے راہ بنا رہا ہے اور کوچہ تیار کر رہا ہے تاکہ مین اپنے وطن مین پہونچ سکون۔ زخم کا کوچہ تیار کرنا نہایت بدیع اور بے مثل خیال ہے۔

سایۂ گل داغ و جوش نکہت گل موج دود — رنگ کی گرمی ہے تاراج چمن کی فکر مین

سایۂ گل ایک داغ ہے اور جوش نکہت گل ایک موج دود ہے گویا کہ رنگ چمن کی گرم بازاری تاراج چمن کی فکر مین ہے۔

اے نواساز تماشا سر بکف جلتا ہون مین — اک طرف جلتا ہے دل اور اک طرف جلتا ہون مین

اے نواساز تماشا یعنی اے فراہم کنندۂ اسباب تماشا۔ مین سر بکف ہو کر جل رہا ہون ایک طرف میرا دل جلا جاتا ہے اور ایک طرف مین جل رہا ہون۔

شمع ہون لیکن بہ پا در رفتہ خار جستجو — مدعا گم کردہ ہر سو ہر طرف جلتا ہون مین

مین شمع ہون لیکن وہ شمع کہ جستجو کرتے کرتے اس کے پاؤن مین کانٹے چبھ گئے ہین اب مین مدعا گم کردہ ہو کر ہر طرف جل رہا ہون اور آوارہ پھر رہا ہون۔ یعنی مین شمع ہون لیکن صرف شمع جستجو بن گیا ہون اور اپنے مدعا کو گم کر بیٹھا ہون۔

ہے سراسر دست افسوس آتش انگیز تپش — بے تکلف آپ پیدا کر کے تف جلتا ہون مین

دست افسوس کا ملنا تپش کی آگ کو بھڑکاتا ہے مین بے تکلف آپ مین تف پیدا کر کے جلتا ہون

ہے تماشا گاہ سوز تازہ ہر یک عضو تن — جون چراغان دوالی صف بصف جلتا ہون مین

میرا ہر عضو بدن ایک سوز تازہ کا تماشا گاہ بنا ہے اور ہر ایک چراغان دوالی کی طرح صف بصف جل رہا ہے اسی واسطے ایک صورت تماشا گاہ بنا ہوا ہے۔

شمع ہون تو بزم مین جا پاؤن غالب کیطرح بے محل اے مجلس آرائے نجف جلتا ہون مین

اگر مین شمع ہون تو غالب کی مانند بزم مین پہونچون مگر اے مجلس آرائے نجف (مراد حضرت علی سے) مین بے محل جل رہا ہون۔ صائب کہتا ہے ؎

سوختیم و سوزش ما بر کسے پیدا نہ شد
چون چراغان شب مہتاب بیجا سوختیم

فتادگی مین قدم استوار رکھتے ہین برنگ جادہ سر کوئے یار رکھتے ہین

افتادگی مین ہمارا قدم نہایت مضبوط اور استوار ہے اور جادہ کی مانند کوئے یار کا ارادہ ہے یعنی جیسے کہ جادہ عاجزانہ خاک پر پڑا ہوا ہے مگر کوئے یار تک پہونچنے کا ارادہ کر رہا ہے یا پہونچا ہے اسی طرح سے ہم بھی جادہ کی مانند کوئے یار کا ارادہ رکھتے ہین اور افتادگی پر استوار ہین۔

برہنہ مستی صبح بہار رکھتے ہین جنون حسرت یک جامہ وار رکھتے ہین

جس طرح کہ بہار حالت برہنگی مین مست نظر آتی ہے۔ جیسے کہ فصل گل نشے مین چور ہو کر دنیا کے سامنے ہے بالکل اسی طرح ہم ایک حسرت جامہ وار مین مجنون ہین جامہ وار سے مراد یہ ہے کہ ایک سراپا بہار کی حسرت ہے یا گل داغ جنون کی تمنا ہے۔ جامہ وار ایک منقش اور رنگین کپڑا ہوتا ہے جو بہار سے اشبہ ہے۔ اسی واسطے اپنی برہنگی جنون کو برہنہ مستی بہار سے تشبیہ دی بہار کی برہنہ مستی یہی ہے کہ اس جوش نشو و نما مین مست ہو کر اہل جہان کے سامنے جلوہ گر ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ہمارے اندر صبح بہار کی برہنہ مستی ہے اور ایک جامہ وار کی حسرت کے مجنون ہین جیسے کہ صبح بہار برہنہ تھی اور ایک گل بوٹے کی چادر کی احتیاج تھی اسی طرح ہماری برہنگی و عریانی ایک جامہ وار کی تلاش مین ہو۔

طلسمِ مستیِ دل آنسوے ہجومِ سرشک ہم ایک میکدہ دریا کے پار رکھتے ہیں

ہمارے ہجوم سرشک کے ماورا ہمارے دل کی مستی کا ایک طلسم بنا ہوا ہے۔
یعنی ہجوم اشک تو ایک ظاہری چیز ہے اس سے گزر کر جو ایک عالم ہے وہاں ہمارے
دل کی مستی ظاہر ہوتی ہے جو گویا ایک طلسم ہے اس کی بالکل ایسی تشبیہ ہے جیسے
دریا کے پار کوئی شراب خانہ ہوتا ہے اسی طرح ہمارے یہاں ماورائے ہجوم اشک
مستی دل کا طلسم ہے۔

ہمیں حریرِ شرر باف سنگ خلعت ہے یہ ایک پیرہن زرنگار رکھتے ہیں

ہم مجنون ہیں اور وہ چنگاریاں برساتے ہوئے پتھر جو ہم پر پھینکے جاتے ہیں گویا
کہ ہمارے واسطے خلعت ہیں اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم ایک پیرہن زرنگار پہنے ہوے
ہیں۔ سنگ گویا ہمارے لئے حریر ہے جو شرر سے بنا ہے اور اس حریرِ شرر باف کے
ہمارے واسطے ایک سنہرا پیرہن تیار ہو گیا ہے۔

نگاہ دیدۂ نقش قدم ہے جادۂ راہ گزشتگان اثر انتظار رکھتے ہیں

جادۂ راہ ایک نگاہ ہے دیدۂ نقش قدم جس سے معلوم ہوتا ہے گزرے ہوے
اور رہنوردان راہ عدم جن کا یہ نقش پا ہے ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔ جادہ راہ کی نگاہ
سے تشبیہ دی ہے وجہ شبہ درازی رسائی وغیرہ ہو سکتی ہے۔ نقش قدم کو ایک آنکھ
فرض کیا ہے کہ جس کی نگاہ جادہ ہے۔ اسی سے گزشتگان کا اثر انتظار ثابت ہوا۔

ہوا ہے گریۂ بیباک ضبط سے تسبیح ہزار دل پہ ہم اک اختیار رکھتے ہیں

ہمارا وہ گریہ جو نہایت بیباک تھا یعنی جس کو کوئی خوف اور خیال ہی نہ تھا
ہمارے ضبط کی وجہ سے تسبیح ہو گیا ہے تسبیح کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے قطرہائے اشک
کو ضبط کیا ہے جو دانوں کی صورت ہوتے ہیں اور تسبیح دانوں ہی سے تیار ہوتی
ہے اور تسبیح ہزار دانوں کی بھی ہوتی ہے لہذا معلوم ہوا کہ ہم ایک اختیار ہزار

دلون پر رکھتے ہین۔

بساط ہیچ کسی مین بہ رنگ ریگ روان
ہزار دل بوداع قرار رکھتے ہین

ہم بساط ہیچ میرزی اور ہیچ کسی مین ریگ روان یعنی اس ریگ کی مانند جو ہر وقت اڑتا یا چلتا رہتا ہے ہزار دل ایسے رکھتے ہین جو قرار و صبر کو ہر وقت وداع کرتے رہتے ہین۔ یعنی ہم ریگ روان ہین۔ اور یہ روانی اور اضطرار جو ہم مین ہے یہ ہمارا وداع قرار ہے۔

جنون فرقت یاران رفتہ ہے غالب
بسان دشت دل پر غبار رکھتے ہین

اے غالب ہم کو یاران رفتہ کی فرقت نے مجنون اور دیوانہ بنا دیا ہے اور ہمارا دل اس جنگل کی مانند ہے جس مین غبار ہو۔ بالکل اسی طرح ہمارے دل مین بھی غبار رنج والم بھرا ہوا ہے۔

چمن نامحرم آگاہی دیدار خوبان ہے
سحر گلہائے نرگس چند چشم کور ملتے ہین

یہ چمن دیدار خوبان کی آگاہی سے نامحرم ہے یعنی اس نے حسینون کا دیدار دیکھا ہی نہین ہے۔ صبح کے وقت نرگس کے پھول چند اندھی آنکھین ملا کرتے ہین اور یہی دلیل چمن کے نامحرم دیدار خوبان ہونے کی ہے۔

کجا جوہر چہ عکس خط بتان وقت خود آرائی
دل آئینہ زیر پائے خیل مور ملتے ہین

کیا عکس خط اور جوہر کے جھگڑے مین پڑا ہوا ہے اور کیون یہ سمجھ رہا ہے کہ آئینہ مین عکس خط پڑتا ہے۔ بات دراصل یہ نہین ہے بلکہ یہ ظالم معشوق آئینہ کے دل کو خیل مور چہ سے پامال کراتے ہین۔ یعنی جب معشوق آئینہ دیکھتے ہین اور انکے خط کا عکس آئینہ مین پڑتا ہے تو گویا جوہر آئینے مین وہ خط جو خیل مور سے مشابہ ہے جوہر یعنی دل آئینہ کو پامال کرتا ہے حاصل یہ کہ معشوق کسی حال مین ظلم سے غافل نہین ہوتے ان کی ظاہری حالت کچھ اور ہوتی ہے اور دل مین کچھ اور بات ہوتی ہے۔

تماشائے بہار آئینہ پرواز تسکین ہے　　کف گلبرگ سے پائے دل رنجور ملتے ہین

بہار کا نظارہ ایک آئینہ ہے جس مین تسکین کی پرواز یعنی تسکین کے اڑ جانے کی صورت نظر آتی ہے۔ اس لئے کہ تماشائے بہار کے وقت پھولون کی پتیان حرکت کرتی اور ہلتی نظر آتی ہین اسی سے قیاس ہوتا ہے کہ یہ کف گلبرگ نہین ہین بلکہ رنجورون کے پاؤن ہین جنھین وہ مل رہے ہین یعنی ایڑیان رگڑ رہے ہین کہ انکی تسکین پرواز کر گئی ہے۔

اسد حسرت کش یکداغ مشک آلودہ ہے یارب　　لباس شمع پر عطر شب دیجور ملتے ہین

اے میرے خدا ایک بیچارہ اسد ہے کہ ایک داغ مشک آلود کی تمنا کر رہا ہے اور میسر نہین حالانکہ شمع کے اوپر ہمیشہ عطر شب دیجور ملا جاتا ہے یعنی شمع کے لئے رات بھی لازمی ہے پھر میرا دل جو مثل شمع کے ہے اس کو ایک داغ مشک آلود سے ابتک خلاف قانون فطرت کیون محروم رکھا ہے۔ داغ کو شمع سے اور مشک کو بوجہ سیاہی کے شب سے تشبیہ دی ہے مگر شب دیجور کو عطر ٹھہرانے کی وجہ میرے خیال مین نہین آتی مطلب یہ ہے کہ مین بھی ایک داغ سیاہ چاہتا ہون جو سرمایہ فخر عشق ہے۔

ہوئی ہین آب شرم کوشش بیجا سے تدبیرین　　عرق ریز تپش ہین موج کی مانند زنجیرین

کوشش بیجا کی شرم سے وہ تدبیرین جو میرے حق مین یا ایک دیوانہ کے حق مین کی گئی تھین پانی ہو گئی ہین یعنی جو زنجیرین کہ دیوانہ کو پہنائی گئی تھین انکو تپش سے عرق آرہا ہے اور اسی عرق خجالت کی وجہ سے زنجیرین موج دریا معلوم ہوتی ہین زنجیر کی تشبیہ موج سے نہایت ہی مشہور مگر لطیف ہے۔

درشتی تامل پنبہ گوش حریفان ہے　　دگرنہ خواب کی مضمر ہین افسانے مین تعبیرین

تامل اور غور و فکر کی درشتی حریفون کے لئے پنبہ گوش بن گئی ہے یعنی انکی فکر نے ان کو اصل مقصود تک پہونچنے سے محروم رکھا ہے وگرنہ افسانے مین خواب

کی تعبیر بین بھی مضمر ہیں اور کوئی غور و فکر کی ضرورت نہیں۔ دنیا کے ہر آغاز مین انجام اور ہر انجام مین آل کار کی تصویرین دکھائی دیتی ہین۔

اسد طرز عروج اضطراب دل کو کیا کہئے — سمجھتا ہون تپش کو الفت قاتل کی تاثیرین

اے اسد اضطراب دل کے طرز عروج کو مین کیا کہون۔ اب حالت یہ ہے کہ اپنی تپش دل کو مین الفت قاتل کی تاثیرین سمجھتا ہون اور یہی دل کا عروج اضطراب ہے

بد دماغی حیلہ جوے ترک تنہائی نہین — ورنہ کیا موج نفس زنجیر رسوائی نہین

اصل یہ ہے کہ ہم اپنی بد دماغی کی وجہ سے ترک تنہائی کا کوئی حیلہ نہین ڈھونڈھتے اور تنہائی کو برا سمجھنے کی کچھ دلیلین قائم نہین کرتے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ تنہائی بھی کوئی بڑی عمدہ چیز نہین ہے اور اگر ہے بھی تو تنہائی میسر کہان ہے کیونکہ کہین بھی جائین اور کیسی ہی تنہائی اختیار کرین پھر بھی آمد و رفت نفس سے چھٹکارا نہین ہے اور یہ نفس کی آمد و شد کی موج ایک زنجیر رسوائی ہے۔ اور جب یہ رسوائی ہے تو پھر تنہائی کہان۔

وحشی خو کردۂ نظارہ ہے حیرت جسے — حلقۂ زنجیر جز چشم تماشائی نہین

میری حیرت ایک وحشی ہے مگر ایسی وحشی ہے جسے نظارہ کی عادت پڑی ہوئی ہے۔ چونکہ وحشی کو زنجیر مین رکھا جاتا ہے اس لئے اس کے لئے بھی زنجیر کی ضرورت ہے مگر اس کی زنجیر کا ہر حلقہ اس کے واسطے چشم تماشائی کا کام دیتا ہے اور اس کا سبب وہی اس کی خو کردگی نظارہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میری حیرت کا عالم بھی نظارۂ جمال محبوب سے خالی نہین ہے۔

قطرہ کو جوش عرق کرتا ہے دریا دستگاہ — جز حیا پر کار سعی بے سر و پائی نہین

جوش عرق شرم قطرہ کو دریا دستگاہ بنا دیتا ہے۔ یعنی جوش شرم سے قطرہ بڑھ کر دریا کی برابر مقدرت رکھنے والا ہو جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ بے سر و پائی مین

جو سعی کی جاتی ہی اس کے لئے حیا پرکار ہے کہ اس کو معمولی جگہ سے بلند جگہ تک پہونچا
دیتی ہے اور جوش شرم کچھ سے کچھ کر دیتا ہے - ظاہر ہے کہ بے سروپائی مین کوئی
سعی نہین ہوسکتی جیسے کہ قطرہ بے سروپا ہے مگر اس کا عرق انفعال اس کو دریا
دستگاہ کرتا ہے اسی طرح حیا سعی کے لئے پرکار ہو جاتی ہے۔

چشم نرگس مین نمک بھرتی ہی شبنم سے بہار   فرصت نشو و نما ساز شکیبائی نہین

یہ نہ سمجھو کہ نشو و نما کی فرصت اسباب صبر و شکیبائی مہیا کرتی ہی - یہ سراسر
غلط ہی - نرگس کو دیکھو کہ نشو و نما پاکر وہ آنکھ پیدا کرتی ہی مگر اسی آنکھ مین بہار
شبنم کا نمک بھرتی ہی مطلب کہ نشو و نمائے ہستی قابل فخر و امتیاز نہین ہے۔

کسکو دون یارب حساب سوزِ ناپیدا دل   آمد و رفت نفس جز شعلہ پیمائی نہین

اے میرے خدا مین اپنے دل کی تپش اور سوزِ نہانی کا کس کو حساب دون بڑی
مصیبت مین ہون حالت یہ ہی کہ اب میرے نفس کی آمد و رفت بھی شعلہ پیمائی سے
کم نہین ہی - پھر ایسا کون ہی کہ مین اس کو اپنے سوز دل کا حساب سمجھاؤن -

مت رکھ اے انجام غافل ساز ہستی پر غرور   مور کے پر ہین سر و برگ خود آرائی نہین

اے انجام سے غافل کیا دنیا کے ساز و سامان پر اتراتا ہے یہ سمجھ لے کہ یہ تیرا
تمام ساز و سامان خود آرائی چیونٹی کے پر ہین اور یہ ظاہر ہی کہ چیونٹی کے جب پر نکلتے
ہین تو اس کی موت کا زمانہ قریب آجاتا ہی - اسی طرح تیرا ساز و سامان تجھے موت سے
قریب کر رہا ہے۔

ظاہر اسر پنجۂ افتادگان گیرا نہین   ورنہ کیا دامان کی حسرت پہ نقش پا نہین

معلوم یہ ہوتا ہی کہ عاجزون کے پنجہ مین گیرائی کی طاقت ہی نہین ہی ورنہ یہ
کون کہہ سکتا ہے کہ نقش پا کو کسی دامن کے تھامنے کی حسرت نہین ہے اگر وہ اپنے پنجہ
مین طاقت گیرائی دیکھے تو دامن تھام لے۔

آنکھیں پتھرائی ہیں نا محسوس ہے تار نگاہ ہے زمیں از بسکہ سنگیں جادہ بھی پیدا نہیں

چونکہ آنکھیں پتھرا گئی ہیں لہذا اب تار نگاہ کا احساس بھی باقی نہیں رہا اسکی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے کہ کسی سنگین زمین کے اوپر جادہ کے نشانات نمودار نہیں ہوتے ہیں پھر جب آنکھیں پتھرا گئیں تو ان میں تار نگاہ کیونکر ظاہر ہو۔ یہ بمنزلہ زمین سنگین ہیں اور تار نگاہ بمنزلہ جادہ کے۔

ہو چکے ہم جادہ ساں سو بار قطع و تا ہنوز زینت یک پیرہن جوں دامن صحرا نہیں

جادہ کو جیسے لوگ قطع کرتے ہیں (جادہ قطع کرنا راہ طے کرنا) اسی طرح ہم کو سو بار قطع کیا ہے (قطع کرنے سے مراد یا ٹکڑے ٹکڑے کرنا ہے یا پامال کرنا) مگر افسوس ہے کہ آج تک ہم کسی پیرہن کے کام نہ آئے اور اسی طرح بیکار رہے جیسے کہ دامن صحرا بیکار رہتا ہے اور کسی پیرہن کی زینت نہیں ہوتا۔

ہو سکے ہیں پردہ جوشیدن خون جگر اشک بعد ضبط غیر از پنبۂ مینا نہیں

وہ آنسو جو ضبط کے بعد ہماری آنکھوں سے جاری ہوتے ہیں وہ جوشش خون جگر کے لئے پردہ ہیں اور اُن کو روکے ہوئے ہیں یعنی اگر وہ اشک نہ ہوں جو ضبط کے بعد نکلتے ہیں تو ہم خون روئیں۔ ان آنسوؤں کی مثال ایسی ہے جیسے کہ پنبۂ مینا ہوتا ہے کہ اس کے ہونے کی وجہ سے شراب شیشہ سے نہیں نکل سکتی ورنہ اگر وہ نہ ہو تو شراب سرخ نکلے۔

ہو سکے کب کلفت دل مانع جوش سرشک گرد ساحل سنگ راہ جوشش دریا نہیں

کلفت دل طوفان اشک کو کب روک سکتی ہے کلفت بمنزلہ گرد ساحل ہے اور جوش سرشک بمقابل جوشش دریا کے جیسے جوشش دریا کو گرد ساحل نہیں روک سکتی اسی طرح ہمارے دل کی کلفت بھی اس اشک طوفان کو نہیں روک سکتی ہے۔

ہے طلسم دہر مین صد حشر پاداش عمل آگہی غافل کہ یک امروز بے فردا نہین

دنیا ایک طلسم ہی جہان پاداش عمل کے سیکڑون حشر برپا ہوا کرتے ہین اے غافل ذرا ہوشیار رہو اور سمجھ لے کہ دنیا مین کوئی امروز بغیر فردا کے ممکن نہین ہے یعنی عمل کے ساتھ ہی عمل کا بدلہ ملتا ہے۔ نواب سراج الدین احمد خان سائل کا ایک شعر ہے کیا خوب کہا ہی ؎

عمل شاہد ہی شرم و انفعال بادہ نوشی پر
اُو ہر بوتل ہوئی خالی اِدہر بوتل کا چور اتھا

بسمل اس تیغ دو دستی کا نہین بچتا اسد عافیت بیزار شغل کعبتین اچھا نہین

مرزا کو اوائل شباب مین کعبتین وغیرہ کا شوق تہا۔ چنانچہ ایک مرتبہ انھین علتون کی وجہ سے ایک کوتوال نے ان کو قید کرا دیا تھا۔ اسی شغل کی نسبت اس شعر مین اشارہ کیا ہے۔ کعبتین کے کھیل کو تیغ دو دستی کہنا بہت لطف رکھتا ہے۔

ضبط سے مطلب بجز وارستگی دیگر نہین دامن تمثال آب آیئنہ سے تر نہین

ضبط کرنے سے آزادی کے سوا اور کوئی مطلب نہین ہے جیسے کہ تصویر کا دامن آئینہ کے پانی سے کبھی تر نہین ہوتا۔ اسی طرح ضابط لوگ سوا وارستگی کے اور کوئی مطلب نہین رکھتے۔

ہی وطن سے باہر اہل دل کی قدر و منزلت عزلت آباد صدف مین قیمت گوہر نہین

اہل دل کی قدر و منزلت ہمیشہ وطن سے باہر ہوتی ہے اور اس کی مثال یہ ہی کہ موتی جب صدف کے گوشہ مین رہتا ہے اس کو نہ کوئی دیکھتا ہی نہ اسکی قدر و منزلت ہوتی ہی

اہل جوہر کو وطن مین رہنے دیتا گر فلک لعل کیون آتا یہان کان بدخشان چھوڑ کر

باعث ایذا ہی برہم خوردن بزم سرور لخت لخت شیشۂ شکستہ جز نشتر نہین

بزم سرور کا برہم ہونا باعث ایذا ہے - جو شیشے کہ شراب کے پینے کے بعد توڑ دیے
جاتے ہین ان کا چورا نشتر معلوم ہوتا ہے اور نشتر ہی کی برابر تکلیف دہ ہوتا ہی-

وان سیاہی مردمک ہے اور یہان داغ شراب — مہ حریف نازش ہم چشمی ساغر نہین

چاند کی سیاہی اس کی مردمک یعنی آنکھ کی پتلی ہی اور پیالہ کی آنکھ کی پتلی
اس کا داغ شراب ہی اس لئے چاند ساغر کی ہم چشمی کا دعوی نہین کرسکتا چشم ساغر
اس سے بہتر ہے بوجہ اس کے کہ اس کی پتلی داغ شراب سے بنی ہے - ساغر کو چاند سے
اور آنکھ سے تشبیہ دینا شعرا کے مسلمات شاعری مین سے ہے-

ہے فلک بالانشین فیض خم گردیدنی — عاجزی سے ظاہر ارتبہ کوئی برتر نہین

آسمان چونکہ جھکا ہوا ہے اسی واسطے فیض پاکر بالانشین ہوا ہے - معلوم یہ ہوتا ہی
کہ عاجزی سے کوئی رتبہ بلند تر نہین ہے

دل کو اظہار سخن انداز فتح الباب ہے — یان صریر خامہ غیر از اصطکاک در نہین

ہم جب اظہار سخن کرتے ہین یعنی جب شعر لکھتے ہین تو ہمارے دل کے لئے ایک
کشادگی پیدا ہوتی ہے گویا وہ آواز جو لکھتے وقت قلم سے نکلتی ہے وہ آواز ہے جو دروازہ
کھلتے وقت کواڑون سے یا دروازہ کھلنے سے پیدا ہوتی ہے پھر فتح الباب نہ ہونا
کیا معنی-

کب تلک پھیرے اسد لبہاے تفتہ پر زبان — طاقت لب تشنگی اے ساقی کوثر نہین

تشنہ لب اسد پیاس کی وجہ سے باربار ہونٹون پر زبان پھیر رہا ہے آخر کب تک
وہ غریب اس حال مین رہے اے ساقی کوثر اب اس مین لب تشنگی کی طاقت نہین ہے
رحم کیجئے اور اس کو سیراب کرم فرمئیے-

دیکھئے مت چشم کم سے سوئے ضبط افسردگان — جون صدف پردے مین دندان در جگر افشردگان

وہ لوگ جنکو ضبط نے افسردہ کر دیا ہے اُن کو نظر حقارت سے نہ دیکھو۔ اُنکی دندان درجگر افسردگی (ضبط) کی مثال ایسی ہے جیسے کہ صدف کے اندر موتی بھرے ہوتے ہین - دندان درجگر افسردن یعنی جو نشان دانتون کے یا خود دانت جگر پر نقش ہون ان کو موتی سے تشبیہ دی ہے ۔ اور الفاظ سے فائدہ اٹھلیا ہے۔

گرم تکلیف دل رنجیدہ ہی از بسکہ چرخ قرص کافوری ہی بہر جان سرما خوردگان

چونکہ آسمان ہر وقت رنجیدہ دلون کے تکلیف دینے مین سرگرم رہتا ہی اس لئے اُن لوگون کے لئے جنھین سرما نے تباہ و پریشان کر دیا ہے قرص کافوری دیتا ہے۔ قرص کافوری سے مراد آفتاب ہی اور یہ عادت ہی کہ غربا جن کو جاڑے مین کپڑا ابھی میسر نہین ہی دہوپ مین بیٹھتے ہین تو گویا یہ علاج اور بھی اُن کے آزار کا موجب ہوتا ہے ایک تو سرما خوردہ اسپر قرص کافوری معاذ اللہ۔

رنجش دل یک جہان ویران کرگئی اے فلک دشت ساماں ہی غبار خاطر افسردگان

اے آسمان یہ سمجھ لینا کہ رنجیدہ دلون کے دل کی رنجش ایک جہان کو ویران بنا کر چھوڑے گی کیونکہ افسردہ دلون کا غبار دل سامان دشت مہیا کئے ہوے بیٹھا ہے۔ گویا ے

غالب ہمین نہ چھیڑ کہ پھر جوش اشک سے
بیٹھے ہین ہم تہیہ طوفان کئے ہوئے

ہاتھ پر ہو ہاتھ تو درس تاسف ہی سہی شوق مفت زندگی ہی آبہ غفلت مردگان

اے وہ لوگو کہ بیکاری مین ہاتھ پر ہاتھ دہرے بیٹھے ہو اس حالت سے فائدہ اٹھاؤ اور اس دست بردست سودن سے سبق تاسف حاصل کرو۔ یعنی اس کو وہ ہاتھ سمجھو کہ جو حالت افسوس مین ملتے ہین ارے غفلت کے متوالو ہوش مین آؤ دیکھو شوق یقین مفت ملتا ہی یعنی دراصل تو تمھارے ہاتھ بیکاری سے اس صورت مین ہین اگر تم چاہو تو اس صورت کو دست تاسف کی صورت سمجھ کر درس افسوس حاصل کر سکتے ہو۔

خارِ گل سینہ فگار جفا ہے اے اسد ۔ برگ ریزی ہے پرافشانی ناوک خوردگان

اے اسد گل نے کانٹے سے سینہ پر زخم کھائے ہیں اور اس کی جفاؤں سے زخمی ہوا ہے گویا کہ تیر کھائے ہوئے لوگوں کی پرافشانی برگ ریزی یعنی خزان کی صورت ہے اور یہ گویا گل ہیں جو خار سے زخمی ہوئے ہیں۔

خزینہ دار مسرت ہوئی ہوائے چمن ۔ بنائے خندہ عشرت ہے بر بنائے چمن

نسیم چمن خازن عیش و عشرت ہے اور گویا تمام خندہ ہائے عشرت کی بنا بنائے چمن سے مستحکم اور مضبوط ہے اگر یہ نہ ہو تو خندۂ عشرت بھی نہ ہوا در جب بنائے خندۂ عشرت مرہون بنائے چمن ہے تو لازم آیا کہ چمن خزینہ دار مسرت ہے۔ اس سے ایک صغری کبریٰ کا سا نتیجہ نکلتا ہے۔

بہ ہرزہ سنجی گلچین نہ کھا فریب نظر ۔ ترے خیال کی وسعت میں ہے فضائے چمن

کیا گلچین کی بیہودہ گوئی سے فریب کھا رہا ہے اور کیون اپنی نظر کو فریب خوردہ بنا رہا ہے کیسا چمن اور کیسی فضائے چمن یہ سب فریب ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ تیرے خیال کی وسعت ہی فضائے چمن ہے باقی فضائے چمن کا کوئی وجود خارج میں نہیں ہے ؎

دل اگر خوش ہے تو سب کچھ ہے نہیں کچھ بھی نہیں
ہمنشیں کیسی خزان کیسی بہار زندگی

آسی

یہ نغمہ سنجی بلبل متاع زحمت ہے ۔ کہ گوش گل کو نہ راس آئیگی صدائے چمن

بلبل کی نغمہ سنجی کچھ بھی نہیں ایک سامان زحمت ہے کیون کہ گوش گل کو صدائے چمن راس نہیں آسکتی۔

صدائے خندۂ گل تا قفس پہونچتی ہے ۔ نسیم صبح سے سنتا ہون ماجرائے چمن

مجھ دور افتادۂ چمن کو چمن کی کیفیت کیا معلوم ہے کہ کیا کیا ہوتا ہے بس اتنا ہی کہ صبح کو جب خندہ گل کی آواز نسیم کے دوش پر سوار ہو کر آتی ہے تو مین بھی سن لیتا ہون اور میرے قفس تک بھی وہ آتی ہے تو اسی سے چمن کا ماجرا معلوم ہوتا ہی۔

گل ایک کاسۂ دریوزۂ مسرت ہے — کہ عندلیب نوا سنج ہے گدائے چمن

بلبل باغ کی ایک کاسہ بدست فقیر ہے جو مسرت اور خوشی کی دریوزہ گری کرہی ہے اور پھول اس کا کاسہ گدائی ہے۔

بہار راہرو جادۂ فنا ہے اسد — گل شگفتہ ہین گویا کہ نقش پائے چمن

بہار جادہ فنا کی مسافر ہے اور کھلے ہوئے پھول اس کے نقش پا ہین گویا کہ بہار چلتی جارہی ہے اور یہ پھول اس کے نقش پا ہین جو چلنے مین زمین چمن پر پڑتے جاتے ہین۔

حریف نالۂ پُر درد ہی تو ہو پھر بھی — ہر اک تبسم پنہان ترا بہائے چمن

یہ مجھے معلوم ہے کہ میرے نالۂ پُر درد کا وہ دشمن اور حریف ہے مگر پھر بھی مین جانتا ہون کہ تیرا تبسم پنہان چمن کی قیمت ہے اور اسپر سے چمن کا چمن قربان ہی۔

کرم ہی کچھ سبب لطف و التفات نہین — انھین ہنسا کے رُلانا بھی کوئی بات نہین

یہ سمجھا کہ کرم ہی لطف اور التفات کا باعث ہے۔ حاشا یہ نہین ہے وہان تو رنگ ہی یہ ہی کہ کرم کرتے ہین اور کرم کے بعد فوراً ستم ڈھاتے ہین گویا ہنسانا اور ہنسا کر رُلا دینا کوئی بات نہین ہے۔

.... نیرشے آفرینش غم

غرضکہ دل کی کسی شے کو بھی ثبات نہین

کہاں سے لا کے دکھائیگی عمر کم مایہ   یہ نصیب کو وہ دن کہ جسمیں رات نہیں

عمر کم مایہ کی مجال نہیں ہے کہ وہ کسی بدنصیب کو ایسا دن دکھا سکے کہ جس میں دن کے ساتھ رات نہو یعنی یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی بدنصیب کو ایسی خوشی نصیب ہو جسکے ساتھ کوئی رنج نہ ہو۔

زبان حمد کی خوگر ہوئی تو کیا حاصل   کہ تیری ذات میں شامل تری صفات نہیں

یہ شعر توحید و تحمید میں کہا گیا ہے فرماتے ہیں کہ اچھا یہ بھی مان لیا کہ ہماری زبان حمد کی خوگر ہو جائے مگر اس خوگر حمد ہونے سے فائدہ کیا ہے اس لئے کہ تیری ذات میں تیری صفات شامل نہیں ہیں تو پوری تعریف ہونا محال ہے جب تعریف ہو گی تیری ذات ہی کی ہو گی صفات باقی رہ جائیں گی۔

خوشی خوشی کو نہ کہہ غم کو غم نہ جان اسدؔ   قرار داخل اجزائے کائنات نہیں

اے اسد دنیا کے رنج و غم خوشی و مسرت دونوں کا اعتبار نہیں ہے لہذا نہ خوشی کو خوشی سمجھ اور نہ غم کو غم سمجھ اس واسطے کہ آفرینش کے اجزا میں قرار و ثبات داخل ہی نہیں ہے پھر خوشی اور غم کو کیونکر قرار و ثبات ہو سکتا ہے۔

ہیں شمع ہم اک سوختہ سامان وفا ہیں   اور اسکے سوا کچھ نہیں معلوم کہ کیا ہیں

ہم وہ ہیں کہ وفا نے ہمارا سامان ہستی جلا دیا ہو اور ہم شمع کی طرح سوختہ سامان ہو کر رہ گئے ہیں بس اتنا ہی ہم کو معلوم ہے اس کے سوا اور کچھ ہم نہیں جانتے کہ ہم کیا ہیں کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں کہاں سے آئے ہیں۔

اک سرحد معدوم میں ہستی ہے ہماری   ساز دل شکستہ کی بیکار صدا ہیں

ہماری ہستی ایک سرحد معدوم میں ہے یعنی اس سرحد میں ہے جہاں کہ عدم ہی عدم ہے گویا کہ ہم آواز ہیں ساز دل کی اور ساز دل ٹوٹ چکا ہے اس سے معلوم ہوا

کہ ہماری ہستی ایک سرحد معدوم میں ہے یعنی دراصل جب ہم صدائے دل شکستہ ہیں تو ہمارا عدم و وجود برابر ہے۔

جس رخ پہ ہوں ہم سجدہ اسی رخ پہ ہے ادا جب گو قبلہ نہیں ہیں مگر اک قبلہ نما ہیں

کہتے ہیں کہ ہم جس طرف ہوں سجدہ ادہر ہی کرنا چاہیئے اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہم کوئی قبلہ ہیں نہیں بلکہ قبلہ نما ہیں پس جدہر ہمارا رخ پھر جائے سجدہ ادہر فرض ہے۔

مت ہو جیو اے سیل فنا ان سے مقابل جانبازِ الم نقش بہ داماں بقا ہیں

دیکھ خبردار اے سیل فنا اُن لوگوں سے نہ بولنا اور ان لوگوں کا مقابلہ نہ کرنا جو کہ غموں میں اپنی جان کو تباہ و برباد کر چکے ہیں تو ان کا مقابلہ کر نہیں سکتی ہے گو یہ ظاہر میں فنا ہو چکے ہیں مگر دراصل یہ بقائے جاوید کے دامن کے نقش و نگار ہیں اب زمانہ نہ کبھی ان کو مٹا سکتا ہے اور نہ کبھی یہ مٹ سکتے ہیں۔

پائی ہر جگہ ناصیۂ بادِ صبا پر خاکستر پروانہ جانبازِ وفا ہیں

بادِ صبا کی پیشانی پہ ان لوگوں کی جگہ ہے کیونکہ یہ اُس پروانہ کی خاک سے شاہ ہیں جس نے وفا میں اپنی جان دیدی ہو یعنی یہ بھی سوز وفا سے جل جل کر خاک برباد ہو چکے ہیں اور ہوا ان کو اڑائے پھرتی ہے۔

ہر حال میں ہیں مرضی صیاد کے تابع ہم طائر پر سوختہ رشتہ بپا ہیں

صیاد ہم کو کسی حال میں بھی رکھے اُسی کی مرضی کے تابع ہیں۔ کچھ نہیں کر سکتے کیونکہ ہم ایسے طائر ہیں جن کے پر جلا دیے ہوں اور پاؤں میں تاگا باندھ دیا ہو پھر بھلا وہ غریب سوائے اس کے کہ صیاد کی مرضی کے پابند رہیں اور کچھ کر ہی کیا سکتے ہیں۔

اے وہم طرازان مجازی و حقیقی عشاق فریب حق و باطل سے جدا ہین

اُن لوگون کو مخاطب کر کے کہتے ہین. جو بیٹھے ہوے یہ وہم کر رہے ہین کہ یہ حقیقت ہے اور یہ مجاز ہو کہ اے وہم طرازان حقیقت و مجاز کس پھیر مین پڑے ہو اور کس غم مین مبتلا ہو۔ عاشق اس فریب مین نہین آتے اُن کے یہان حقیقت اور مجاز کی کوئی قید نہین۔ وہ فریب حق و باطل سے الگ رہتے ہین۔ تم لوگ جو یہ وہم کر رہے ہو اصل مین وہمی ہو عاشق نہین ہو۔

ہم بیخودی و شوق مین کر لیتے ہین سجدے یہ ہم سے نہ پوچھو کہ کہان ناصیہ سا ہین

تم لوگ اس غم مین مبتلا ہو کہ ہمارے سجدے کی حقیقت کو سمجھو اور معلوم کرو مگر یہ بخبر یہ کچھ بھی نہین ہو۔ ہمارا نہ کوئی مطمح نظر ہے اور نہ کوئی ہمارا منظر ہے۔ بیخودی شوق جس جگہ ہمارا سر جھکا دیتی ہے ہم سجدہ کر لیتے ہین۔ یہ ہم سے ہرگز نہ پوچھو کہ تم نے سجدہ کہان کیا۔ اور کس کے در پر ناصیہ فرسائی کی۔ یہ سب فضول ہو۔

اب منتظر شوق قیامت نہین غالب

دنیا کے ہر اک ذرہ مین سو حشر بپا ہین

غالب کو اب تک انتظار قیامت تھا مگر اب انتظار نہین رہا اس لئے کہ بچشم غور دیکھنے سے یہ معلوم ہوا ہو کہ دنیا کے ذرہ ذرہ مین قیامت چھپی ہوئی ہے اور کوئی خاص ضرورت قیامت کے انتظار کی نہین ہو۔



ردیف واؤ

بہم بالیدن سنگ و گل صحرا یہ چاہی ہے — کہ تار جادہ بھی کہسار کو زنار مینا ہو

بہار کی نشو و نما صحرا مین پتھر اور گل دونون کو بڑھاتی ہی جتنا کہ سنگ کوہ مین نشو و نما ہوا اسیقدر پھولون مین بالیدگی ہے اور اس بالیدگی کا یہ عالم ہے کہ تار جادہ کہسار اس خط کی طرح بنتا جا رہا ہی جو شیشہ شراب کے آدھے بھر جانے پر معلوم ہوتا ہے یعنی یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنگل ایک شیشہ سبز شراب ہے اور جادہ ایک خط مینا ہی جو شیشہ مین پڑا ہوا ہی۔

حریف وحشت ناز نسیم عشق جب آؤن — کہ شکل غنچہ ساز یک گلستان دل مہیا ہو

مین نسیم عشق کی وحشت ناز کا اس وقت حریف ہو سکتا ہون اور اس وقت اسکا مقابلہ کر سکتا ہون جب میرے پاس بھی ایک دل ایسا موجود ہو جو شکل غنچہ کے سامان مین مرتب اور مہیا رکھتا ہو غنچہ اگر نسیم چمن کا مقابلہ کرتا ہی تو اُسی صورت اور اسی حالت مین کہ اس کے پاس ایسا دل ہی جو ساز یک گلستان دل رکھتا ہے۔

بجائے دانہ خرمن یک بیابان بیضہ قمری — مرا حاصل وہ نسخہ ہی کہ جس سے خاک پیدا ہو

بجائے اس کے کہ دانہ پیدا ہو میرے یہان بیضہ قمری ملتے ہین اور یہی خرمن شمار ہوتا ہی گویا کہ میری کوششون کا حاصل وہ نسخہ ہی جس سے خاک پیدا ہوا کرتی ہی یعنی میری کوشش کے خرمن کو ہمیشہ برق ناکامی جلا دیا کرتی ہی اور خاک ہی خاک میرے خرمن مین نظر آتی ہے بیضہ قمری کو خاکستری اور جگہ بھی مرزا نے کہا ہے ~

قمری کف خاکستر و بلبل قفس رنگ — اے نالہ نشان جگر سوختہ کیا ہے

کرے کیا ساز بینش وہ شہید درد آگاہی — جسے موے دماغ بیخودی خواب زلیخا ہو

وہ شخص جسے آگاہی کے درد نے شہید کر دیا ہو یعنی جس کو اس کی آگہی نے تباہ و برباد کیا ہو۔ وہ کیا سامان بینش پیدا کر سکتا ہو اور بینش سے اس کو کیا حاصل ہو جس کو اگر خواب زلیخا بھی نظر آتا ہو تو اس کے دماغ کے لئے باعث زحمت اور پریشانی ہوتا ہو اور وہ اس کو بھی ایک امر ناپائدار اور فضول سمجھتا ہو۔

دل جون شمع بہر دعوت نظارہ لا یعنی	نگہ لبریز اشک و سینہ معمور تمنا ہو

اگر دعوت نظارہ کا مستدعی ہو تو شمع کا سا دل پیدا کر اور یہ حالت رکھ کہ آنکھ اشکون سے لبریز ہو۔ اور سینہ تمنا سے معمور ہو۔ چونکہ شمع مین یہ دونون چیزین موجود ہین اس لئے دل جون شمع کے لانے کی فرمایش کی گر نگاہ کا لبریز اشک ہونا خلاف معمول ہو بلکہ صحیح دیدہ لبریز ہوتا ہے۔

نہ دیکھین روئے یکدل سرد غیر از شمع کافوری	خدایا اسقدر بزم اسد گرم تماشا ہو

اے خدا بزم اسد مین گرمی تماشا یہان تک ہو کہ ایک دل کو بھی سرد نہ پائین اگر سرد ہو تو بس شمع کافوری ہی ہو۔

اگر وہ آفت نظارہ جلوہ گستر ہو	ہلال ناخنک دیدہ ہاے اختر ہو

اگر وہ آفت نظارہ اپنا جلوہ دکھائے تو ہلال تارون کی آنکھون مین ناخنہ کی صورت بن جائے یعنی ہلال سب کو برا معلوم ہونے لگے۔ ناخنہ ایک مرض ہو جو آنکھ مین پیدا ہوتا ہو۔ اور تمام آنکھ پر محیط ہو کر آنکھ کو بے نور کر دیتا ہے۔

بہ یاد قامت اگر ہو بلند آتش غم	ہر ایک داغ جگر آفتاب محشر ہو

اگر میرے غم کی آگ اس کے قامت کے غم مین بلند ہو تو میرا ہر داغ جگر آفتاب محشر کی صورت ہو جائے کیونکہ اس کے قامت کو بھی قیامت جانتے ہین اور یہ سب اسی کا اثر ہوگا۔

ستم کشی کا کیا دل نے حوصلہ پیدا	اب اس سے ربط کرون جو بہت ستمگر ہو

میرے دل نے حوصلہ پیدا کر لیا ہے اور وہ اچھی طرح ستم کش ہو گیا ہے اب اس کو ظلم و ستم سے کوئی تکلیف پیدا نہین ہوتی - لہذا میرا ارادہ ہے کہ ایسے ظالم سے دوستی پیدا کرون جو نہایت ستم گر ہو تاکہ جفا کی لذت پا سکون اور ظلم کا لطف اٹھا سکون یا محبوب کو میرے ستانے مین لطف آئے -

عجب نہین ہے تحریر حال گریۂ چشم　　بروئے آب جو ہر موج نقش مسطر ہو

کوئی تعجب کی بات نہین ہو کہ اگر گریۂ چشم کے حال کے تحریر کرنے کے واسطے مین بیٹھون تو اسکے اثر سے ہر سطر سطر کی ایک موج روئے آب بن جائے -

امیدوار ہون تاثیر تلخ کامی سے　　کہ قند بوسۂ شیرین لبان مکرر ہو

مین اپنی تلخ کامی کی تاثیر سے امید رکھتا ہون کہ شیرین لبون کے بوسہ کی قند مکرر میسر ہو جائے یعنی تاثیر تلخ کامی ان کو مکرر میرا نام لیکر برا کہنے پر آمادہ کرے اور مجھے بوسہ کے مکرر لینے کا لطف آئے یا یہ کہ مین تلخ کام ہون لہذا مجھے یہ قند مکرر دیجائے -

صدف کی ہے ترے نقش قدم مین کیفیت　　سرشک چشم اسد کیون نہ اسمین گوہر ہو

تیرا ہر نقش قدم صدف کی خاصیت رکھتا ہے اسد جو اُس پر آنکھین مل مل کر روتا ہے تو کیا باعث ہے کہ اس کے اشک اس صدف مین گوہر نہ بن جائین - اشک کی تشبیہ گوہر سے مسلمات شعرائے ماضی و حال سے ہے -

بے درد سر بہ سجدۂ اُلفت فرو نہو　　جون شمع غوطہ داغ مین کھا گر وضو نہو

بغیر درد کے سجدۂ الفت مین سر نہ جھکا - شمع کی مانند داغ مین غوطہ لگائے اگر وضو نہو شمع کا داغ مین غوطہ لگانا نہایت ہی عمدہ مضمون ہے اور غالباً نیا ہے -

دل دے کف تغافل ابروئے یار مین　　آئینہ ایسے طاق پہ گم کر کہ تو نہو

اپنا دل ابروئے یار کے دست تغافل کو دیدے دل ایک آئینہ ہے اس کو ایسے طاق پر رکھ کر گم کر کہ تیرا وہان گزر نہو - وہ طاق تغافل ابروے یار کا ہے -

زلف خیال نازک و اظہار بیقرار یارب بیان شانہ کش گفتگو نہو

زلف خیال نہایت نازک ہو - اور قوت اظہار بیقرار ہو ایخدا بیان اس زلف مین گفتگو سے شانہ کشی نہ کرے یعنی میرے خیال نہایت نازک ہین وہ متحمل بیان نہین ہو سکتے اگرچہ ضرورت اظہار بیقرار ہو -

تمثال ناز جلوۂ نیرنگ اعتبار ہستی عدم ہے آئینہ گر روبرو نہو

تصویر ناز نیرنگ اعتبار کا ایک جلوہ ہو - عالم اعتبار جو ایک نیرنگی ہو اس کا اظہار تمثال ناز سے ہوتا ہو ہم ہستی کو ہستی صرف اسیوجہ سے کہتے ہین کہ آئینہ سامنے ہو ورنہ حقیقتاً ہستی ایک عدم ہو - جو نیرنگ اعتبار سے زیادہ وقیع نہین ہو - اور بالکل ایک اعتباری اور فرضی شے ہو -

مژگان خلیدۂ رگ ابر بہار ہے نشتر بہ مغز پنبۂ مینا فرو نہو

پنبۂ مینا کے مغز مین نشتر چبھونے اور فصد کرنے کی کوئی ضرورت اب باقی نہین ہے اس واسطے کہ اس کی رگ مین رگ ابر بہار کی پلکین چبھ چکی ہین اور وہی اس کی فصد ہے مطلب یہ ہو کہ بہار خود شیشہ و مینا سے بادۂ سرخ روان کردینے والی ہو کوئی کھولے یا نہ کھولے شراب اس سے خود اُبلیگی -

عرض نشاط دید ہی مژگان انتظار یارب کہ خار پیرہن آرزو نہو

مژگان انتظار خود ہی نشاط دید کا پیش کرنا ہو یعنی اسے مژگان انتظار نہ سمجھو بلکہ یہ پیش کشی نشاط دید ہو - اے خدا اب اتنی تمنا ہے کہ کوئی خار پیرہن آرزو مین نہ چبھ جائے -

مین مژگان انتظار سے دیدار کی خوشی سمجھا ہون اے میرے خدا کہین ایسا نہو کہ یہ خار پیراہن آرزو ثابت ہون - یا یہ کہ اگر عرض نشاط دید مژگان انتظار بنے تو بنے مگر اے میرے خدا یہ خلش پیراہن آرزو نہ بنے - یہ کچھ اس قدر اُلجھا ہوا شعر ہو کہ صحیح معنی ذہن نشین

نہین ہوتے۔

وان پرفشان وام نظر ہون جہان آسد صبح بہار بھی قفس رنگ و بو نہو

اے اسد میرا دام نظر وہان پرفشان ہو یعنی مین نے اس جگہ اپنی نظرون کا جال بچھایا ہو جہان صبح بہار بھی رنگ و بو کو نہین روک سکتی یا جہان کہ صبح بہار مین بھی رنگ و بو کی گنجایش نہین ہو۔

مبادا بے تکلف فصل کا برگ و نوا گم ہو مگر طوفان مے مین بچشِ موج صبا گم ہو

کہین ایسا نہو کہ فصل بہار کا ساز و سامان بغیر کسی تکلف کے ضائع اور برباد ہو جائے ہونا یہ چاہیے کہ طوفان شراب مین موج نسیم گم ہو کر رہ جاے کہ اس طرح گم ہونا باعث عشرت ہو یعنی لطف جب ہو کہ موج ہوا موج شراب بن کر رہ جائے۔

سبب وارستگان کو ننگ ہمت ہے خداوندا اثر سر مے سے اور لبہاے عاشق سے صدا گم ہو

اے میرے خدا آزاد لوگون کی ہمت کے لئے کسی سبب کا پیدا ہونا باعث ننگ ہے عاشق کے لبون سے صدا ناپید ہو جاے مگر اس طرح نہین کہ سرمہ اُن کی صدا کو ناپید کر دے بلکہ ہونا یہ چاہیے کہ پہلے سرمہ سے آواز کے گم کر دینے کا اثر جاتا رہے اور پھر ان کے لبون سے صدا گم ہو جاے تاکہ کسی سبب سے ان کی خاموشی کا تعلق نہ ہو ورنہ ان کی ہمت کے یہ منافی ہو۔

نہین جز درد تسکین نکو ہشہاے بیدرد ان کہ موج گریہ مین صد خندۂ دندان نما گم ہو

بے درد لوگ جو دردمندون کو ملامتین کر کے تسکین دیتے ہین اس کا سواے درد کے اور کوئی حاصل نہین ہو۔ ہم بھی مانتے ہین کہ وہ یعنی بیدرد دردمندون کے واسطے روتے ہین مگر یہ رونا ایسا ہو کہ اس مین سیکڑون خندۂ دندان نما گم ہو سکتے ہین اور چھپ سکتے ہین۔

ہوئی ہے ناتوانی بیدماغ شوخی مطلب جبین مین در لبا سجدہ ایدست دعا گم ہو

ہماری ناتوانی کا دماغ کسی شوخی مطلب کے اظہار کی تاب نہین لا سکتا۔ اے دست دعا! ہم تو اٹھانے کی ہم مین تاب و طاقت نہین ہی بہتر یہ ہی کہ تو سجدہ کا لباس پہن کر جبین عجز مین چھپ جا۔ کیونکہ ہماری ناتوانی کو یہ شوخی اور دست درازی کا مطلب پسند نہین ہی۔ مطلب یہ ہو کہ اظہار مدعا کی شوخی کو چھوڑ۔ اور صرف عجز و نیاز ہی سے کام رکھو۔

تجھے ہم مفت دیوین یک جہان چین جبین لیکن
مبادا اے پیچ و تاب طبع نقش مدعا گم ہو

اے پیچ و تاب طبع ناساز ہم چین جبین کا ایک جہان مفت تیری نذر کرتے ہین۔ لیکن ذرا سمجھ لے اور سوچ لے کہین ایسا نہو کہ اس ہجوم کشاکش اور پیچ و تاب مین تو نقش مدعا کو گم کر بیٹھے یعنی ایذا و غم کے ہزارون سامان ہمارے پاس موجود ہین مگر ایسا نہو کہ مقصد اصلی سے دور ہو جاے اور کثرت مشکل آسانی مشکل کا سبب ہو جاے

بلا گردان تمکین بتان صد موجہ گوہر
عرق بھی جنکے عارض پر بہ تکلیف حیا گم ہو

موتیون کی سو موجین تمکین و ناز بتان پر قربان ہین حالت یہ ہو کہ اُن کے ماتھے پر عرق بھی حیا کی وجہ سے نہین آسکتا اور رو ہنچ آنے والے قطرہ ہاے عرق حیا موج گوہر ہین۔ اس طرح گویا گوہر ان کی تمکنت پر قربان ہو رہے ہین۔

اٹھاوے کب وہ جان شرم تہمت قتل عاشق کی
کہ جسکے ہاتھ مین مانند خون رنگ حنا گم ہو

وہ جان حیا قتل عاشق کی تہمت کا کب متحمل ہو سکتا ہے جس کے دست نازنین مین حنا کا رنگ بھی خون عاشق کی طرح گم ہو جاتا اور چھپ جاتا ہو۔

کرین خوبان جو سیر حسن اسدیک پردہ نازک تر
دم صبح قیامت گریبان قبا گم ہو

اے اسد اگر حسینان جہان اور ایک ہلکا سا پردہ ڈال کر اپنے حسن کی سیر کرین تو ہم یقین کرتے ہین کہ دم صبح قیامت گریبان قبا مین گم ہو کر رہ جاے یعنی وہ قیامت جو ان کے حسن کی اس تھوڑی سی عریانی سے ظاہر ہے وہ گریبان قبا مین چھپ جائے

ہمدوہ سراپا قیامت ہو کر رہ جائیں۔

خشکی مے نے تلف کی میکدے کی آبرو — کاسۂ دریوزہ ہی پیمانہ دست سبو

مے کی خشکی اور مے کے نہونے نے میخانے کی آبرو تلف کر دی آج وہ پیمانہ جو سبو پر رکھا ہی بھیک کا پیالہ معلوم ہوتا ہی۔

بہر جاں پروردن یعقوبؑ بال خاک سے — دام لیتی ہی پر پرواز پیراہن کی بو

بوے پیراہن یعقوبؑ کی بالیدگی روح کے لئے بازوے خاک سے پر پرواز قرض لیکر مصر سے کنعان تک آرہی ہی۔

گرد ساحل ہی نم شرم جبین آشنا — گر نہ باندھی قلزم الفت مین سر جاے کدو

وہ لوگ جو دریاے محبت کے آشنا ور ہین اگر بجاے کدو کے جسپر پیراک پیرتے ہین اپنے سر سے کام نلین تو گرد ساحل ان کی پیشانی کے واسطے عرق شرم بن جاے۔

گرمی شوق طلب ہے عین تپاک وصال — غافلان آئینہ دان ہی نقش پاے جستجو

شوق طلب کی گرمی وصل کا عین تپاک ہی اے غافلو وہ نقش جو پاے جستجو سے اٹھ آئین وہ آئینہ دان ہین یعنی اُن مین آئینے تھے جن مین منزل مقصود کا پتہ ملتا ہی۔

خوے شرم سرد بازاری ہی سیل خانمان — ہی اسد نقصان مین مفت اور صاحب سرمایہ تو

وہ پسینہ جو شرم سرد بازاری اور ناقدری کی وجہ سے اسد کی پیشانی پر بہتا ہی وہ اس غریب کے واسطے سیل خانمان ہی یعنی اس کو تباہ و برباد کرنیوالا ہے۔ بڑا افسوس ہے کہ تیرے صاحب سرمایہ ہوتے ہوے وہ بیچارہ مفت نقصان اٹھا رہا ہی۔

رنگ طرب ہے صورت عہد وفا گرد — تھا کسقدر شکستہ کہ ہے جا بجا گرد

رنگ طرب عہد وفا کی طرح گرد اور رہن ہے خدا معلوم یہ کس قدر شکستہ تھا کہ جا بجا

گرد ہی یعنی اگر ٹوٹا ہوا نہ ہوتا تو جا بجا گرد نہ ہوتا۔

ہر ذرہ خاک عرض تمنائے زدگان   آئینہ ہا شکستہ و تمثال ہا گرد

خاک کا ہر ذرہ گویا مرنے والون کی تمناؤن کا اظہار کر رہا ہی اسکی ایسی مثال ہے جیسے کہ آئینہ ٹوٹ گئے ہین اور تصویرین گرد ہین۔ آئینہ کو دل سے استعارہ کیا ہی اور تمثال آئینہ عالم ارواح سے مراد ہے یعنی جو ذرہ ہائے خاک عرض حال کر رہی ہین وہ ٹوٹے ہوئے دل ہین۔

طاقت بساط دستگہ یکقدم نہین   جون اشک جبتلک نہ رکھون دست و پا گرد

آنسو جب روان ہوتا ہی یا جب چلتا ہی تو اپنے دست و پا گرد رکھ دیتا ہی ورنہ چل نہین سکتا۔ دست و پا گرد رکھنا یہی ہی کہ وہ پھیل کر چلتا ہی بالکل ایسی ہی میری مثال ہی کہ مجھ مین ایک قدم اٹھانے کی بھی طاقت نہین ہی جب تک کہ ہاتھ پاؤن گرد نہ کر دون۔

ہی وحشت جنون بہار اسقدر کہ ہے   بال پری بہ شوخی موج صبا گرد

جنون بہار مین اس قدر وحشت بھری ہوئی ہی کہ ہر موج باد صبا کی شوخی مین کسی پری کی شوخی پرواز گرد معلوم ہوتی ہی یعنی جس طرح کہ پری کا سایہ پڑتے ہی آدمی دیوانہ ہو جاتا ہی اسی طرح عالم بہار کی موج صبا کا عالم ہی کہ جیسے ہی وہ جسم سے مس کرتی ہی آدمی مجنون ہو جاتا ہی اسی سے پتہ چلتا ہی کہ موج صبا مین شوخی بال پری گرد ہے۔

ہون سخت جان کاوش فکر سخن اسد   تیشہ کے کوہسار مین ہی یک صدا گرد

اے اسد مین کاوش فکر سخن مین بڑا سخت جان واقع ہوا ہون۔ گویا کہ تیشے کے پہاڑ مین میری ایک آواز گرد ہو رہی ہی۔ آواز گرد ہونے سے مراد وہی سخن ہے جو کاوش اور فکر کے بعد پیدا ہوتی ہی۔

وضع نیرنگیٔ آفاق نے مارا ہم کو — ہو گئے سب ستم و جور گوارا ہم کو

ایک زمانہ تھا کہ ظلم و ستم سے ہم گھبرا جاتے تھے اور تمام تر پریشان ہو جاتے تھے گر قربان جائیے اس گردش روزگار کے اور نثار ہو جیے اس انقلاب زمانہ کے جس نے ہم کو مار ڈالا آج وہی ظلم و ستم سب ہم کو گوارا ہو گئے - اور انھیں تمام ظلموں کے خوگر ہو گئے - مولانا حالی کا بالکل ایک ایسا ہی شعر ہے - فرماتے ہیں ؎

دنیا کے خرخشوں سے چیخ اٹھے تھے ہم اول
آخر کو رفتہ رفتہ سب ہو گئے گوارا

دشت وحشت میں نہ پایا کسی صورت سے سراغ — گرد جولان جنوں تک نے پکارا ہم کو

مجھے از خود رفتگی نے دشت کے دشت ناپید اکنار میں ایسا گم کر دیا کہ اگرچہ گرد جولان جنوں نے بھی مجھے سیکڑوں آوازیں دیں گر پھر بھی میرا کہیں پتہ نہ لگا - گرد جولان جنوں وہ گرد جو حالت جنوں کی دوا دوش میں اڑی ہو -

عجز ہی اصل میں تھا حامل صد رنگ عروج — ذوق پستی مصیبت نے ابھارا ہم کو

ہمارا عجز و نیاز ہی دراصل تمام عروج کا حامل اور ذمہ دار تھا - پستی مصیبت کا جو ہم کو ذوق رہا دراصل اس نے ہم کو ابھار دیا اور کہیں سے کہیں پہونچا دیا -

ضعف مشغول ہے بیکار بہ سعی بیجا — کر چکا جوش جنوں اب تو اشارا ہم کو

ضعف بیکار اتنی کوشش کر رہا ہے اور بیکار ہم کو روکے ہوئے ہے ہم اب اسکے روکے رکنے والے نہیں ہیں - اب ہمارا جوش جنوں ہم کو اشارہ کر چکا - اب ہم بغیر رہنوردی اور دشت گردی کے رہ نہیں سکتے ہیں لہذا ضعف کی یہ تمام کوشش بیکار ہے -

صور محشر کی صدا میں ہے فسون امید — خواہش زیست ہوئی آج دوبارا ہم کو

صور محشر کی آواز میں ضرور کوئی نہ کوئی امید کا جادو ہے جس نے ہماری امید میں جان

ڈال دی ہو ورنہ کیفیت یہ تھی کہ ہم جب سے کہ مرے تھے گوشہ قبر میں مایوس پڑے تھے اور کوئی امید دیدار باقی نہیں رہی تھی مگر جیسے ہی صور پھونکا فوراً ہی امیدیں از سر نو پیدا ہو گئیں اور ہم کو پھر امید دید بندھ گئی۔ یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ قیامت میں دیدار ہوگا۔

تختۂ گور سفینے کے مماثل ہیں اسدؔ — بحر غم کا نظر آتا ہے کنارا ہم کو

معلوم ہوتا ہے لحد کے تختے کشتی ہیں جو ہم کو غم و رنج کے دریائے ذخار سے پار لگا رہی ہیں اور آج مدتوں کے بعد ہم کو اس دریا کا کنارا نظر آیا ہے۔ ورنہ ہم تو یہ سمجھے تھے کہ کہیں اس دریا کا کنارا ہی نہیں ہے۔

حسن بے پروا گرفتار خود آرائی نہ ہو — گر کمینگاہ نظر میں دل تماشائی نہ ہو

حسن باوجودیکہ بے پروا ہے مگر پھر بھی خود آرائی میں گرفتار رہتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نظر کی گھات میں دل تماشائی ہے اور دیکھنے کی تاک میں لگا ہوا ہے اگر دل کمین گاہ میں نہ لگا رہے تو حسن کو خود آرائی کی احتیاج نہ رہے۔ مطلب یہ ہے کہ حسن کا بناؤ سنگار تمام تر عشق کے واسطے ہے اور وہی اس ہنگامہ خیزی کا باعث اور موجب ہے۔

ہیچ ہے تاثیر عالمگیری ناز و ادا — ذوق عاشق گر اسیر دام گیرائی نہ ہو

ناز و ادا نے جو تمام عالم پر اپنا سکہ جما رکھا ہے اور عالمگیر بنا ہی ہے یہ تمام تر بیکار اور ہیچ ثابت ہو بشرطیکہ عاشق کا ذوق دام گیرائی میں قید نہ ہو یعنی اگر عاشق اس کو بطیب خاطر قبول نہ کرے تو عالمگیری ناز و ادا بیکار اور فضول ثابت ہو جائے۔

خود گداز شمع آغاز فروغ شمع ہے — سوزش غم درپئے ذوق شکیبائی نہ ہو

سوزش غم بیکار صبر و شکیب کی کوشش میں مصروف ہے اس کو معلوم نہیں ہے کہ شمع کے گداز ہی سے دراصل شمع کا فروغ شروع ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ کچھ کھو کر ہی آدمی حاصل کرتا ہے۔

تارتار پیرہن ہی اک رگ جان جنون عقل غیرت پیشہ حیرت سے تماشائی نہو

پیرہن کا ایک ایک تار جنون کی ایک رگ جان ہی عقل غیرت پیشہ کو یہ چاہیے کہ حیرت سے وہ اسے نہ دیکھے اسپر حیرانی کی ضرورت نہین ہی۔

بزم کثرت عالم وحدت ہی بینا کیلئے بے نیاز عشق اسیر زور تنہائی نہو

بزم کثرت چشم حق بین کے لئے عالم وحدت ہے اس کو ہر ذرہ مین وہی عالم وحدت نظر آتا ہی یکجائی اور تنہائی کی ضرورت نہین ہی لہذا ہر وہ شخص جس کو عشق نے بے نیاز کر دیا ہی وہ زور تنہائی مین اسیر نہو۔ تنہائی کی چشم بینا کیواسطے احتیاج نہین ہی۔

ہی محبت رہزن ناموس انسان اے اسدؔ قامت عاشق پہ کیون ملبوس رسوائی نہو

اے اسدؔ جب محبت انسان کی ناموس کے لئے رہزن ثابت ہوئی ہی پھر اس حالت مین عاشق کے جسم پر کیون لباس رسوائی نہو کیونکہ عشق انسان کے واسطے رہزن ناموس ہے۔ سعدیؒ نے کہا ہی ؎

ہر کجا سلطان عشق آمد نماند
قوت بازوے تقوی را محل

مطلب یہ ہی کہ محبت کرنا اور بدنام نہ ہونا بعید از قیاس ہے۔ محبت کے ساتھ بدنامی ضرور ہی۔



ردیف ہائے ہوز

حیرت ہجوم لذت غلطانی تپش ۔ سیماب بالش و کمر دل ہے آئینہ

ایک طرف تو حیرت ہو اور ایک طرف لذت ہجوم تپش ہو ہم مین یہ دونون چیزین ایک حالت مین موجود ہین دل کا تکیہ سیماب ہو اور پٹکا آئینہ ہو - آئینہ استعارہ کیا ہو حیرت سے اور بالش سیماب بیقراری اور تپش سے مطلب یہ ہو کہ دو صورتین دل کے لئے معارض ہین حیرت اور بے قراری نہ یون چین ہو نہ یون آرام ہے -

ہم زانوے تامل و ہم جلوہ گاہ گل ۔ آئینہ بند خلوت و محفل ہے آئینہ

آئینہ ہی ہم زانوے تامل ہے اور آئینہ ہی جلوہ گاہ گل ہو گویا کہ خلوت و جلوت کی رونق آئینہ ہی کے دم سے وابستہ ہے اور جو کچھ ہے اسی کی بدولت ہو آئینہ ہم زانوے تامل اسی لئے ہے کہ آئینہ کو زانو پر رکھ کر دیکھتے ہین اور جلوہ گاہ گل اس لئے ہے کہ اس مین حسن کی تصویر نظر آتی ہے حقیقت یہ ہے کہ آئینہ کے جلوہ گاہ گل ہونے کا کوئی خاص ثبوت اس شعر مین نہین ملتا -

دل کارگاہ فکر و اسد بینوائے دل ۔ یان سنگ آستانہ بیدل ہے آئینہ

اسد کے پاس دل نہین ہو حال آنکہ دل ہی کارگاہ فکر ہوا کرتا ہو ہمارے واسطے آستانہ بیدل آئینہ بنا ہوا ہو اور وہی دل ہے وہی ہماری مبداء فکر ہو صرف طرز بیدل ہی پر ہماری فکر سخن کا انحصار ہے اور اسی آستان کا پتھر اسد کا آئینہ ہے -

جز دل سراغ درد بدل خفتگان نہ پوچھ ۔ آئینہ عرض کر خط و خال بیان نہ پوچھ

جن کے دل مین درد نے مقام اور قیام کیا ہے اُن کا حال اپنے دل سے پوچھ انکے خط و خال بیان سے کام نہ لے بلکہ اپنے آئینہ سے کام لے - آئینہ ہی یہ کام کرسکتا ہے -

آئینہ سے مراد وہی مخاطب کا دل ہے۔

ہندوستان سایۂ گل پائے تخت تھا سامان بادشاہی وصل بتان نہ پوچھ

سایۂ گل گویا کہ ہندوستان تھا اور وہی ہندوستان ہمارا پایۂ تخت تھا ہائے کیا پوچھتا ہے اس زمانہ کی بادشاہی کا حال جبکہ ہم کو وصل بتان میسر تھا یعنی جب ہم کو وصل بتان میسر تھا تو گویا ہم بادشاہ تھے۔ اور سایۂ گل و گلزار مین جو ہم بیٹھتے تھے وہ ہمارا پایۂ تخت تھا۔ سایۂ گل کو ہندوستان بوجہ تاریکی اور سیاہی کے کہا ہے۔

تو مشق ناز کر دل پروانہ ہے بہار بیتابیٔ تجلی آتش بجان نہ پوچھ

تجھے اپنی مشق ناز سے غرض ہے تو اپنی مشق ناز کئے جا اگرچہ بہار پروانے کا دل بنی ہوئی ہے مگر اس سے تجھے کیا غرض کہ اس پروانہ آتش بجان کی تجلی مین کس قدر بیتابیان اور تجلیان بھری ہوئی ہین۔ تجھے اپنے کام سے کام ہے کسی کے دکھ درد سے کیا غرض۔ بہار کو پروانہ کا دل اس لحاظ سے کہا ہے کہ دل پروانہ بھی سوزان اور آتش عشق سے بھرا ہوا ہوتا ہے اور گل بہاری بھی بلحاظ رنگ سرخ ہوتے ہین بے قراریٔ پروانہ آتش بجان بہار کے پھولون کی وہ حرکت ہوسکتی ہے جو ہوا کی تموج سے چمن مین پیدا ہوتی ہے۔

غفلت متاع کفۂ میزان عدل ہون یا رب حساب سختیٔ خواب گران نہ پوچھ

اے میرے خدا میرے خواب گران اور میری غفلت بے پایان کا حساب نہ کر کیونکہ میزان عدل کے پلے مین میری طرف سے نیکیون کے بجائے غفلت ہی غفلت ہے پھر حساب ہی کیا ہے یہان تو غفلت کے سوا اور کچھ موجود ہی نہین ہے۔

ہر داغ تازہ یک دل داغ انتظار ہے عرض فضائے سینۂ درد امتحان نہ پوچھ

میرے دل کا ہر تازہ داغ گویا کہ ایک دل ہے جو داغ کا انتظار کر رہا ہو پھر ایسی حالت مین تو اس سینہ کی وسعت اور فضا کا کیا حال پوچھتا ہے جو درد کا امتحان کر رہا ہے

کوئی حد وحساب ہو تو بیان کیا جائے -

کہتا تھا کل وہ نامہ رسان سے بسوز دل ۔۔۔ درد جدائی اسداللہ خان نہ پوچھ

میرا محبوب کل قاصد سے نہایت درد کے ساتھ کہہ رہا تھا کہ اسداللہ خان کی جدائی کا جس قدر مجکو افسوس اور قلق ہی اس کو کچھ نہ پوچھ -

رفتار سے شیرازۂ اجزائے قدم باندھ ۔۔۔ اے آبلہ محمل پئے صحرائے عدم باندھ

اے آبلے تو صحرائے عدم کے لئے محمل باندھ لے اور چلنے کے واسطے تیار ہو جا اور اس رفتار سے اجزائے قدم کی شیرازہ بندی کرلے - یعنی اجزائے قدم کی شیرازہ بندی کرکے عدم تک پہونچ - آبلہ کو محمل کہنا نہایت لطیف ہی کیونکہ آبلہ صورتاً محمل سے مشابہ ہی -

بیکاری تسلیم بہر رنگ چمن ہے ۔۔۔ گر خاک ہو گلدستۂ صد نقش قدم باندھ

بیکاری تسلیم ہر رنگ میں چمن ہی - اگر چمن کی خاک بھی ہو تو اسپر بھی گلدستۂ نقش قدم کا گمان کرنا چاہئے - کیونکہ خاک میں تسلیم کا رنگ نمودار ہی یعنی شیوہ تسلیم سیکڑوں خوبیاں اپنے دامن میں رکھتا ہی - اگرچہ وہ ظاہراً بیکار معلوم ہوتا ہے -

دیباچہ وحشت ہی اسد شکوہ خوبان ۔۔۔ خون کر دل اندیشہ و مضمون ستم باندھ

اے اسد معشوقوں کا شکوہ وحشت کا دیباچہ ہی تو اندیشہ کا دل خون کر اور ستم کا مضمون لکھ مطلب ہی کہ یہ شکوہ خون اندیشہ سے لکھا جا سکتا ہے اس کے سوا نہیں -

غافل ہی صفحہ عبرت سے سبق ناخواندہ ۔۔۔ ورنہ ہی چرخ و زمین یک ورق گردانده

کیا کیا جائے کہ خلق صفحہ عبرت سے سبق نہیں لیتی اور مآل ہستی پر نظر نہیں رکھتی - درحقیقت یہ ہی کہ ہستی کوئی چیز نہیں ہی چرخ و زمین کا کوئی وجود نہیں ہو بلکہ آسمان اور زمین دراصل ایک ورق ہیں جسے پلٹ دیا گیا ہے - ادہر زمین ادہر آسمان - یعنی عالم ہستی ایک گردش میں ہے اور کسی رنگ کو قرار و ثبات نہیں ہے - آسمان و زمین کو ایک

الٹا ہوا ورق کہنا نئی بات ہے۔ ادہر کچھ اور اُدہر کچھ اور۔

میکدے مین ز دل افسردگی بادہ کشان موج مے شل خط جام ہے ہر جا ماندہ

میکدے مین بادہ کشون کی دل افسردگی کی وجہ سے موج شراب خط پیالہ مے کی مانند منجمد اور بے حس ہو کر رہ گئی ہے اور اس مین ذرا بھی روانی نہین ہے یہ تمام میکشون کی افسردگی کا اثر ہے۔

خواہش دل ہے زبان کو سبب گفت و بیان ہے سخن گرد ز دامان ضمیر افشاندہ

زبان کی گفتگو اور بیان دل کی خواہش کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یعنی جب دل مین کوئی بات پیدا ہوتی ہے تو زبان اس کا اظہار کرتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ سخن یعنی کلام نظم ایک گرد ہے جو دامان دل سے جھاڑی جاتی ہے۔ یعنی شعر نام ہے محض اظہار جذبات دلی کا

کوئی آگاہ نہین باطن ہمدیگر سے ہے ہر اک فرد جہان مین ورق ناخواندہ

کوئی ایک دوسرے کے دلی بھیدون سے آگاہ نہین ہے۔ گویا دنیا کا ہر ایک فرد ایک ایسا ورق ہے جو دوسرے کے مطالعہ مین نہین آیا اور جسے دوسرے نے پڑھا نہین ہے۔

حیف بے حاصلی اہل ریا پر غالب یعنی ہین ماندہ ز آنسو و ازین سو راندہ

اے غالب ریا کارون کی بے حاصلی پر بڑا افسوس ہے نہ بیچارون کو کچھ دنیا مین حاصل ہوتا ہے نہ دین مین۔ ازین سو راندہ و ازان سو درماندہ۔ گویا کہ دہوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔ اس سے پہلا شعر بھی کچھ اسی قسم کا ہے جس سے شکایت مترشح ہوتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غزل کچھ اثر لیکر کہی گئی ہے۔

بسکہ مے پیتے ہین ارباب فنا دزدیدہ خط پیمانہ مے ہے نفس دزدیدہ

چونکہ ارباب فنا پوشیدہ طور پر مے پیتے رہتے ہین اس واسطے خط پیمانۂ مے ان کا

نفس دزدیدہ بن گیا ہے یعنی پیمانے مین یہ خط نہین ہو بلکہ ان کا وہ دم ہو جو انہون نے
چرالیا ہو۔ یا یہ کہ ان کا نفس دزدیدہ بمنزلہ پیمانہ مے کے نشان کے ہے جو ان کے چھپ کر
مے کشی کرنے کا نشان ہے۔

بہ غرور طرح قامت و رعنائی سرد   طوق ہو گردن قمری مین رگ بالیدہ

سرو کے قد کی دل کشی اور رعنائی کو دیکھ کر قمری کو غرور پیدا ہو گیا ہے اور اس کی
گردن کا طوق رگ بالیدہ یعنی رگ گردن (غرور) ہو گیا ہو یہی طوق غرور کا نشان ہے مطلب
یہ ہو کہ قمری اپنے محبوب کی رعنائی اور زیبائی سے مغرور ہو رہی ہے۔

کی ہو وا اہل جہان نے بہ گلستان جہان   چشم غفلت نظر شبنم خور نا دیدہ

اہل زمانہ نے باغ زمانہ مین اس شبنم کی طرح چشم غفلت کھولی ہو جو ہنوز پرتو
خورشید سے محروم ہے یعنی چشم غفلت کھولی تو ضرور مگر کوئی نتیجہ نہین ملا۔ یا یہ کہ جیسے شبنم
خور نادیدہ باغ مین چشم غفلت کھولتی ہے مگر پرتو خورشید فوراً ہی اس کو فنا کر دیتا ہو
اسی صورت سے اہل جہان نے بھی گلستان عالم مین آنکھین کھول رکھی ہین مگر ہنوز آل بینی
سے بے خبر ہین۔

یاس آئینہ پیدائی استغنا ہے   ناامیدی ہو پرستار دل رنجیدہ

یاس آدمی کے سامنے ایک استغنا کا آئینہ لا کر رکھ دیتی ہے اور ناامیدی دل رنجور
کی خدمت گذاری کرتی ہے یہ ایک مشہور مقولہ ہے کہ الیاس احدالراحتین۔ یعنی یاس سے
بھی ایک قسم کا آرام ہوتا ہے۔ اسیطرح مرزا نے کہا ہے کہ یاس آدمی کو بے پروا بنا دیتی ہے
اور ناامیدی دل کو مدد پہونچا دیتی ہے۔

واسطے فکر مضامین متین کے غالب   چاہئے خاطر جمع و دل آرامیدہ

مضامین متین کی فکر کے واسطے اے غالب آسودہ دل اور خاطر جمع چاہئے پریشانی
خیال اور تکدر حواس مین مضمون آفرینی کیونکر ہو سکتی ہو اور آدمی کیا کر سکتا ہے۔

جوش دل ہے نشہ ہائے فطرت بیدل نپوچھ   قطرہ ہی میخانہ ہے دریائے ساحل نپوچھ

اس حالت میں کہ دل کا جوش ہے اسی کو دیکھو اور اسی کی واردات میں بیدل کی فطرت کے نشے کو کیا پوچھتا ہے اس کا تو بہت بڑا درجہ اور مرتبہ ہے۔ جب قطرہ ہی ایک میخانہ ہے تو اس دریا کی واردات کیا سننا چاہتا ہے جس کا کہیں کنارا ہی نہیں ہے۔ بقول شخصے قیاس کن ز گلستان من بہار مرا والا مضمون ہے۔

آبلہ پیمانۂ اندازۂ تشویش تھا   اے دماغ نارسا خمخانۂ منزل نپوچھ

پاؤں کا آبلہ آبلہ نہ تھا بلکہ اندازہ پریشانی رہنوردی کا ایک پیمانہ تھا جس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ منزل کے پہونچنے تک ایسی ایسی لاکھوں صعوبتوں اور دشواریوں کا سامنا ہوگا۔ پس اس صورت میں اے دماغ نارسا خمخانہ منزل کی دشواریوں اور تکلیفوں کا کیا اندازہ بتایا جائے نہ معلوم آبلے کی طرح کتنے پیمانے بھرینگے۔ مطلب یہ ہے کہ اے دماغ آبلہ پا ہی سے دشواریوں کا اندازہ کر۔ منزل تک پہونچنے کی تکلیفوں کا تخمینہ دریافت نہ کرو وہ تو بہت دور ہے۔

بہم گشتن ہائے دل بزم نشاط گردباد   لذت عرض کشاد عقدۂ مشکل نپوچھ

دل کی کشادگی اور فراخی بگولے کی طرح محفل طرب سے مشابہ ہے جیسے اس کی کشادگی میں پریشانی ہی پریشانی ہے ایسے ہی میرے عقدۂ مشکل کے حل ہونے کا رنگ ہے لہذا اس کے کھلنے کی لذت کچھ نہ پوچھئے۔ ایک جگہ فرمایا ہے

تنگی دل کا گلہ کیا یہ وہ کافر دل ہے
کہ اگر جمع نہ ہوتا تو پریشان ہوتا

نے صبا بال پری نے شعلہ سودائے جنون   شمع سے جز عرض افسون گداز دل نپوچھ

نہ باد صبا کوئی سایہ پری کا کام کرتی ہے اور نہ شعلہ اس کے لئے سودائے جنون کا سامان ہے شمع سے یہ کچھ نہ پوچھنا چاہئے کہ صبا اور شعلہ اس کے واسطے کیا کیا سامان

مہیا کرتے ہین اُس سے سوائے گدازدل کے خون کے اور کچھ نہ پوچھ۔

ایک قرہ برہم زدن حشر دو عالم فتنہ ہے   یان سراغ عافیت جز دیدہ بسمل نہ پوچھ

ایک پلک مارنا دونون جہان کے فتنون کا حشر ہے۔ لہذا دنیا مین اگر تجھے عافیت اور آسودگی کا کھوج لگانا ہے تو صرف دیدہ بسمل سے اس کا پتہ لگا۔ اور دیکھ کر ایک پلک جھپکانے مین کس قدر فتنے برپا ہوتے ہین اور کتنے فتنون کا حشر ہوتا ہے اگر پلک کا جھپکانا ایک حشر سامانی کی کیفیت رکھتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا وہ جگہ ہے جہان ہر چشم زدن مین سیکڑون فتنے مہیا ہوتے ہین اگر راحت کی تمنا ہے تو دیدہ بسمل سے اس کا پتہ لگا۔ کیونکہ یہان بس آنکھ بند کرلینا ہی باعث راحت ہے۔

تا تخلص جامۂ شنگرفی ارزانی اسد   شاعری جز ساز درویشی نہین حاصل نہ پوچھ

پہلے قاعدہ تھا کہ دیوان وغیرہ لکھتے تھے تو تخلص رنگین روشنائی سے لکھا کرتے تھے جیسا کہ قدیمی لکھی ہوئی کتابون سے پتہ چلتا ہے اسی بناپر شاعر کہتا ہے کہ شاعر کا تخلص تک جامۂ شنگرفی پہنے ہوئے ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعری نام ہے ساز درویشی کا اور یہ سراپا فقر ہی فقر ہے۔ اس لئے اس کا حاصل اور نتیجہ دریافت کرنا بے سود ہے۔

شکوہ و شکر کو ثمر بیم و امید کا سمجھ   خانۂ آگہی خراب دل نہ سمجھ بلا سمجھ

کوئی شکوہ ہے تو وہ نتیجہ ہے بیم کا اور کوئی شکر ہے تو ثمرہ ہے امید کا۔ خدا اس دوربینی کا ستیاناس کرے اس نے ہی جان کہار کھی ہے۔ دل کیا ہے کمبخت ایک بلا ہے کہ ہر صورت مین ایک آفت کا سامنا ہے یعنی آگہی اور باخبری ہی دل کی ایک دشمن ہے جس کی بدولت ان زحمت ہائے ناروا کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

وحشت دردِ بیکسی بے اثر اسقدر نہین   رشتۂ عمر خضر کو نالۂ نارسا سمجھ

خضر کی عمر کا رشتہ ایک نالۂ نارسا ہے ورنہ درد بیکسی کی وحشت اسقدر بے اثر نہین ہو سکتی

جس قدر کہ اُن کے رشتۂ عمر مین بے اثری ہے جس کا کوئی حاصل ہی نہین اسی سے معلوم ہوتا ہو کہ ان کی عمر محض ایک نالۂ بے اثر ہے ورنہ تنہائی کے درد کی وحشت خدا نخواستہ اس قدر کیون بے اثر ہونے لگی تھی اس کا پھر بھی کوئی نہ کوئی حاصل ہوتا ہے۔

شوق عنان گسل اگر درس جنون ہوس کرے   جادۂ سیر دو جہان یک مژہ خواب پا سمجھ

اگر میرا شوق بیتاب درس جنون کی خواہش کرے تو ایک خواب پا مین دونون جہان کے جادہ کی سیر مخفی ہے۔ یا یہ کہ اگر میرا شوق بیتاب درس جنون لینا چاہے تو ایک پلک جھپکانے کی اس حالت مین جبکہ پاؤن سو جاتا ہو دونون جہان کی سیر کر سکتا ہے گویا وہی یک مژہ خواب پا اس کے لئے جادہ سیر دو جہان ہی۔ چونکہ حالت خواب مین مژہ جھپکانے کی ضرورت ہے لہذا خواب پا کے لئے بھی پلک کے جھپکانے کی ضرورت سمجھی گئی۔

گاہ بہ خلد امیدوار گہ بہ جحیم بیمناک   گرچہ خدا کی یاد ہی کلفت ماسوا سمجھ

کبھی خلد کی امید ہوتی ہو اور کبھی دوزخ کا خوف ہوتا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ خدا کی یاد مین بھی کلفت ماسوا شامل رہتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ مومن کا ایمان خوف ورجا کے درمیان ہوا کرتا ہے۔

اے بہ سراب حسن خلق تشنۂ سعی امتحان   شوق کو منفعل نہ کر ناز کو التجا سمجھ

اے وہ شخص کہ تو دوست کے حسن خلق کے دھوکے مین پڑا ہوا ہے اور سعی امتحان کا تشنہ ہو یعنی امتحان کی لایعنی تمنا مین مبتلا ہے کیون اپنے شوق کو شرمندہ کرتا ہو اس سے کوئی التجا کرنا بے سود اور بیکار ہو اور اگر تو یہی چاہتا ہو تو بس یہ کافی ہو کہ دوست کے ناز ہی کو اپنی التجا سمجھ لے باقی بے سود ہو۔

شوخی حسن و عشق ہے آئینہ دار ہمدگر   خار کو بے نیام جان ہم کو برہنہ پا سمجھ

یہ سمجھ لے کہ حسن اور عشق کی شوخی ایک دوسرے کی خدمت گزار اور آئینہ دار ہی مین

نہ وہ اس سے غافل نہ یہ اُس سے لہذا جان تجھے کوئی خار نظر آئے تو ہاں اُس خار کو تیغ
برہنہ سمجھ لے اور ہمارے متعلق یہی خیال کرلے کہ ہم بھی یہیں برہنہ پا موجود ہیں کیونکہ
رابطۂ عشق و حسن اسی کا متقاضی ہے۔

نغمۂ بیدلی اسد ساز فسانگی نہیں　　بسمل درد خفتہ ہو گریۂ ماجرا سمجھ

اے اسد نغمۂ بیدل یعنی کلام بیدل کوئی کہانی نہیں ہے یا کہانی کا کوئی سامان
نہیں ہے بلکہ تجھے پہلے اُس درد پنہاں کو دیکھنا چاہئے جو اس میں پوشیدہ
ہے اسی سے بسمل ہو جا اور اُن کے کلام کو نوحہ حال سمجھ تب اُس سے لذت اندوز ہوگا
دوسرے معنی یہ ہیں کہ اے اسد زمانہ بیدلی کے نغموں کو ساز فسانگی نہ جان اور
انھیں قصہ کہانی نہ سمجھ بلکہ یہ ایک درد خفتہ ہے اور گریہ ماجرا ہے اس سے سبق لے اور
اس سے بسمل ہو جا۔

کلفت ربط این و آن غفلت مدعا سمجھ　　شوق کرے جو سرگران محمل خواب پا سمجھ

این و آن۔ ما و شما۔ ایرا غیرا کی دوستی اور ربط کی خاطر جو کچھ تو تکلیف اٹھاتا
ہے اس کو اپنے مدعا کی غفلت سمجھ۔ اور کہیں آنے جانے کی زحمت بیجا گوارا نہ کر بلکہ اگر شوق
تجکو سرگراں کرے تو اس سرگرانی کو یہ سمجھ لے کہ خواب پا کا محمل آیا ہے یعنی اس کو خواب پا
سمجھ اور خیال کرلے کہ تیرا پاؤں خواب اور آرام کا طلب گار ہے اور اس تمنائے لایعنی سے
تجکو روکنا چاہتا ہے۔

جلوہ یہیں ہے درد سر آئینۂ صندلی نگر　　عکس کجا و کو نظر نقش کو مدعا سمجھ

آئینہ کے صندلی چوکھٹے کو آئینہ کی پیشانی پر صندل لگانے سے تعبیر کر کے کہتے
ہیں کہ آخر آئینہ پر صندل کیوں لگاتا ہے اس میں تیرا جلوہ پڑتا ہے تو جلوہ تو جلوہ ہے
یہ کوئی درد سر نہیں ہے۔ عکس کہاں رکھا ہے اور نظر کہاں ہے یہ سب نقوش آئینہ کے لئے
نقش مدعا ہیں لہذا تیری یہ فکر کہ تو اس کو صندلی کرتا ہے بیکار ہے۔

ہی خط عجز ناتوانی درس آرزو ہی یہ سیاق گفتگو کچھ نہ سمجھ فنا سمجھ

آرزو کا پہلا درس عاجزی ہی ہے یعنی کوئی آرزو کرتے ہی عجز پیدا ہوتا ہو۔ گویا یہاں کی گفتگو کا سیاق سباق ہی یہ ہو کہ تمام چیزون کو ہیچ اور لاشے تصور کر لیا جائے اور ماسوائے خدا کسی شے کو کچھ نہ سمجھا جائے۔

چربیٔ پہلوئے خیال رزق دو عالم احتمال کل ہی جو وعدۂ وصال آج بھی ایخدا سمجھ

پہلوئے خیال اس قدر چرب ہوتا ہو کہ دونون عالم کو اپنے اندر جذب کرنے کی قدرت اس مین موجود ہو لے میرے خدا جو وعدہ وصال کل کے لئے ہے اس کو آج بھی سمجھ لے خیال آج کو کل اور کل کو آج بنا سکتا ہے۔

دوسرے معنی یہ ہین جو بہت ہی قرین قیاس وعقل ہین کہ گو پہلوئے خیال نہایت چرب اور قوی ہے اور ہمارا یہ خیال ہو کہ کل وصل ضرور ہوگا۔ مگر احتمالات اتنے ہین کہ پہلوئے خیال کی چربی اُن کے سامنے کچھ بھی نہین ہو۔ وہ اس کو نوالہ کئے لیتے ہین اور کھائے جاتے ہین لہذا اسے میرے خدا کل کے لئے جو وعدہ وصال اٹھا رکھا ہے اسی کو آج بھی سمجھ لے تاکہ احتمالات کے جھگڑون سے مین پہلوئے خیال کو بچا لون۔

نے سر و برگ آرزو نے رہ و رسم گفتگو اے دل و جان خلق تو ہمکو بھی آشنا سمجھ

نہ ہمارے لئے کوئی سامان آرزو مہیا کیا جاتا ہو نہ ہم سے گفتگو کی رسم و راہ ہو اے دنیا کے دل وجان بننے والے دنیا کی دلی دعا کو پورا کرنے والے تو ہم کو آشنا سمجھ۔ ہم بھی تیرے چاہنے والون مین ہین ہم بھی تیرا خیال رکھتے ہین لہذا کچھ نہ کچھ ہمارا بھی خیال چاہیئے۔

غیر بلوم نہ پوچھ حال اس انداز اس عتاب کیساتھ لبون پہ جان بھی آجائیگی جواب کیساتھ

مدتون کے بعد کسی تغافل شعار نے حال دل پوچھا ہو مگر نہایت غصہ کے لہجہ مین اور نہایت بری طرح اسی پر ایک آرزومند پرسش عاشق کہتا ہو کہ خدا کے لئے حال پوچھ

مگر اس غصہ کے لہجہ میں نہ پوچھ اس قدر رنجیدہ بنا کر نہ پوچھ اس قدر عتاب نہ کر کہیں ایسا نہو کہ جواب کے ساتھ ہی ساتھ میری جان بھی لبون پر آ جاے۔

مجھے بھی تاکہ تمنا سے ہو نہ مایوسی　　ملو رقیب سے لیکن ذرا حجاب کیساتھ

کوئی ستم شعار رقیب سے بھی نہیں ملتا اور اس سے بھی اسی طرح کشیدہ ہے جیسے کہ غالب سے اسی پر غالب کہتے ہیں کہ یہ انداز ادر یہ تغافل تو آتنا ہمت شکن ثابت ہو رہا ہے کہ میں بھی مایوس تمنا ہوتا جاتا ہوں اور جو آرزوئیں ہیں وہ سب ختم ہو رہی ہیں ایسی حالت میں اپنی چھاتی پر پتھر رکھ کر رقیب کی سفارش کرتے اور کہتے ہیں مگر اس سے ملو تاکہ مجھے قطعی مایوسی نہو جاسے مگر ذرا حجاب کے ساتھ ملو ورنہ اگر تم قطعًا اسی کے ہو کر رہ گئے تو وہ بھی میری مایوسی کا سبب ہوگا۔

نہو بہرزہ روادار سعی بیہودہ　　کہ دور عیش ہے مانا خیال وخواب کیسا تھا

کیا بے فائدہ کوشش کر رہا ہے اور کیا بیکار عیش و راحت کی تمنا میں مشغول ہے اسے چھوڑ اگر عیش و آرام میسر ہوا بھی تو کیا ہے۔ زمانۂ عیش کی ہستی بس اتنی ہی ہے جیسے خیال وخواب کی نہ ان کو قیام ہے اور نہ اس عیش و آرام کو ثبات ہے۔

بہر نمط غم دل باعث مسرت ہے　　نموے حسرت دل ہے ترے شباب کیسا تھا

اگرچہ میں غم دل میں مبتلا ہوں مگر بہر طور میرا یہ غم دل میرے لئے باعث مسرت ہے کیونکہ جس قدر تیرا شباب ترقی کر رہا ہے اسی قدر میری حسرت دل بڑھ رہی ہے تو گویا اسکا نمو اس کے ساتھ اور اس کی ترقی اس کے ساتھ لازم و ملزوم ہو گئی ہے۔

سکون دل کو تعلق ہے اضطراب کیساتھ

پہلا مصرع اصل میں بالکل شکستہ حالت میں ہے پڑھا نہیں جاتا۔

لگاؤ اسکا ہے باعث قیام ہستی کا　　ہوا کو لاگ بھی ہے کچھ مگر حباب کیساتھ

ہوا پانی میں ایک گرہ لگا دیتی ہے اسی سے بلبلا بنتا ہے اور ہوا ہی بلبلے کو فنا کرتی ہے

شعر کا مطلب ان دونون باتون کو سمجھنے کے بعد کچھ دشوار نہین رہتا۔

ہزار حیف کہ آتا نہین کوئی غالب   جو جاگنے کو ملا دیوے آکے خواب کیساتھ

عاشق شب فراق مین بے قرار ہے ادہر رات کی تاریکی ہے درازی ہے اور ادہر کرب ہے بے قراری ہے نہ دل مین قرار ہے نہ آنکھون مین نیند ہے چارون طرف سے ہزارون رنجون اور پریشانیون کا سامنا ہے اس وقت گھبراتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاے زمانہ بھرا ہوا ہے تو ہوا کرے اس سے کیا حاصل ہے کیا فائدہ میرے درد دل کی داد دینے والا کوئی نہین۔ میری بیداری کو نیند کے ساتھ کوئی نہین ملا سکتا۔ یہ نہایت ہی عمدہ شعر کہا ہے نہایت گہرا خیال ہے۔

ردیف (ی)

دل ہی نہین کہ منت دربان اٹھایئے   کس کو وفا کا سلسلہ جنبان اٹھایئے

پہلے دردلدار پر جاکر دربانون کے ناز نخرے اس لئے برداشت کرتے تھے کہ دل مجبور کرتا تھا مگر اب بدقسمتی سے دل ہی نہین ہے پھر آخر دربانون کے غمزے کیون اٹھائین اور کس کو وفا کا سلسلہ جنبان ٹھہرائین۔

تا چند داغ بیٹھے نقصان اٹھایئے   اب چارسوے عشق سے دوکان اٹھایئے

کہان تک داغ ہو کر بیٹھے ہوے نقصان اٹھایا کرین بہتر یہ ہے کہ عشق کے اطراف سے اپنی دوکان بڑھا دین اور اس حد مین قدم ہی نہ رکھین۔

ہستی فریب نامۂ موج سراب ہے   یک عمر ناز شوخی عنوان اٹھایئے

جس کو ہستی سمجھ رہی ہو وہ ایک فریب نامہ ہے موج سراب کا یعنی اس خط فریب آلودہ مین دھوکہ ہی دھوکہ ہے اور اصل مین کچھ بھی نہین جیسے کہ موج سراب صرف

دہوکے کی ٹٹی ہوتی ہے۔ایسے ہی ہستی بھی ہے۔اس موج سراب مین جو ایک فریب نامہ سے مشابہ ہے صرف عنوان ہی عنوان ہے (موجِ سراب کو عنوان کہا گیا ہے) عمر بھر اسی عنوان کے پھیر مین پڑے رہے۔

ضبطِ جنون سے ہر سرِ مو ہے ترانہ خیز
یک نالہ بیٹھے تو نیستان اٹھائیے

جنون کے ضبط کرنے سے میرے جسم کے ہر بال سے ایک ترانہ نکل رہا ہے اور یہ کیفیت ہو گئی ہو کہ اگر تھوڑی سی دیر بیٹھئے تو ایک نیستان کی کیفیت آ جائے گی۔

طرزِ خراشِ نالہ سرِ شک نمک اثر
لطفِ کرم بدولتِ مہمان اٹھائیے

اشک نمک اثر طرز خراش نالہ کی بدولت ہین ایسی حالت مین گویا یہ لطف و کرم مہمان کی وجہ سے اٹھا رہے ہین۔اور یہان مہمان سے مراد نالہ ہے۔

کیا پوچھے ہے برخود غلطی ہائے عزیزان
خواری کو بھی اک عار ہے عالی نسبون سے

جو عالی نسب واقع ہوے ہین ان عزیزون کی غلطیان کیا پوچھتا ہے حقیقت یہ ہے کہ ان سے خواری کو بھی عار ہے وہ بھی ان کے پاس نہین آتی۔

گو تم کو رضاجوئی اغیار ہے لیکن
جاتی ہے ملاقات کب ایسے سببون سے

ہرچند کہ تم غیر کے ہو کر رہ گئے ہو اور شب و روز اسی کی رضاجوئی مین مصروف رہتے ہو اور اس سے سمجھتے ہو کہ مین اب تمھاری محبت کو ترک کر دون گا مگر یہ صرف تمھارا خیال ہے۔محبت ایسی بلا ہے جو رشک پر غالب ہے۔میری ملاقات ایسے سببون سے ترک نہین ہو سکتی۔حکیم مومن خان کہتے ہین ؎

مومن	لے شب وصل غیر بھی کاٹی تو مجھے آزمائے گا کب تک
داغ	عدو کے ساتھ ہی آئین وہ خیر وقت اخیر وہ اب کرینگے گوارا جو عمر بھر نہ کیا

مت پوچھ اسدؔ عدۂ کم فرصتیِ زیست ۔ دو دن بھی جو کاٹے تو قیامت تعبون سے

اے اسدؔ کم فرصتیِ زیست کے وعدہ کی کیفیت کیا پوچھتا ہی۔ بس کچھ نہ پوچھ حقیقت یہ ہی کہ ہم نے یہ زندگی کے دو دن بھی قیامت کے رنج و غم اٹھا اٹھا کر گزارے ہین۔

مجھے معلوم ہی جو تو نے میرے حق مین سوچا ہے ۔ کہین ہو جاے جلد اے گردش گردون دون وہ بھی

اے گردش زمانہ جو تو نے میرے حق مین سوچا ہی اور جس درجہ پر تو مجکو پہنچانا چاہتی ہے وہ بھی معلوم ہے خیر یہ سب کچھ مجھے گوارا ہے اور اب میرے لئے وہ کوئی نئی بات نہین ہی خدا کرے وہ بھی جلد ہو جاے اور اس تکلیف بیم ورجا سے نجات پاؤن۔

بے تکلف در بلا بودن بہ از بیم بلاست

نظر راحت پہ میری کر نہ وعدہ شب کے آنیکا ۔ کہ میری خواب بندی کیلئے ہوگا فسون وہ بھی

للّٰہ میری راحت کو برباد نہ کر مجھ سے شب کے آنے کا وعدہ نہ کر تیرا یہ وعدہ میری خواب بندی کا منتر ہو جاے گا اور مجھے شب بھر نیند نہ آے گی مین پریشان رہون گا۔

صد رنگ گل کترنا در پردہ قتل کرنا ۔ تیغ ادا نہین ہی پابند بے نیامی

تیغ از سو سو طرح کے گل کھلاتی ہی اور پردہ مین رہ کر قتل کرتی ہی اُسکو اسکے کچھ اس بات کی ضرورت نہین ہی کہ وہ بے نیام ہو تب کوئی کام کر سکے بلکہ وہ پردہ مین رہ کر یہ قیامت ڈہاتی ہی۔

طرف سخن نہین ہی مجھ سے خدا نکردہ ۔ ہی نامہ بر کو اس سے دعوائے ہم کلامی

خدانخواستہ وہ مجھ سے بالمقابل ہو کر بات نہین کرتا بلکہ میرے قاصد کو اس سے البتہ ہم کلامی کا دعویٰ ہی۔

طاقت فسانۂ باد اندیشہ شعلۂ ایجاد ۔ اے غم ہنوز آتش اے دل ہنوز خامی

حالت یہ ہے کہ طاقت ایک افسانہ باد ہوگئی یعنی طاقت طاق ہوگئی اندیشہ اور فکر مین بجلیون کا عالم پیدا ہو گیا تو کیا لے غم اب تک تجھے آگ کی ضرورت ہے اور اے دل کیا اب تک تجھ مین خامی باقی ہو۔

ہر چند عمر گزری آزردگی مین لیکن ہی شرح شوق کو بھی جون شکوہ ناتمامی

اگرچہ رنج وغم مین عمر گزر گئی ہے مگر شرح شوق ہنوز اس طرح ناتمام ہو جیسے کہ شکوہ ناتمام ہے غرضکہ نہ شکوۂ غم میرا پورا ہوا نہ شوق کی طرح عمر پوری ہو سکی۔ اور عمر آزردہ رہتے رہتے ختم ہو گئی۔

ہی یاس مین اسد کو ساقی سی بھی فراغت دریا سے خشک گزرے مستونکی تشنہ کامی

ناامیدی مین اسد کو ساقی کی بھی ضرورت نہین رہی اور اس سے بھی فارغ ہو گیا گویا مستون کی تشنہ کامی دریا سے خشک گزر گئی۔

دہلی کے رہنے والو اسد کو ستاؤ مت بیچارہ چند روز کا یہان میہمان ہے

مرزا کا اصلی مولد و مسکن آگرہ تھا اسی بنا پر فرماتے ہین کہ اے دلی کے رہنے والو غریب اسد کو کیون ستا رہے ہو اس کو پریشان نہ کرو غریب ہی مسافر ہو چند روز کا مہمان ہے پھر تم کہان یہ کہان۔

گر مصیبت تھی تو غربت مین اٹھا لیتے اسد میری دہلی ہی مین ہونی تھی یہ خواری ہائے

اے اسد اگر مصیبت تھی تو پردیس مین اٹھا لیتے کوئی نہ جانتا اور کسی کو نہ معلوم ہوتا مگر بڑی مصیبت یہ ہے کہ مین وطن مین یعنی دلی مین خوار ہوا۔ افسوس افسوس۔ مرزا نے اس خیال کو یون بھی لکھا ہے ؎

تجکو دیار غیر مین مارا وطن سے دور
رکھ لی مرے خدا نے مری بیکسی کی شرم

دوسرے شعرا نے بھی اس خیال کو بہت ہی لطیف پیرایے مین لکھا ہے۔

کیا غم ہے اس کو جسکا علی سا امام ہو　　اتنا بھی اے فلک زدہ کیوں بے حواس ہے

بالکل صاف شعر ہے چونکہ مروجہ دیوان کی غزل میں سے ایک یہی شعر رہ گیا تھا لہذا لکھدیا گیا۔

پہلو تہی نہ کر غم و اندوہ سے اسد　　دل وقف درد کر کہ فقیروں کا مال ہے

اے اسد رنج و غم سے پہلو تہی نہ کر اور دل کو نہ بچا بلکہ اس کو درد کے لئے وقف کر دے
کیونکہ یہ مال فقیروں کا ہے اور وقف کسی کی ملک نہیں ہوتا یعنی جہاں تک ممکن ہو رنج و غم پر
دل کی ہستی اسی لئے ہے۔

نظر بہ نقص گدایاں کمال بے ادبی ہے　　کہ خار خشک کو بھی دعوے چمن نسبی ہے

فقیروں کے عیوب پر نظر کرنا عین بے ادبی ہے اس واسطے کہ خار خشک اگرچہ بذاتہ کچھ بھی
نہیں مگر اس کا بھی یہ دعوی ہے کہ میں نے بھی چمن ہی میں نشو و نما پائی تھی اور چمن سے میرا سلسلہ
قرابت ہے اسی طرح فقیر بھی خدا کے بندے ہیں ان کو برا سمجھنا اور برا کہنا سزاوار نہیں ہے

ہوا وصال سے شوق دل حریص زیادہ　　لب قدح پہ کف بادہ جوش تشنہ لبی ہے

وصل ہونے کے بعد دل حریص کا شوق اور زیادہ ہو گیا گویا کہ پیالہ جس کا شراب سے
وصل ہو گیا اس کے جھاگ اس کے جوش تشنہ لبی کی دلیل ہیں مطلب یہ ہے کہ وصل کے بعد بھی
عاشق کا جوش و خروش کم نہیں ہوتا بلکہ وہ اور بڑہتا یا بدستور قائم رہتا ہے اسی خیال کو
ایک جگہ یوں ظاہر کیا ہے ؎

گر ترے دل میں ہو خیال وصل میں شوق کا زوال
موج محیط آب میں مارے ہے دست و پا کہ یوں

خوشا وہ دل کہ سراپا طلسم بے خبری ہو　　جنون و یاس و الم رزق مدعا طلبی ہے

وہ دل بڑا اچھا ہے جو سراسر بے خبری کا طلسم بنا ہوا ہو نہ اسے کسی راحت کا احساس
ہو اور نہ مسرت کا یہ جنون اور ناامیدی دراصل مدعا طلبی کے چیلے بہانے ہیں جب تک کہ یہ

دل مین موجود ہین اُس وقت تک عشق کا کمال نہین ہو سکتا۔

چمن مین کس کی یہ برہم ہوئی ہی بزم تماشا — کہ برگ برگ سمن شیشہ ریزہ حلبی ہے

چمن مین چمبیلی کے پھولون کی پتیان دیکھ کر خیال پیدا ہوتا ہو کہ یہ شیشہ کے ٹکڑے ہین اس کے بعد یہ گمان پیدا ہوتا ہو کہ یہ ٹکڑے شیشہ شراب کے ہین اس پر حیرت و استعجاب کے عالم مین خیال آتا ہو کہ اے یہ خدایہ کس کی محفل برہم ہوگئی ہے کہ شیشون کے ریزے پڑے ہوے ہین۔ قاعدہ ہو کہ بعد شراب پینے کے یا محفل برہم ہونے کے شیشۂ شراب کے ٹکڑے پڑے رہ جاتے ہین جنھین شرابی حالت نشہ مین پھینک دیا کرتے ہین اسی سے بزم تماشا کی برہمی کا خیال آیا ہو۔

امام ظاہر و باطن امیر صورت و معنی — علی ولی اللہ جانشین نبی ہے

یہ شعر بھی عقائد کے متعلق ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مدح مین کہا گیا ہے۔

ظاہر ہی طرز قید سے صیاد کی غرض — جو دانہ دام مین ہی سو اشک کباب ہے

صیاد نے جس صورت سے ہم کو قید رکھا اسی سے اس کی غرض ظاہر ہوتی ہے۔ اس واسطے کہ دام مین جو دانہ ہم دیکھ رہے ہین وہ اس اشک کی صورت مین ہی جو حالت برشتگی مین کباب سے نکلتا ہے یعنی معلوم ہوتا ہے کہ سیکڑون ہمارے ہم جلیس اس قید مین پڑے ہین اور کباب ہو کر رہ گئے ہین جن کے اشک ابتک موجود ہین گمان غالب ہے کہ یہی معاملہ ہمارے ساتھ پیش آے گا اور ہمارے اس طرح سے قید کرنے کی غایت یہی ہی۔

بے چشم دل نہ کر ہوس سیر لالہ زار — یعنی یہ ہر ورق ورق انتخاب ہے

جب تک کہ چشم دل بینا نہو اس وقت تک لالہ زار کی سیر کی تمنا نہ کر یہ سمجھ لے کہ چمن کا ہر ورق ایک ورق انتخاب ہی۔ اس کو بچشم دل دیکھ۔

ہی پیچ وتابِ رشتۂ شمعِ سحرگہی　　خجلت گدازی نفسِ نارسا مجھے

میرا ہر نفس نارسا میرے واسطے ایسا ہو گیا ہی جیسے کہ شمع کی بتی کو صبح کے وقت ایک پیچ وتاب ہوتا ہی نفس کی تشبیہ رشتۂ شمع سحرگہی کے پیچ وتاب سے نہایت بدیع ہی -

وان رنگہا بہ پردۂ تدبیر ہین ہنوز　　یان شعلۂ چراغ ہی برگِ حنا مجھے

وہان پردہ تدبیر مین رنگینیان کی جارہی ہین اور یہان یہ حالت ہی کہ چراغ کے شعلہ کا مجھے برگ حنا پر گمان ہوتا ہے یعنی کسی تدبیر کی ضرورت نہین ہے اور ہر تدبیر میرے لئے اُلٹی ہورہی ہے -

پروازہا نیازِ تماشائے حسنِ دوست　　بال کشادہ ہے نگہِ آشنا مجھے

حُسن دوست کے لئے پرواز بطور نیاز پیش کئے جاتے ہین اسی لئے میری نگہ آشنا جو اُسکے نظارہ سے کامیاب ہی میرے واسطے بازوے کشادہ کا کام دیتے ہین -

از خودگزشتگی مین خموشی پہ حرف ہے　　موجِ غبارِ سرمہ ہوئی ہی صدا مجھے

میری از خودرفتگی اور از خودگزشتگی سے دنیا میری خموشی کے مطلب کو سمجھ گئی اور اس لئے میری خموشی پر الزام آگیا - یعنی سکوت داستان خوان مصیبت بن گیا - اسی لئے موج غبار سرمہ جو خموشی ہے وہ میرے لئے صدا بن گئی ہے -

تا چند پستِ فطرتیِ طبعِ آرزو　　یارب ملے بلندیِ دستِ دعا مجھے

اے خدا آرزو کی پست فطرتی طبع کا مین کب تک اور کہان تک متحمل ہون اتو میرے خیالات کو ایسی بلندی عطا کر کہ جیسے دست دعا کو عطا کی ہے آرزو خود پست فطرت ہے یا آرزو کا پیدا کرنا پست فطرتی ہے اس واسطے مین نہین چاہتا کہ اب میرا اس سے سابقہ رہے -

یکبار امتحان ہوس بھی ضرور ہے   اے جوش عشق بادۂ مرد آزما مجھے

اے جوش عشق تو مجھے بوالہوس تو ضرور قرار دیتا ہے اور جب مین تجھ سے طلب بادہ کرتا ہون تو یہ کہکر ٹال دیتا ہو کہ کچھ نہین یہ صرف ہوس ہو۔ مگر خیر ایک مرتبہ اس ہوس کا امتحان تو کرلے ذرا آزما کر تو دیکھ کہ میری ہوس کا درجہ بھی تو دیکھ لے۔

مین نے جنون سے کی جو اسد التماس رنگ   خون جگر مین ایک ہی غوطہ دیا مجھے

اے اسد مین نے جنون سے جو رنگ کے لیے التماس اور تمنا کی تو اُس نے مجکو خون جگر مین ایک غوطہ دیا۔ رنگ سے تنوع معنی پیدا ہوتا ہو نہ معلوم یہ چاہا تھا کہ مجھے بھی کوئی رنگ عنایت کر۔ نہ معلوم یہ خواہش تھی کہ میرا رنگ رفتہ مجھے واپس کر۔ بہرحال رنگ کے معنی کوئی خاص مقرر نہین کرسکتے۔ اس کا خون جگر مین غوطہ دینا بھی نہایت لطیف ہے ہوسکتا ہے کہ اس نے مجھے یہ رنگ عنایت کیا اور ہوسکتا ہو کہ سزا دی۔

کہون کیا گرمجوشی میکشی مین شعلہ رویانکی   کہ شمع خانۂ دل آتش مے سے فروزان کی

کیا پوچھتے ہو اس گرمجوشی کا حال جو شعلہ رویون نے حالت میکشی مین ظاہر کی یہ گرم جوشی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ دل کی آگ کو شراب کی آگ سے روشن کیا اور یہ انتہا گرم جوشی ہے اس شعر مین بھی دل کی آگ روشن کرنا دونون طرف منسوب ہوسکتا ہے یا یہ کہ ہماری آتش شوق کو بھڑکا دیا۔ یا یہ کہ اپنے دل کی شمع کو جلا دیا۔ میرے نزدیک قوی امکان آتش عشق کا بھڑکانا ہے اور موخر الذکر معنی مین صرف ایک مناسبت شعلہ رویون کی ہو باقی کچھ نہین۔

ہمیشہ مجکو طفلی مین بھی مشق تیرہ روزی تھی   سیاہی ہو مرے ایام مین لوح دبستانکی

مین وہ بدنصیب ہون کہ بچپن ہی سے تیرہ روزی کی مشق کرتا رہا ہون اور میرے ایام کی تیرگی اور سیاہی وہ ہو جو لوح مشق پر مکتب مین میرے مشق مین صرف ہوتی تھی اس سے مطلب صرف اتنا نکلتا ہو کہ مین بدنصیب ازلی یا بدقسمت فطری ہون۔

دریغ آہ سحرگہ کار باد صبح کرتی ہے　　کہ ہوتی ہے زیادہ سرد مہری شعلہ رویاں کی

افسوس کہ میری آہ گرم سحر بھی شعلہ رویوں کے دل میں کوئی گرم جوشی پیدا نہیں کرتی
بلکہ اس میں بھی نسیم صبح کا اثر ہے اور ان شمع رویوں میں اور سرد مہری کا اثر پیدا کرتی ہے

مجھے اپنے جنوں کی بے تکلف پردہ داری تھی　　ولیکن کیا کروں آوے جو رسوائی گریباں کی

میں بے تکلف اپنے جنون کی پردہ داری کر رہا تھا مگر کیا کیا جاے گریبان کے رسوا
ہونے کی نوبت آئی اور اسی سے مجھے بھی رسوا ہونا پڑا۔

ہنر پیدا کیا ہے میں نے حیرت آزمائی میں　　کہ جوہر آئینہ کا ہر پلک ہے چشم حیراں کی

میں نے حیرت آزمائی میں ایک ہنر پیدا کیا ہے میری چشم حیران کی ہر پلک آئینہ کا
جوہر بن گئی ہے اور یہی ہنر ہے چشم حیران بمنزلہ آئینہ کے ہے اور مژگان جوہر کی طرح ہیں۔

خدایا کس قدر اہل نظر نے خاک چھانی ہے　　کہ ہیں صد رخنہ جوں غربال دیواریں گلستاں کی

خدایا اہل نظر کہاں کہاں خاک چھانتے پھرا کئے ہیں اور انہوں نے سیر گلستان میں
کتنی خاک اڑائی ہے کہ باغ کی دیواریں چھلنی ہوگئی ہیں جو ان کی کاوش نظر کا پتہ
دے رہی ہیں۔

ہوا شرم تہیدستی سے وہ بھی سرنگوں آخر　　بس اے زخم جگر اب دیکھ لی شورش نمکداں کی

تہیدستی کی شرم سے وہ بھی سرنگون ہوگیا اور اس نے بھی گردن جھکالی اے زخم جگر
بس نمکدان کی شیخی دیکھ لی کہ یا تو ان شور اشوری یا یہ بے نمکی۔ یعنی ہمارے زخم پر
اس قدر نمک چھڑکا گیا کہ وہ عاجز ہو کر سرنگون ہوگیا۔

بیاد گرمی صحبت برنگ شعلہ دہکے ہے　　چھپاؤں کیونکہ غالب سوزشیں داغ نمایاں کی

داغ دل صحبت ہائے گزشتہ کی یاد میں برابر شعلہ کی مانند دہکتا رہتا ہے اے غالب میں

اپنے زخم کی سوزشین کیونکر چھپاؤن اور کیسے پوشیدہ رکھون وہ چھپنے کے قابل ہی نہین
ہے دیکھنے والے دیکھ کر ہی اُس کی حالت کا اندازہ کر لیتے ہین۔

نہ کھینچ اے سعی دست نارسا زلف تمنا کو ۔ پریشان تر ہے موئے خامہ سے تدبیر مانی کی

اے دست نارسا کی کوشش کیون بیکار زلف تمنا کے نقش بنا رہی ہی تجھ سے یہ بن نہین
سکتے کیا تجھے یہ معلوم نہین ہے کہ مانی ایسا چابک دست بھی اتنا عاجز ہے کہ موے
قلم سے زیادہ اس کی تدبیر اس جگہ بیکار اور پریشان ہوتی ہے موے قلم سے وہ بال مراد
ہین جو مصورون کے موقلم مین ہوتے ہین۔

اسد کو بوریے مین دھر کے پھونکا موج ہستی نے ۔ فقیری مین بھی باقی ہے شرارت نوجوانی کی

موج ہستی نے اسد کو بوریے مین رکھ کر پھونک دیا اس شعر مین موج ہستی کو
بلحاظ موج بوریا کہا گیا ہی یعنی اسد کو خود اسی کی ہستی نے تباہ و برباد کر دیا اس وجہ سے
کہ وہ موج ہستی مشابہ ہے بوریا سے لہذا اسد کو بھی فقیر کہہ سکتے ہین مگر موج ہستی کا
اس طرح پھونکنا پتہ دیتا ہے کہ اس مین نوجوانی کی شرارت باقی ہی شرارت اور
پھونکنے مین بوجہ شرر ایک مناسبت لفظی و معنوی موجود ہی نوجوانی کی شرارت سوز عشق ہی۔

بجز دیوانگی ہوتا نہ انجام خود آرائی ۔ اگر پیدا نہ کرتا آئینہ زنجیر جوہر کی

خود آرائی کا انجام دیوانگی ہوتا ہی مگر آئینہ نے جوہر سے ایک زنجیر تیار کر رکھی ہی جو
اس جنون اور اس وحشت کی روک تھام کئے ہوئے ہے۔

غرور لطف ساقی نشۂ بیباکی مستان ۔ نم دامان عصیان ہی طراوت موج کوثر کی

لطف ساقی کے غرور نے مستون پر بیباکی کا ایک نشہ چڑھا دیا ہی اور ان کو بیباک بنا
دیا ہے اب حالت یہ ہی کہ وہ طراوت موج کوثر کو صرف دامان عصیان کی نمی سمجھتے
ہین یعنی کوثر کوئی چیز ہی نہین ہی ان کے دامان تر کی نمی ہے یہ غرور اور یہ سمجھنا نتیجہ ہے
ساقی کے لطف کا۔ ایسا ہی یہ شعر میر درد کا ہی ؎

تردامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

مراد دل مانگتے ہیں عاریت اہل ہوس شاید   یہ جانا چاہتے ہیں آج دعوت میں سمندر کی

اہل ہوس عاریتاً مجھ سے میرے دل کی تمنا رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ منگا ہوا اپنا دل ہیں اس کو دیدیں تو وہ سمندر کی دعوت میں ہو آئیں۔ سمندر اگر یہاں اُس کیڑے سے مراد ہے جسے بتایا جاتا ہے کہ آگ میں پیدا ہوتا ہو تو دل کی ضرورت بلحاظ اس کی سوزناکی کے ہے اور اگر سمندر سے مراد دریا ہو تو دریا دلی کی وجہ سے دل کی ضرورت ہو مگر پہلا خیال زیادہ قرین قیاس اور درست ہے۔

اسد خراب بخشیدن دریا خضر کو کیا تھا   ڈبوتا چشمۂ حیوان میں گر کشتی سکندر کی

اے اسد سوائے اس کے کہ دریا کا تھوڑا سا پانی خرچ ہو جاتا اور خضر کا کیا بگڑتا اگر سکندر کی کشتی چشمۂ حیوان میں ڈبو دیتا یعنی جب کشتی ہی ڈوبنا تھی تو آب حیوان میں کشتی ڈبوتا۔ یہاں بھی لفظ کشتی میں ایک ایہامی لطف ہے۔

ہوا ہے مانع عاشق نوازی ناز خودبینی   تکلف برطرف آئینۂ تمیز حایل ہے

معشوق کی خودی اور خودبینی کا ناز عاشق نوازی کا مانع ہو گیا ہے اور آئینۂ تمیز درمیان میں حائل ہے یعنی اس کا یہ سمجھ لینا کہ یہ عاشق ہے اور اس سے ناز پیدا ہونا ایک آئینہ حایل کا کام دے رہا ہے۔

بہ سیل اشک لخت دل ہے دامن گیر مژگان کا   غریق بحر جویائے خس و خاشاک ساحل ہے

آنسوؤں کی سیل میں جو دل کے ٹکڑے بہے ہوئے چلے آتے ہیں وہ پلکوں کا دامن پکڑتے ہیں۔ گویا کہ ڈوبنے والے تنکے کا سہارا ڈھونڈھ رہے ہیں۔

بہا ہے یاں تک اشکوں میں غبار کلفت خاطر   کہ چشم تر میں ہر اک پارۂ دل پائے در گل ہے

اشکون کے ساتھ اس قدر میرے دل کا غبار کلفت نکلا ہے کہ میری آنکھ سے ہر ایک وہ دل کا ٹکڑا جو رونے مین آنکھون تک آیا ہے کیچڑ مین پھنسا ہوا ہے یعنی ادہر غبار کلفت اور ادہر آب اشک یہ دونون مل کر خاصی کیچڑ ہو گئی ہے۔

نکلتی ہے تپش مین بسملونکی برق کی شوخی　　غرض اب تک خیال گرمیِ رفتار قاتل ہے

برق کی شوخی گویا نکلتی ہے وہ بسملون کی تپش کے انداز مین نکلتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک بسملون کو گرمی رفتار قاتل کا خیال لگا ہوا ہے

رنگ نے گل سے دم عرض پریشانی بزم　　برگ گل ریزہ مینا کی نشانی مانگے

حال پریشانی بزم کے اظہار کے وقت رنگ نے پھولون سے انکی پتیان مانگ لین تاکہ اس سے شیشے کے اُن ٹکڑون کا جو محفل مین ٹوٹنے کے بعد پڑے رہ جاتے ہین نقشہ کھینچکر اہل محفل کو دکھاے۔ رنگ سے مراد رنگ گل یعنی گل جو پھولون کی پتیون پر ہے وہ یہ پتیان لیکر اُن ٹوٹے ہوے مینا ے مے کے ٹکڑون کی تصویر دکھا رہا ہے جو پریشانیِ بزم عشرت کے وقت بزم مین پاے جاتے ہین۔

آمد خط سے نہ کر خندۂ شیرین کہ مباد　　چشم مور آئینۂ دل نگرانی مانگے

آمد خط کی وجہ سے خندۂ شیرین نہ کر کہین ایسا نہو کہ چشم مور بھی آئینۂ دل نگرانی طلب کرنے لگے یعنی خط کے حسن پر تیرا خوش ہونا اس بات کا خوف دلاتا ہے کہ چشم مور بھی جو کسی قابل نہین آئینۂ دل نگرانی کیلیے طلب کرے چشم مور سے مراد ہی سبزۂ خط ہے۔

ہون گرفتار کمین گاہ تغافل کہ جہان　　خواب صیاد سے پرواز گرانی مانگے

مین اس کمین گاہ تغافل مین جاکر گرفتار ہوا ہون جہان پرواز خواب صیاد سے گرانی مانگ کر آرام یا ماندگی کی تمنا مین رہتا ہے پھر اس کمین گاہ کی سختی کی حالت ہی پوچھنا بیکار ہے جہان پرواز بھی آرام کا متدعی اور طلبگار ہے۔

وحشت شور تماشا ہے کہ جون نکہت گل　　نمک زخم جگر بال فشانی مانگے

شور تماشا کی وہ وحشت ہے کہ زخم سی جو گل کی طرح ہے نمک زخم نکہت گل کی مانند اڑا جاتا ہے۔

وہ تپ عشق تمنا ہے کہ جوں رشتۂ شمع — شعلہ تا نبض جگر ریشہ دوانی مانگے

مجھے اس تپ عشق کی خواہش ہے کہ جس مین یہ خاصیت ہو کہ شعلۂ غم نبض جگر تک ریشہ دوانی کرتا چلا آئے۔ جیسے کہ رشتۂ شمع کے سوز کی ریشہ دوانی اس کی انتہا تک ہوا کرتی ہے۔

گر ملے حضرت بیدل کا خط لوح مزار — اسد آئینۂ پرواز معانی مانگے

اگر حضرت بیدل کا لوح مزار کہین مل جائے تو اسد اُسی سے آرائش معانی کے لئے آئینہ مانگے یعنی اسی سے اکتساب فیض کرے۔

سر نشۂ گردش اگر کیفیت افزا ہو — نہاں ہر گرد باد دشت میں جام سفالی ہے

اگر نشۂ گردش کا سرور کوئی کیفیت پیدا کرے تو پھر جنگل کے ہر بگولے مین ایک جام سفالی نظر آئے کیونکہ وہ بھی ہر وقت گردش مین ہے۔ مطلب یہ ہے کہ گردش کے لطف کو چونکہ تو نے نہین سمجھا اس لئے اس کے سرور سے واقف نہین۔

عروج نشہ ہے سر تا قدم قد چمن رویان — بجائے خود وگرنہ سرو بھی مینائے خالی ہے

اصل یہ ہے کہ معشوقون کا قد سر سے پاؤن تک عروج نشے کی کیفیت پیدا کرتا ہے اور اسی سے اس کو عروج نشے کا لطف حاصل ہوتا ہے۔ ورنہ اگر قد ہی پر صرف دلکشی اور لطافت کو منحصر کہا جائے تو ہر سرو بھی ایک مینائے خالی معلوم ہوتا ہے بات ہی کیا رہی صرف یہ فرق باعث دل کشی و بالیدگی انبساط ہے۔

ہوا آئینہ جام بادہ عکس روئے گلگون سے — نشان خال رخ داغ شراب پرتگالی ہے

میرے محبوب کے عکس رخ سے آئینہ جام بادہ بن گیا کیونکہ وہ گلگون تھا اور شراب بھی

گلگون ہوتی ہو تو اس عکس کے پڑنے سے یہ معلوم ہوا کہ شیشہ مین شراب بھری ہوئی ہو اور اس کے خال رُخ کے عکس سے یہ گمان گزرتا ہو کہ پیالہ مین شراب پرتگالی کا داغ لگا ہوا ہے -

یہ پا خائیدہ مُو طے رہِ وصفِ کمر کیجیے کہ تارِ جادہ سر منزل نازک خیالی ہو

چاہیئے کہ محبوب کے وصف کمر کی راہ کو مو قلم کے پاؤن سے طے کرین کیونکہ اس کی کمر سر منزل نازک خیالی کا ایک جادہ ہو لہٰذا بغیر پا کے خائیدہ مو کے طے ہونا محال ہو-

اسد اٹھنا قیامت قامتوں کا وقت آرایش لباس نظم مین بالیدن مضمون عالی ہو

اے اسد جب یہ محبوبان قیامت قامت آرایش کے وقت کھڑے ہوتے ہین تو ایسا معلوم ہوتا ہو کہ کوئی مضمون عالی نظم کے سانچے مین ڈھل کر بڑھ گیا اور بلند سے بلند تر ہو گیا ہے -

یہ مستی ہو اہل خاک کو ابر بہاری سے زمین جوش طرب سے جام لبریز سفالی ہو

اہل زمین کالی گھٹائین دیکھ دیکھ کر سرمست ہو رہے ہین اور زمین خوشی اور مسرت کے جوش کی وجہ سے بھرا ہوا سفالی جام معلوم ہوتی ہو-

اسد مت رکھ تعجب خرد ماغی ہائے منعم کا کہ یہ نامرد بھی شیر افگن میدان قالی ہے

اے اسد اگر دولت مند کچھ خرد ماغ واقع ہوا ہو تو اس سے تعجب نہ کر تعجب کی بات نہین ہو کیونکہ یہ نامرد قالین کے میدان کا شیر افگن ہو لہٰذا اس کو بھی خرد ماغ ہونا چاہیئے - قالین پر شیر وغیرہ کی تصویرین ہوتی ہین اور منعم قالین پر بیٹھتا ہو اسلئے اسکو شیر افگن قالین کہا

نشہ مے بے چمن دود چراغ کشتہ ہے جام داغ شعلہ اندود چراغ کشتہ ہے

نشہ ہو اور صحن باغ نہو تو وہ نشہ ایسا معلوم ہوتا ہو کہ جیسے بجھے ہوئے چراغ کا دہوان ہوتا ہو اور اس صورت مین جام ایک داغ معلوم ہوتا ہو کہ جس کو شعلے سے زراندود

کردیا ہے۔

داغ ہمدیگر ہیں اہلِ باغ گر گل ہو شہید　　لالہ چشمِ حسرت آلودِ چراغ کشتہ ہے

اہلِ باغ ایک دوسرے سے رشک کرتے ہیں اور یہ حالت ہے کہ اگر خونین کفن
گل شہید ہو تو لالہ اس چراغ کی جس کو بجھا دیا ہو چشمِ حسرت آلود معلوم ہو۔

شور ہے کس بزم کے عرضِ جراحت خانہ کا　　صبح یک زخمِ نمک سودِ چراغ کشتہ ہے

نہ معلوم یہ کس بزم کے جراحت خانہ کے ظاہر کرنے اور پیش کرنے کی زمانہ میں دھوم
مچی ہوئی ہے کہ صبح بھی ایک زخم نمک سود معلوم ہوتی ہے اور یہ زخم اس چراغ کا ہے جس کو
کشتہ کر دیا گیا ہے یہ لحاظ چاک کے صبح کو زخم سے اور بہ لحاظ سفیدی کے زخم نمک سود سے
تشبیہ دی گئی ہے۔

نامرادِ جلوہ ہر حالت میں حسرت گل کرے　　لالۂ داغ شعلہ فرسودِ چراغ کشتہ ہے

وہ شخص کہ دید جلوہ سے محروم اور نامراد رہا اس سے ہر صورت اور ہر حالت میں
حسرتوں کا اظہار ہوتا ہے۔ چراغ کشتہ جو حالت محرومی جلوہ میں شہید کر دیا گیا اپنے داغ
شعلہ فشاں کا لالہ کے بھیس میں اظہار کر رہا ہے۔ اس شعر میں گل کرنا ظاہر کرنے کے
معنی میں آیا ہے اور یہ صرف تناسب الفاظ کے لئے ہے۔

ہے جہاں تیرا دماغِ ناز مستِ بیخودی　　خوابِ نازِ گلرخاں دودِ چراغ کشتہ ہے

جس جگہ کہ تیرا دماغ ناز بیخودی سے مست ہو یعنی جہاں تو مست ہو کر بیخود ہو وہاں
معشوقوں کا خواب ناز بھی بے قدر اور بے کیف ہو جائے گا۔ اور وہ خواب اس چراغ
کا دھواں بن کر رہ جائے گا جو بجھنے کے بعد پریشان ہو جاتا ہے یعنی تجھے اس حالت
میں دیکھنے کے بعد ان کا خواب خوابِ پریشان کی صورت اختیار کرے گا۔ اور ان کے
آرام کی صورت ہی بدل جائے گی۔

ہے دلِ افسردہ داغِ شوخیٔ مطلب اسد　　شعلۂ آخر فالِ مقصودِ چراغ کشتہ ہے

اے اسد میرا بجھا ہوا دل شوخی مقصد کی وجہ سے داغ ہو کر رہ گیا ہے اور یہ شعلہ حصول مقصود کے لئے گویا ایک فال بد ہے جس سے بدانجامی کا اظہار ہو رہا ہے آخر مین نے شعلہ کو بھی دیکھا کہ وہ مقصد چراغ کے لئے ایک فال بد تھا جس کا انجام چراغ کا کشتہ ہو جانا ہوا۔ ایسا ہی کچھ میرے حق مین بھی ہونے والا ہے۔ کیونکہ فال ویسی ہی ہے۔

ہنگام تصور ہون دریوزہ گر بوسہ — یہ کاسۂ زانو بھی اک جام گدائی ہے

مین تصور محبوب کے وقت جو سر زانو بیٹھا ہون تو گویا بوسہ کی بھیک مانگ رہا ہون اور یہ کاسۂ زانو میرے لئے بھیک مانگنے کا پیالہ ہے۔ چونکہ زانو پر سر جھکا کر بوسہ محبوب کا خیال ہے اس لئے کاسۂ زانو کاسہ گدائی ہے۔

وہ دیکھ کے حسن اپنا مغرور ہوا غالب — صد جلوہ آئینہ اک صبح جدائی ہے

صبح جدائی سو آئینون کا ایک آئینہ ہے۔ اسی آئینہ مین میرے محبوب نے اپنا حسن دلکش دیکھا۔ جس سے وہ مغرور ہو گیا اور مجھ سے ملنے کے لئے اس کے دل مین انکار پیدا ہوا صبح جدائی سے وہ صبح بھی مراد ہو سکتی ہے جو شام وصل کے بعد نمودار ہو یعنی اُس نے اس مین اپنا حسن دیکھا اور مجھ سے جدا ہوا۔

یون بعد ضبط اشک پھرون گرد یار کے — پانی پیے کسو پہ کوئی جیسے وار کے

اشک آنکھون مین بھرے ہین اور محبوب کے گرد پھر رہے ہین گویا کہ محبوب پر وار وار کر پانی پی رہے ہین۔ یہ ایک رسم ہے کہ مریض پر یا کسی عزیز پر وار کر پانی پی لیتے ہین آب اشک کو پانی اور چشم پر آب کو جام سے تشبیہ دینا مسلمات سے ہے۔

بعد از وداع یار بخون در طپیدہ ہین — نقش قدم ہین ہم کف پائے نگار کے

وداع یار کے بعد ہم خون مین لوٹ رہے ہین اور ایسے معلوم ہوتے ہین جیسے کہ اس کے مہندی لگے ہوئے پاؤن کے نقش قدم ہین۔ چونکہ نقش قدم بھی خاک پر لوٹتا ہے

اسی افتادگی کی وجہ سے خود کو نقش قدم کہا اور چونکہ خون مین لوٹ رہے ہین اس لئے حنائی پاؤن کا نشان بتایا گیا۔

ظاہر ہے ہم سے کلفت بخت سیاہ روز — گویا کہ تختہ مشق ہین خط غبار کے

ہم کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ بخت سیاہ کی تکلیف کس درجہ پر ہوتی ہے اور کتنی ہوتی ہے اس مصیبت کا اظہار تمام تر ہمین سے ہوتا ہے گویا کہ ہم زمانہ کے لئے خط غبار کی لوح مشق ہین (غبار سے مراد تکالیف زمانہ) اور خط غبار ایک خط بھی ہے۔ چونکہ اس لفظ مین ایہام ہے لہذا بنظر تناسب اس کو یہان صرف کیا گیا۔

حسرت سے دیکھ رہے ہین ہم آب و رنگ گل — مانند شبنم اشک ہین مژگان خار کے

پھولون کی آب و تاب کا دور سے نظارہ کر کے حسرتین کر رہے ہین گویا کہ ہم بے بس مژگان خار کے اشک ہین۔ ع

مین ہون وہ قطرہ شبنم جو ہو خار بیابان پر

ہم مشق فکر وصل و غم ہجر سے اسد — لائق نہین رہے ہین غم روزگار کے

غم فراق اور فکر وصل بس یہی دو کام ہین جو ہمارے لئے مخصوص ہو گئے ہین اور کوئی کام ہم سے نہین ہو سکتا۔ زمانہ کے دوسرے غم اٹھانے کی نہ ہم کو مہلت ہے نہ ضرورت ہے۔ نہ قدرت ہے۔

عشق نے غالب نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

بہ نقص ظاہری رنگ کمال طبع پنہان ہے — کہ بہر مدعا دل زبان لال زندان ہے

نقص ظاہری مین طبیعت کے کمال کا رنگ پوشیدہ ہے کیونکہ مدعائے دل نکلنے نہین پاتا اور وہ دل مین رہ جاتا ہے۔ گویا کہ زبان گنگ ایک قید خانہ ہے جو کمال طبع کو محفوظ رکھتا ہے۔ اور اس کو برباد نہین ہونے دیتا۔

خموشی خانہ زادِ چشم بے پروا نگاہان ہے
غبارِ سرمہ یان گردِ سوادِ سنبلستان ہے

خاموشی گویا کہ ان بے پروا نگاہ معشوقون کی غلام خانہ زاد ہے اور غبارِ سرمہ سوادِ سنبلستان کی گرد معلوم ہوتا ہے۔ غبارِ سرمہ سے مراد وہی خاموشی ہے۔ سوادِ سنبلستان ہین معشوق۔ سنبلستان خط رخسار۔ چونکہ سوادِ سرمہ یعنی خموشی کا تعلق دہن محبوب سے ہے اور دہن سبزہ سے قریب ہے اسواسطے اس خاموشی کو گردِ سوادِ سنبلستان کہا گیا یا یہ کہ چشم کو چونکہ سخنگو بھی کہا گیا ہے مگر جو معشوق کہ اپنے عجب اور بے پروائی کی وجہ سے نگاہ بھی نہین کرتے اُن کی آنکھ گویا خاموش ہے۔ اور غبارِ سرمہ جس کا آنکھ سے تعلق ہے وہ گویا گردِ سوادِ سنبلستان ہے۔

زبس دوشِ رمِ آہو پہ ہے محمل تمنا کا
جنونِ قیس سے بھی شوخیِ لیلیٰ نمایان ہے

چونکہ تمنا کی محمل یعنی تمنا کی آرام گاہ رمِ آہو کے دوش پر ہے یعنی حالت رمیدگی میں ہے اس واسطے قیس کے جنون سے بھی شوخیِ لیلےٰ کا اظہار ہوتا ہے لیلیٰ مین بذات خود رمیدگی ہے اور مجنون کی تمنا دوشِ رمیدگی پر ہے اس واسطے دونون مین یکسانیت ہے۔

نقابِ یار ہے غفلت نگاہی اہلِ بینش کی
مژہ پوشیدنی ہا پردۂ تصویرِ عریان ہے

اہلِ بینش کی غفلت نگاہی نے یار کے چہرے پر نقاب ڈالدیا ہے اور اُن کا آنکھین بند کرلینا اس تصویرِ عریان کا پردہ بن گیا ہے حاصل یہ ہے کہ اس کا جلوہ ہر جگہ موجود ہے مگر اس واسطے نہین دکھائی دیتا کہ ہم لوگ خود غافل ہین اور ہماری غفلت اُسکے جلوہ کا پردہ بنی ہوئی ہے۔

اسد بندِ قبائے یار ہے فردوس کا غنچہ
اگر وا ہو تو دکھلا دون کہ یک عالم گلستان ہے

اے اسد بندِ قبائے یار اپنی بہار کے لحاظ سے غنچۂ باغِ فردوس ہے اگر وہ کھل جائے تو مین لوگون کو دکھا دون کہ گلستان ہی گلستان کا عالم نظر آئے۔

رہا بے قدر دل در پردۂ جوشِ ظہور آخر
گل و نرگس بہم آئینۂ اقلیمِ کوران ہے

جوشِ ظہور کے پردے میں دل بے قدر رہا اور باوجود ظاہر ہونے کے اُس کو کسی
نے نہ دیکھا گویا گل موجود ہے مگر نرگس اس کو دیکھ نہیں سکتی۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے
اندھوں کی ولایت میں آئینہ گو بذات خود آئینہ سبھی کچھ ہے مگر اقلیم کوران میں کوئی
اس کا بوچھنے والا نہیں ہے اور وہ بے قدر ہے۔ جوشِ ظہور سے مراد یہاں دنیا
ہو سکتی ہے۔

تکلف ساز رسوائی ہے غافل شرم رعنائی ۔۔۔ دل خون گشتہ در دست حنا آلودہ عریان ہے

اے غافل رعنائی کو شرم کرنا چاہیے کہ اس کا تکلف سامان رسوائی ہے۔ اگر ہاتھ تکلف
میں تو مہندی لگاتا ہے اور وہ مہندی بھرا ہاتھ بتا رہا ہے کہ تو نے دل کا خون بہایا ہے اور دنیا
اس کو دیکھ رہی ہے۔ حنا آلودگی حالت خون شدگی دل کو عریان کر کے تجھے رسوا کر رہی ہے

تکلف برطرف خواب زلیخا جمع کر ورنہ ۔۔۔ پریشان خواب آغوش وداع یوسفستان ہے

تکلف کو چھوڑ اور ایک خواب زلیخا کے خواب کی طرح حاصل کر ورنہ اصل بات یہ ہے
کہ خواب پریشان یوسف کے وداع کا آغوش ہو جائے گا۔ پریشانی کو کشادگی سے تعبیر
کر کے آغوش وداع جو کشادہ ہوتی ہے قرار دیا گیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ دل جمعی حاصل
کر ورنہ یوسف مقصود کا پانا محال ہے۔

اسد جمعیت دل در کنار بیخودی خوشتر ۔۔۔ دو عالم آگہی سامان یک خواب پریشاں ہے

اے اسد تمام جمعیت دل بیخودی کی گود میں اچھی معلوم ہوتی ہیں گویا کہ یہ زمانہ
بھر کی آگاہی اور ہوشیاری ایک خواب پریشان کے واسطے پیدا ہوئی ہیں۔

عاشق نقاب جلوۂ جانانہ چاہیے ۔۔۔ فانوس شمع کو پر پروانہ چاہیے

عاشق کو جلوۂ محبوب کا نقاب ہونا چاہیے اور اپنے معشوق کے جلوہ پر پوری طرح
چھا جانا چاہیے جس طرح کہ جہاں شمع ہوتی ہاں پروانوں کے پر سے فانوس بنانا زیادہ
مناسب ہوتا ہے۔

پیدا کرین دماغ تماشاے سرو گل حسرت کشون کو ساغر و مینا نہ چاہیے

حسرت کشون کو ساغر و مینا کی ضرورت نہین ہو اور اس کی حسرت نہ کرنا چاہیے بلکہ سرو و گل کے دیکھنے کے لئے جگر پیدا کرین اس واسطے کہ خود سرو بجاے مینا کے اور گل بجاے ساغر کے ہو اور یہ ان کی سرور کا باعث ہو جائینگے۔

دیوانگان ہین حامل راز نہان عشق اے بے تمیز گنج کو ویرانہ چاہیے

عشق کے راز اور رموز پوشیدہ کے حامل دیوانے ہین اور کیون نہون اسواسطے کہ خزانہ ہمیشہ ویرانون مین دفن کیا جاتا ہے دیوانے بمنزلہ ویرانے کے ہین اور راز نہان عشق بمقابلے خزانے کے ہین۔

ساقی بہار موسم گل ہے سرور بخش پیمان سے ہم گزر گئے پیمانہ چاہیے

اے ساقی موسم گل کی بہار سرور افزا ہے اگرچہ ہم نے ترک شراب نوشی کا عہد کر لیا تھا مگر اب ہم کو پیمان کی ضرورت نہین ہم پیمانہ چاہتے ہین۔

ہاتھ پر گر ہاتھ مارے یار وقت قہقہہ کرمک شب تاب آسا مہ پر افشانی کرے

اگر میرا دوست قہقہہ مار کر ہاتھ پر ہاتھ مارے جیساکہ دستور ہو کہ قہقہہ کی ہنسی ہنس کر ہاتھ پر ہاتھ مارا کرتے ہین تو اس کے اثر سے چاند کرم شب تاب کی طرح پر افشانی کرنے لگے اور تڑپ کی صورت اس مین پیدا ہو جائے۔

وقت اس افتادہ کا خوش جو قناعت سے اسد نقش پاے مور کو تخت سلیمانی کرے

وقت اس افتادہ کا خوش۔ فارسی کے محاورے کا ترجمہ ہو۔ جیسے عرفی ایک شعر مین کہتا ہو کہ ؎

وقت عرفی خوش کہ نکشود ند چون در بر رخش
بر در نکشودہ ساکن شد در دیگر نزد

اُردو مین کہین گے اے اسد وہ شخص بڑا اچھا جو قناعت کرکے ایک جگہ پڑ رہے اور نقش پاے مور کو تخت سلیمان سمجھے نقش پاے مور بوجہ افتادگی زمین کے کہا گیا ہے

ہی صریر خامہ ریزش ہاے استقبال ناز　　نامہ خود پیغام کو بال پر پرواز ہے

صریر خامہ (وہ آواز جو لکھنے کے وقت قلم سے نکلتی ہی) صریر خامہ نہین ہی بلکہ استقبال ناز کی ایک ریزش اور بارش ہو یعنی ناز خود پیغام کا استقبال کرتا ہی اس طرح سے گویا نامہ خود پیغام کے لئے پر پرواز بن جاتا ہو۔ نامہ کی تشبیہ بوجہ اُس بسط اور کشادگی کے پر پرواز سے دی گئی جو اس مین موجود ہی۔

سرنوشت اضطراب انجامی الفت نپوچھ　　نال خامہ خار پیراہن آغاز ہے

نپوچھ کہ محبت والفت کی سرنوشت مین آخر آخر مین کس قدر اضطراب اور بیقراری لکھی ہوئی ہی گویا کہ نال خامہ سوت جو قلم کے جوف سے قلم بناتے وقت نکلتا ہے وہی نال خامہ یا خود نے خامہ پیراہن آغاز محبت کے لئے کانٹون کا کام دیتا ہی یعنی تقدیر محبت لکھتے ہوے قلم کا سوت یا خود قلم آغاز محبت کے لئے کانٹے ہین جو بے قرار کرتے ہین۔

شوخی اظہار کو حد وحشت مجنون اسد　　بسکہ لیلاے سخن محمل نشین راز ہے

مجنون کی وحشت کے سوا کوئی اس کی شوخی کا اظہار نہین کر سکتا کیونکہ لیلاے سخن راز کے محمل مین پوشیدہ ہی لہذا پہلے مجنون کی سی وحشت پیدا کی جاے تب اس شوخی کا اظہار ہو سکتا ہی۔

خواب جمعیت مخمل ہی پریشان مجھ سے　　رگ بستر کو ملی شوخی مژگان مجھ سے

خواب مخمل سے مراد ہو مخمل کا یکسان اور ہموار ہونا یہ بھی بالکل خواب سبزہ کی طرح ہی کہ سبزہ کے گرنے ہموار ہونے اور کو سبزہ خوابیدہ کہتے ہین۔ کہتے ہین کہ بستر مخمل میری وجہ سے پریشان ہوا اور رگ بستر کو مین نے شوخی مژگان عنایت کر دی ہی گویا کہ ہر ایک ریشہ مخمل

ایک نشتر مژگان ہوگیا ہو جو بے خوابی کی وجہ سے باز ہو۔ چونکہ برابر شب ہجر مین نے کروٹین بدلی ہیں اور پریشان رہا ہون لہذا مخمل کی بھی بنیند اڑ گئی۔ اور رگ بستر مژگان واماندہ ہوگئی۔ ایسا ہی شعر ہے جو مرزا عز فطرت نے کہا ہے ؎

زبس دادم بکف سر رشتۂ آشفتہ حالی را
رگ خواب پریشان کردہ ام خواب قالی را

کنج تاریک و کمین گیری اختر شمری عینک چشم بنا روزن زندان مجھ سے

مین قید ہون اور زندان کے ایک تاریک گوشہ مین روزن دیوار زندان سے شب فراق کے تارے گن رہا ہون گویا کہ روزن زندان کو مین نے عینک چشم بنا دیا ہو۔

اے تسلی ہوس وعدہ فریب افسون ہے ورنہ کیا ہو نہ سکے نالہ بہ سامان مجھ سے

اے میری تسلی دل چونکہ مجھے اپنے محبوب سے ابھی وعدہ کی ہوس ہو لیس وہی فریب وعدہ میرے واسطے افسون بنا ہوا ہو اور مین خاموش ہون ورنہ کیا مجھ سے ایک ایسا نالہ نہین ہو سکتا جو تمام تر سامان میرے واسطے مہیا کر دے۔

بستن عہد محبت ہمہ نادانی تھا چشم نکشودہ رہا عقدۂ پیمان مجھ سے

عہد محبت کا باندھنا سراسر میری نادانی پر مبنی تھا اس سے کوئی نتیجہ نہین نکلا بلکہ وہ گرہ جو پیمان محبت کے وقت باندھی گئی تھی وہ ایک چشم ناکشودہ ہو کر رہی یعنی یار نے مجھے آنکھ کھول کر بھی نہ دیکھا اور بیکار ثابت ہوئی۔

اے اسد دسترس وصل تمنا معلوم کاش ہو قدرت بر چیدن دامان مجھ سے

اے اسد مجھے تمنا کی دسترس اور قدرت وصل معلوم ہو جیسی قدر کہ ہو کاش ایسا ہو کہ بے تعلقی کی قدرت پیدا ہو جائے یعنی اس امید مین کبھی میری تمنا اپنے مقصد کو تو پہونچیگی نہین چاہتا یہ ہون کہ اس مین یہ قدرت پیدا ہو جائے کہ مجھ سے علیحدہ ہو جائے۔

نگہ گرم سے اک آگ ٹپکتی ہے اسد ہے چراغان خس و خاشاک گلستاں مجھ سے

اے اسد میری نگاہ گرم سے آگ برس رہی ہے اور میری وجہ سے تمام خس و خاشاک پر جنگل میں چراغان معلوم ہوتا ہے یعنی جدھر نگاہ گرم سے دیکھتا ہوں آگ لگ جاتی ہے

زلف سے شب درمیان دادن نہیں ممکن دریغ ورنہ صد محشر بہ رہن صافی رخسار ہے

زلف کو ایک رات فرض کیا اور رخسار کو صبح محشر کہا اسی بنا پر شعر کے یہ معنی ہیں کہ زلف کی رات گزارنا اور اس رات کو چھوڑ جانا ممکن نہیں ہے ورنہ اس کے رخسار کی صفائی میں سیکڑوں محشر رہن اور پوشیدہ ہیں۔
دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ رات گزرنے کے بعد دن آتا ہے اور دن گزرنے کے بعد رات آتی ہے لہذا کہتے ہیں کہ افسوس ہے تو اتنا ہے کہ ہم اپنے محبوب کی زلف کی رات کو ہر محشر کے دن کے درمیان میں نہیں ڈال سکتے کہ دن گزرے اور فوراً یہ رات آملے ورنہ اس کی صفائی رخسار سے سیکڑوں قیامتیں پیدا ہو سکتی ہیں کہ ایک حشر گزرا اور یہ شب زلف درمیان میں آئی پھر روز حشر صفائی رخسار گزرا پھر شب زلف درمیان میں آگئی -- اسی طرح صد محشر پیدا ہو سکتے ہیں۔

در خیال آباد سودائے سر مژگان دوست صد رگ جاں جادہ آسا وقف نشتر زار ہے

گویا مژگان دوست کا سودا اور خیال ایک شہر ہے جس کا نام خیال آباد ہے اس میں راستے اور سڑکیں رگ جان کی بنی ہیں جہاں نشتر زار ہی نشتر زار ہیں مطلب یہ ہے کہ خیال مژگان دوست میں رگ جان میں سیکڑوں نشتر زار چھپے ہوئے ہیں۔

بسکہ ویرانی سے کفر و دیں ہوئے زیر و زبر گرد صحرائے حرم تا کوچہ زنار ہے

چونکہ ویرانی کی وجہ سے کفر اور دین سب کے سب زیر و زبر ہو گئے ہیں تو آج یہ حالت ہے کہ صحرائے حرم کی گرد زنار کے کوچہ تک پائی جاتی ہے مطلب

یہ ہی کہ زمانہ کے انقلاب نے اس قدر ابتری پھیلائی کہ آج کفر و اسلام یکسان ہو کر رہ گئے ہین۔

اے سر شوریدہ ناز عشق و پاس آبرو   یک طرف سودا و یک سو منت دستار ہی

اے سر شوریدہ ادہر تو عشق کا ناز ہی اور ادہر حفظ آبرو کا خیال ہی یہ تو بالکل وہی بات ہوئی کیا ایک طرف تو پگڑی بچانے کی فکر ہے اور ایک طرف سر مین سودا بھی رکھتا ہی۔

غالب

سراپا رہن عشق و ناگزیر الفت ہستی
عبادت برق کی کرتا ہون اور افسوس حاصل کا

وصل مین دل انتظار طرفہ رکھتا ہی مگر   فتنہ تاراج تمنا کے لئے درکار ہے

دل کو وصل محبوب مین بھی ایک انتظار ہی اور یہ انتظار کچھ عجب انتظار ہی ظاہرا اسوقت تو کسی انتظار کی ضرورت ہی نہین بس ہی تو یہی ہو کہ تاراج تمنا کے لئے کسی فتنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔

خانمان ہا پائمال شوخی دعوی اسد   سایۂ دیوار سیلاب در و دیوار ہے

اے اسد بہت سے گھر ہین جنھین شوخی دعوی نے پامال کر دیا ہی یہ سمجھ لے کہ سایۂ دیوار اس بارہ مین در و دیوار کے لئے سیلاب کے مانند ہی جو اُس کو تباہ و برباد کر دیتا ہی

محبت طرز پیوند نہال دوستی جانے   دویدن ریشہ سان مفت رگ خواب زلیخا ہی

محبت نہال دوستی کا طریق پیوند جانتی ہی یعنی محبت ایک ایسی چیز ہی جو نہال دوستی کے پیوند کا طریقہ جانتی ہی۔ خواب زلیخا کے لئے دوڑنا اور ریشہ دوانی کرنا بالکل آسان ہی یعنی رگ خواب زلیخا کا اثر یوسف تک پہونچتا ہے۔

نشاط دیدہ بینا ہی کہ خواب چہ بیداری   بہم آوردہ مژگان بوسہ روے تماشا ہی

یعنی خواب ہو یا بیداری ہو چشم بینا کے لئے دونون ایک ہین اور وہ دونون سے
تماشا حاصل کرتی ہو گویا اگر چشم حقیقت بین بند ہوتی ہو تو اس بند ہونے مین اسکی
پلکون کا ملنا روے تماشہ کا بوسہ لینا ہو مژگان کے ملنے کو بوسہ روے تماشہ اسلئے
کہا گیا کہ اس مین بھی منہ اور رخسار ملتے ہین -

نگہ معمار حسرت ہا چہ آبادی چہ ویرانی کہ مژگان جس طرف وا ہو بکف دامان صحرا ہے

میری نگہ شوق حسرتون کی معمار ہو یعنی برابر حسرتون کی عمارتین بناتی چلی جاتی ہو
خواہ وہ آبادی ہو خواہ ویرانی ہو - کچھ بھی ہو اور حالت یہ ہو کہ جس طرف ہم نظر اٹھا کر
دیکھتے ہین دامان صحرا ہی نظر آتا ہے جسے بسانے اور آباد کرنے کی ضرورت ہو -

نہ سود آبلون مین گر سرشک دیدۂ نم سے بہ جولانگاہ نومیدی نگاہ عاجزان پا ہے

مصیبت یہ ہے کہ دیدۂ نم کے آنسو آبلے ہین جنکی وجہ سے نگاہ سوگئی ہے یعنی
یہی آنسوؤن کا پانی نگاہ کو ساتھ لیکر آبلون مین آرام کر رہا ہو اگر ایسا نہو تو میدان
نا امیدی مین عاجزون کی نگاہ پاؤن کا کام دیتی ہو - اور وہ اس میدان کی
اسی پاؤن سے تک ودو کرتے رہتے ہیں -

بہ سختی ہاے قید زندگی معلوم آزادی شرر بھی صید دام رشتۂ رگہاے خارا ہے

زندگی کی قید کی سختیون سے جیتے جی آزادی محال اور ناممکن ہو شرر کو دیکھئے
کہ وہ رگ سنگ (وہ لکیرین جو پتھر مین ہوتی ہین) کے تاگون کے جال مین جکڑا ہوا
ہو اور آزاد نہین ہو سکتا - اسی طرح کوئی شخص جیتے جی سختی کی قید سے آزادی نہین
پا سکتا - ایک جگہ فلسفیانہ طریق سے کہتے ہین ؎

قید حیات و بند غم اصل مین دونون ایک ہین
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پاے کیون

اسد یاس تمنا سے نہ رکھ امید آزادی گداز آرزوہا آبیار آرزوہا ہے

لے اسلئے یہ نہ سمجھنا کہ تمناؤں سے مایوس ہونے کے بعد آزادی حاصل ہو جائے گی اور اب کوئی تمنا پیدا نہ ہوگی یہ سمجھ لے کہ یہ آرزوئیں جو گذار پا کر پانی ہوتی ہیں یہ آرزوؤں کی آبیاری کر رہی اور اُن کو سینچ رہی ہیں لہذا جتنی مایوسی ہوگی اور زیادہ آرزوئیں پیدا ہوں گی۔

به ذوق شوخی اعضا تکلف بار بستر ہے   معاف پیچ و تاب کشمکش ہر تار بستر ہے

شوخی اعضا کے ہوتے تکلف بستر کے لئے بار معلوم ہوتا ہے میرے بستر کے ہر تار کے لئے کشمکش اور پیچ و تاب معاف ہے یعنی میری تڑپنے میرے ہر تار بستر کو کشمکش اور پیچ و تاب کے لئے مجاز کر دیا ہے۔

مژہ فرش رہ و دل ناتوان و آرزو مضطر   بہ پائے خفتہ سیر وادی پر خار بستر ہے

حالت یہ ہو کہ پلکیں فرش راہ بنی ہوئی ہیں۔ دل ناتوان ہے اور پڑا ہوا ہے۔ آرزو بیقرار ہو تو اس صورت میں میرا بستر میرے پائے خفتہ کے واسطے وادی پر خار ہے جس کی پائے خفتہ سے سیر کر رہا ہوں۔

ہو سکے کیا خاک دست و بازوئے فرہاد سے   بیستون خواب گران خسرو پرویز ہے

بھلا اس صورت میں فرہاد کے دست و بازو سے کیا کام ہو سکتا ہے کہ خسرو پرویز شیرین کے ساتھ اپنی خواب گران میں مشغول ہو گویا کہ یہ بیستون پرویز کی نیند ہے جو پہاڑ کی صورت میں فرہاد کے سامنے ہے ایسی حالت میں اس کے ہاتھ پاؤں کیا کام کر سکتے ہیں۔

ان ستم کیشوں کے کھائے ہیں بس تیر نگاہ   پردہ بادام یک غربال حسرت بیز ہے

چونکہ معشوقوں کے سیکڑوں ہزاروں تیر نگاہ کھائے ہیں تو اسی سے آج یہ کیفیت ہے کہ بادام کا پردہ یعنی چھلکا ایک حسرت بیز چھلنی بن کر رہ گیا ہو گویا بادام کے چھلکے کے سوراخ زخم ہیں جو نگاہوں کے تیر سے پیدا ہوئے ہیں۔

خونچکاں ہی جادہ مانندِ رگِ سودائیاں ن — سبزہ صحرائے الفت نشترِ خونریز ہے

محبت کا جادۂ راہ سودائیوں کی رگ کی طرح خونچکاں ہو رہا ہے گویا صحرائے الفت کا سبزہ ایک خونریز نشتر ہے جو برابر خونچکانی کر رہا ہے یہاں محبت کی سختی راہ کا بیان مقصود ہے جو ایک تشبیہی صورت میں بیان ہوا ہے۔

عارضِ گل دیکھ روئے یار یاد آیا اسدؔ — جوششِ فصلِ بہاری اشتیاق انگیز ہے

فصل بہار کے رخسار یعنی اُس کی رونق اور تروتازگی دیکھ کر دوست کا پُررونق چہرہ یاد آیا اصل یہ ہے کہ فصل بہار نہایت ہی جوش انگیز اور ولولہ خیز چیز ہے۔

ہی بہار تیز رو گلگونِ نکہت پر سوار — یک شکستِ رنگِ گل صد جنبشِ مہمیز ہے

بہار نہایت تیزی کے ساتھ خوشبو کے گھوڑے پر سوار ہو کر چلی جا رہی ہے ہر ایک شکست رنگ گل سے سیکڑوں جنبش مہمیز کا اثر پیدا ہوتا ہے۔ مہمیز کرنا گھوڑے پر ایڑ لگانے کو کہتے ہیں۔

شبنم آسا کو مجال سبحہ گردانی مجھے — ہی شعاعِ مہر زنارِ سلیمانی مجھے

سبحہ گردانی اور تسبیح پڑھنے کا شوق شبنم ہی کو مبارک رہے مجھے اس کی مجال نہیں ہے بلکہ شعاع آفتاب میرے لیے زنار سلیمانی ہے۔ زنار سلیمانی اُس خط کو کہتے ہیں جو مہروں پر باریک باریک لکیروں میں ہوا کرتی ہیں یعنی زنار سلیمانی ہی میرے واسطے شعاع آفتاب کا کام دے رہا ہے۔

بلبلِ تصویر ہوں بیتابِ اظہارِ تپش — جنبشِ بالِ قلم جوشِ پریشانی مجھے

میں بلبل تصویر ہوں کہ اپنے سوز و تپش کے ظاہر کرنے کے واسطے بیتاب ہوں قلم کی وہ جنبش جو میرے کھینچنے اور بنانے میں ہوتی ہے میرے لیے ایک

جوشِ پریشانی ہے۔ یعنی اُسی سے میری پریشانی کا اظہار ہوتا ہے۔

واکیا ہرگز نہ میرا عقدۂ تارِ نفس
ناخنِ بُرّیدہ ہے تیغِ صفاہانی مجھے

میرے تارِ نفس کی گرہ اس سے کھل نہیں سکی یعنی یہ میری زندگی کی گتھیوں کو نہیں سلجھا سکی اس لیے میں تیغ اصفہانی کو ایک ناخن بریدہ کی مانند سمجھتا ہوں جو سراسر بیکار ہے۔

جو غزل ذیل میں لکھی جاتی ہے یہ غالب کی ایک ایسی غزل ہے جو بعض بعض پرچوں میں خود انھیں کے نام سے چھپ چکی ہے اور بعض بیاضوں میں بھی انہیں کے نام سے پائی جاتی ہے چنانچہ میرے پاس جو دو بیاضیں قلمی قدیم موجود ہیں اُن میں یہ غزل غالب ہی کے نام سے ہے مگر نہ مطبوعہ مروجہ دیوان میں اس کا کہیں نام و نشان ہے اور نہ حمیدیہ نسخے میں اس کا کوئی پتہ چلتا ہے اور جہاں تک میرا اندازہ ہے اس لیے یہ بھی میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ غزل غالب کے تخیل سے کوئی نسبت رکھتی ہے مگر میں پھر بھی بغیر کسی قسم کی صحیح رائے کے اظہار کے اور غزلوں کے ساتھ اس کی بھی شرح کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ اگرچہ بادی النظر میں اس کی شرح کی کوئی خاص ضرورت اور احتیاج نہیں دیکھتا۔ مگر چونکہ میرا اصول شرح یہ رہا ہے کہ کسی شعر کو یہ کہکر نہ چھوڑا جائے کہ بالکل صاف شعر ہے اس واسطے اس کا لکھنا ہی زیادہ انسب ہے۔

بتائیں ہم تمھارے عارض و کاکل کو کیا سمجھے
اسے ہم سانپ سمجھے اور اُسے من سانپ کا سمجھے

تم ہم سے پوچھتے ہو کہ تم ہمارے رخسار اور زلفوں کو کیا سمجھتے ہو تو خیر تو بتاتے ہیں۔ اسے یعنی زلف کو ہم کالا سانپ سمجھے ہیں اور اسکو یعنی عارض کو سانپ کا من سمجھے ہیں اس شعر میں غیر مرتب لف و نشر کی ایک صورت پائی جاتی ہے۔

یہ کیا تشبیہ بیہودہ ہی کیوں موذی سے نسبت دیں
ہما عارض کو اور کاکل کو ہم ظلِ ہما سمجھے

یہ جو کہ پہلے شعر میں عارض کو سانپ کے من سے اور کاکل کو سانپ سے تشبیہ

دے چکے ہیں لہٰذا ابا کرکے کہتے ہیں کہ استغفر اللہ یہ ہم نے کیا تشبیہ دی موذی سے تشبیہ دینا بڑی بات ہے۔ لہٰذا عارض ہما ہے اور کاکل ہما کا سایہ ہے ہما ایک مشہور مبارک فال جانور ہے جس کے سر پر اس کا سایہ پڑے اس کے لئے حکم لگایا جاتا ہے کہ وہ بہت نصیبہ ور ہوگا۔

غلط ہی ہو گئی تشبیہ یہ تو ایک طائر ہے
اسے برگ سمن اور اسکو سنبل کی جٹا سمجھے

جیسا کہ پہلی تشبیہ کو معیوب قرار دیکر اس سے ابا کیا تھا اسی طرح اس تشبیہ سے بھی گریز کیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ تو بدتمیزی ہوئی وہ ہما کیا کچھ بھی کیوں نہ ہو ایک جانور سے تشبیہ دینا معیوب ہے بلکہ اس کا رخسار برگ سمن ہے اور اس کی زلف سنبل کی جٹا ہے۔

نباتات زمیں سے انکو کیا نسبت معاذ اللہ
اسے برق اور اُسے ہم کالے ساون کی گھٹا سمجھے

جی نہ مانا اور یہ تشبیہ کہ رخسار چنبیلی کے پھول کی پتی اور زلف سنبل کی جٹا ہے یہی مرغوب طبع نہ ٹھہری تو مجبوراً یہ کہا کہ نہیں گھاس پھونس سے ایسی عمدہ چیزوں کو کیا نسبت دی جائے بلکہ اس کے رخسار اپنی درخشانی اور صفائی کی وجہ سے برق ہیں اور اس کی زلفیں ساون کی کالی گھٹا ہیں۔

گھٹا اور برق سے کیونکر گھٹا کر انکو نسبت دوں
اسے ظلمات اُسے ہم چشمۂ آب بقا سمجھے

مگر گھٹا اور برق رتبہ میں ایسے کہاں ہیں ان سے نسبت دینا تو ان کے رتبہ کو کم کر دینا ہے بلکہ ہمارے نزدیک اس کی زلفیں ظلمات ہیں اور رخسار چشمۂ آب بقا ہیں۔

جو کہئے یہ فقط مقصود تھا خضر و سکندر سے
ید بیضا اسے اور اسکو موسیٰ کا عصا سمجھے

یہ ظلمات اور آبحیات چونکہ خضر و سکندر سے متعلق ہیں لہٰذا یہ کہنا بھی فضول ہے ہم رخسار کو ید بیضا سمجھتے ہیں اور زلف کو بوجہ لمبائی کے موسیٰ کا عصا جانتے ہیں۔

ناموزون

جو اس تشبیہ سے بھی داغ اُن کو آتا ہو اسے وقت نماز صبح اور اُسکو عشا سمجھے

پھر کہتے ہین کہ یہ بھی ٹھیک نہین بلکہ ہم رخسار کو صبح کی نماز کا وقت جانتے ہین کیونکہ وہ روشنی مین ان سے مشابہ ہین اور زلف کو نماز عشا کا وقت جانتے ہین کیونکہ وہ تاریکی مین اسی سے مشابہ ہے۔

جو یہ نسبت پسند خاطر والا نہو تو پھر اسے قندیل کعبہ اسکو کعبہ کی ردا سمجھے

اور اگر یہ نسبت بھی آپ کو پسند نہو تو ہم رخسار کو قندیل کعبہ اور زلف کو کعبہ کی ردا یعنی چادر کعبہ کہین گے۔ ردائے کعبہ بوجہ سیاہی کے کہا گیا۔

اسد ان ساری تشبیہون کو رد کرکے یہ کہتا ہے سویدا اس کو سمجھے اُسکو ہم نور خدا سمجھے

یہ ساری تشبیہین بیکار سی ہین ہم ان تشبیہون کو مسترد کرکے کہتے ہین کہ اُس کی زلف کی سیاہی سویدائے دل ہے اور اس کے رخسار کا نور نور خدا ہے۔ اگرچہ اس غزل مین مرزا کا رنگ طبعی بالکل نہین پایا جاتا۔ مگر چیکنی ڈبی کی مدح دیکھتے ہوے اور اُن تشبیہون پر نظر رکھتے ہوے اس تشبیہی غزل کو بھی اُن سے منسوب کیا جا سکتا ہے۔ اصل مین اردو مین وہ جو کچھ کہتے تھے یا بادشاہ کے حکم سے یا خاطر احباب سے کہتے تھے اور جب یہ مسلم ہے تو پھر اسے بھی مرزا سے منسوب کرنا ہی پڑے گا۔

غیر مطبوعہ

نسیم صبح جب کنعان مین بوئے پیرہن لائی پئے یعقوب ساتھ اپنے نوید جان و تن لائی

یہ تلمیح ہے قصہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف۔ کہتے ہین کہ نسیم صبح جب مصر کی طرف سے خوشبوئے پیراہن یوسف لیکر کنعان مین آئی تو گویا پدر مفارقت زدہ یوسف کے لئے جان و تن کے زندہ کرنے کی خوشخبری لیکر آئی۔

دکھا رہا تم شب زندہ دار ہجر رکھنا تھا سپیدی صبح غم کی دوش پر رکھکر کفن لائی

عاشق جو شب فراق میں رات بھر جاگتا رہا گویا اس کا وقار تار قائم رکھنے کے لئے صبح غم کی سفیدی اپنے کاندھے پر اُس کو دفن کرنے کے لئے کفن لیکر آئی یہ ایک نازک تخلیل ہے۔

زآفت گاہ صحرائے ازل تا عرصۂ امکان — مگر روح رواں فتراک میں رنج و محن لائی

صحرائے ازل ایک آفت گاہ تھا جہاں آفتوں اور بلاؤں کا ہجوم تھا تو اُس آفت گاہ ازل سے ہماری روح رواں رنج و محن اپنے فتراک (شکار بند) میں باندھ کر لائی اور میدان دنیا تک وہی ساتھ لئے ہوئے چلی آئی۔

شہید شیوۂ منصور ہے انداز رسوائی — مصیبت پیشگی مدعا دار و رسن لائی

چونکہ انداز رسوائی منصور کے شیوہ کا شہید اور دلدادہ ہے یعنی انداز رسوائی منصور کا عاشق اور قدر دان ہے اسی لئے مدعا کی مصیبت پیشگی اس کے واسطے دار و رسن لیکر آئی مصیبت پیشگی مدعا یہ کہ مدعا ہمیشہ کوئی نہ کوئی مصیبت پیدا کرتا ہے۔

وفا دامن کش پیرایۂ ہستی ہے اے غالب — کہ پھر نزہت سے غربت تا حد وطن لائی

وفا لباس ہستی کا دامن کھینچ رہی ہے یہی وہ ظالم ہے کہ ہم کو غربت کی نزہت گاہ سے کھینچکر پھر وطن میں لے آئی۔

وفا جفا کی طلبگار ہوتی آئی ہے — ازل کے دن سے یہ اے یار ہوتی آئی ہے غیر مطبوعہ

وفا ہمیشہ سے خود ظلم و ستم کی طلبگار رہی ہے گویا کہ ازل کے دن سے یہ رسم جاری ہے اور برابر یہی بات ہوتی چلی آئی ہے۔ یعنی جب کسی پر جفا ہوئی وہ اُس کی وفا کے سبب سے ہوئی۔

جواب جنت بزم نشاط جاناں ہے — مری نگاہ جو خونبار ہوتی آئی ہے

مین بزم نشاط دوست سے روتا ہوا آیا ہون - اور میری یہ نگاہ خونبار اسکی بزم نشاط کا جواب ہے یعنی اس کی بزم نشاط کا جو جنت کی مانند ہے میری نگاہ جو خونفشانی سے سراپا بہار معلوم ہوتی ہے جواب بن گئی ہے -

نموے جوش جنون وحشیو مبارکباد   بہار ہدیۂ انتظار ہوتی آئی ہے

اے وحشیو جوش جنونکا نمو تم کو مبارک ہو - وحشت کے بڑھنے کا تمھارے واسطے سامان پیدا ہوگیا کیونکہ بہار نظرون کو تفریح بخشتی ہوئی آپہونچی -

دل و دماغ وفا پیشگان کی خیر نہین   جگر سے آہ شرر بار ہوتی آئی ہے

اب وفا پیشہ لوگون کے دل اور دماغ کا خدا ہی حافظ ہے وہ بغیر جلے نہین رہ سکتے اس لئے کہ ان کی آہ جگر سے شرربار ہوتی چلی آرہی ہے -

یونہی افزایش وحشت کے جو سامان ہو نگے   دلکے سب زخم بھی ہمشکل گریبان ہو نگے

اگر وحشت کے بڑھنے کے یہی سامان ہوتے رہے جیسے کہ اب ہین تو مجھے امید ہے کہ میرے دل کے تمام تر زخم بھی ایسے ہی چاک ہو جاوینگے جس طرح کہ گریبان چاک ہو رہا ہے -

غیر مطبوعہ

وجہ مایوسی عاشق ہے تغافل اُن کا   نہ کبھی قتل کرینگے نہ پشیمان ہونگے

اگر وہ تغافل نہ کرتے اور بالکل انجان نہ بن جاتے تو ایک قسم کی امید بھی تھی مگر اُن کے اس تغافل نے بالکل مایوس کر دیا اب تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کبھی قتل ہی نہ کرین گے اور جب قتل ہی نہ کرین گے تو پھر پشیمانی کیسی -

دل سلامت ہے تو صدمونکی کمی کیا ہمکو   اُنسے اُنسے تو بہت جانکے خواہان ہونگے

اگر دل سلامت رہا تو صدمون کی ہم کو کیا کمی ہے یہ کم بخت روز ایک نیا قاتل پیدا کرے گا اور اُن کے ایسے بہت سے جان کے خواہان پیدا ہو جاینگے

منتشر ہو کے بھی دل جمع رکھینگے یعنی　　ہم بھی اب پیرو گیسوئے پریشان ہونگے

باوجود پریشان ہونے کے بھی اب دل جمعی کی صورت کو ہاتھ سے نہ دین گے اور ہم بھی اب انھین کے گیسوے پریشان کا اتباع کرینگے جیسے کہ وہ باوجود پریشانی دائمی کے جمع رہتے ہین۔

گردش بخت نے مایوس کیا ہے لیکن　　اب بھی ہر گوشۂ دل مین کئی ارمان ہونگے

نصیبے کی گردش نے ہم کو بالکل پریشان کر دیا ہے اور اب اس قابل نہین رکھا ہے کہ ہم کو کوئی ارمان ہو۔ پھر بھی ہمارے یہان ارمانون اور حسرتون کی اس قدر ارزانی ہے کہ آج بھی دل کے گوشون مین اگر تلاش کی جاے تو ہر گوشہ مین کچھ نہ کچھ ارمان نکل ہی آئین گے۔

ہے ابھی خون سے فقط گرمی ہنگامۂ اشک　　پر یہ حالت ہے تو نالے شرر افشان ہون گے

ابھی تو یہ ہے کہ ہنگامۂ اشک کی گرمی بزم صرف خون ہی کی وجہ سے ہے یعنی ابھی تو یہ ہے کہ آنکھون سے خون آتا ہے مگر یہی حالت رہی تو نالے شرر افشان سینے سے نکلین گے اور وہ گرمی ہنگامہ پیدا کرینگے۔

باندھ کر عہد وفا اتنا تنفر ہے ہے　　تجھ سے بے مہر کم اے عمر گریزان ہونگے

اے عمر فانی تو نے ہم سے عہد وفا باندھا تھا یا اب اس قدر نفرت ہے کہ ہم سے نفرت کرتی ہوئی جدا ہو رہی ہے اور چلی جا رہی ہے ہاے اے عمر فانی تو بڑی بے مروت بڑی بے وفا ہے۔ دنیا مین تجھ سے بے مہر کم ہون گے۔

اسقدر بھی دل سوزان کو نہ جان افسردہ　　ابھی کچھ داغ تو اے شمع فروزان ہونگے

اے شمع فروزان تجھے اپنے نورانی روشنی پر بڑا غرور ہے اور بڑھ بڑھ کر باتین بنا رہی ہے کیونکہ تو نے سمجھ لیا ہے کہ غالب کا دل تو افسردہ ہو ہی چکا ہے اب کون کہ

جو میرا مقابلہ کرے گا گرسن ہم تجھے سمجھائے دیتے ہیں۔ ہمارے دل کو اتنا افسردہ نہ جان وہ افسردہ تو ہوا ہے مگر اتنا افسردہ نہیں ہے کہ تجھ سے مقابلہ نہ کر سکے ابھی تو اس میں کچھ داغ باقی ہوں گے جو تیرے مقابلہ کے لئے کافی ہیں اور تجھے شرما سکتے ہیں۔

عہد میں تیرے کہاں گرمیٔ ہنگامۂ عیش
گل مری قسمت کو اڑو نہ پہ خنداں ہونگے

یہ تیرا گمان غلط ہے کہ تیرے زمانہ میں کہیں عیش و عشرت کا نام ہے۔ نہیں ہرگز نہیں گرمیٔ ہنگامۂ عیش کا وجود تیرے زمانہ میں کہیں ممکن ہی نہیں گل تجھیں دیکھ کر گرمیٔ ہنگامۂ عیش کا خیال کیا ہے میرے اُلٹے مقدر پر ہنس رہے ہیں اُن سے خوشی اور عیش کا گمان نہ رکھ۔

خوگر عیش نہیں ہیں ترے برگشتہ نصیب
انکو دشوار ہیں وہ کام جو آسان ہونگے

وہ لوگ جو تجھپر عاشق ہو چکے ہیں اُن کے نصیب پلٹ چکے ہیں اب اُن سے عیش کے خوگر ہونے کی امید نہ رکھ وہ کام جو زمانے بھر کے واسطے سہل اور آسان ہیں اُن کے لئے دشوار سے دشوار ہیں۔

موت پھر زیست نہو جایہ ڈر ہے غالب
وہ مری نعش پہ انگشت بدنداں ہونگے

خیال ہے کہ میں مروں گا تو انھیں افسوس ہوگا اور وہ دانتوں میں انگلی دبا کر نعش پر کھڑے ہوں گے خیر اس کا اثر اور تو جو کچھ ہوگا سو ہوگا دیکھا جائے گا مگر مجھے ڈر یہ لگا ہوا ہے کہ کہیں میری موت پھر زندگی سے نہ بدل جائے۔ یعنی اُن کے اس افسوس سے مجھے جینا نہ پڑے۔ نہایت عجیب و غریب شعر کہا ہے اور بلا مبالغہ مومن خان کی غزل کے بہترین شعروں کا یہی ایک شعر جواب ہے۔ یہ شعر غالب کے خاص انداز کا ہے فارسی میں ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

زاں ہمی ترسم کہ گردد قعر دوزخ جائے من
وائے گر باشد ہمیں امروز من فردائے من

غیر مطبوعہ

نمایش پردہ دار طرز بیداد تغافل ہے ، تسلی جان بلبل کیلئے خندیدن گل ہے،

بلبل کے حال سے گل سراسر تغافل برت رہا ہے اور بالکل بیخبر ہے مگر نمایش نے اس تغافل پر پردہ ڈال رکھا ہے گل جو دکھانے کے لیئے ہنس رہا ہے بلبل کی جان اس سے تسلی پا رہی ہے اور وہ یہ سمجھتی ہے کہ گل کا یہ ہنسنا میرے حال پر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ میرے حال سے غافل نہیں ہے اور یہ غنیمت ہے ۔

نمود عالم اسباب کیا ہے لفظ بے معنی کہ ہستی کی طرح مجکو عدم میں بھی تامل ہے

لوگ کہتے ہیں کہ عالم اسباب موجود ہے مگر ہمارا خیال ہے کہ عالم اسباب کی نمود ایک لفظ بے معنی ہے اور سراپا بے بود ہے اور جب عالم اسباب ہی سرے سے نہیں ہے تو پھر یقینی لفظ عدم بھی محل تامل ہے کیونکہ معدوم تو وہی شے سمجھی جائے گی جو موجود بھی ہو۔ نہایت عمدہ شعر کہا ہے ۔

نرکھ پابند استغنا کو قید رسم عالم کا ترا دست دعا بھی رخنہ انداز توکل ہے،

دعا مانگنا دنیا کی ایک رسم ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ استغنا یعنی بے پروائی کو رسم عالم کا کیوں پابند اور مقید کیا جائے۔ ہمارے نزدیک بربنائے رسم زمانہ دعا مانگنا بھی شان توکل میں رخنہ اندازی کرتا ہے اس کو بھی ترک کر دینا چاہیئے اقبال کا ایک شعر ہے ؎

واعظ کمال ترک سے ملتی ہے یاں مراد
دنیا کو چھوڑتا ہے تو عقبیٰ بھی چھوڑ دے

نہ چھوڑا قید میں بھی وحشیونکو یاد گلشن نے یہ چاک پیرہن گویا جواب خندۂ گل ہے،

وحشیوں کو یاد چمن نے قید میں بھی نہ چھوڑا اور یاد چمن سے پیرہن کا چاک کرنا بھی گویا خندۂ گل کا ایک جواب ہے ۔

ابھی دیوانگی کا راز کہہ سکتے ہیں ناصح سے ابھی کچھ وقت ہے غالب ابھی فصل گل و مل ہے

اے غالب ناصح ہم سے اکثر پوچھا کرتا ہے کہ ہم دیوانے کیون ہو گئے لہذا اگر وہ پوچھنا چاہے تو اس زمانے مین پوچھ لے۔ کیونکہ ابھی بہار کا زمانہ ہے ابھی تو ہم ہوش مین ہین خزان کے موسم مین ہم اپنے قابو سے باہر ہو جائین گے اور پھر یہ بات ہمارے اختیار کی نہ ہوگی۔

غیر مطبوعہ

بھولے ہوئے جو غم ہین انھین یاد کیجیے　　تب جا کے انسے شکوۂ بیداد کیجیے

مجھے ہزارون غم ہین اور غمون کی کثرت کی وجہ سے بہت سے غمون کو مین بھول گیا ہون اب اُن کے ایسے عالم مین شکوہ کیا کرون جب کہین اطمینان سے بیٹھ کر اُن بھولے ہوئے تمام غمون کو یاد کر دن تب کہین جا کر اُن سے رنج و غم کا شکوہ کرنے کے قابل ہون۔

حال آنکہ اب زبان مین نہین طاقتِ فغان　　پر دل یہ چاہتا ہے کہ فریاد کیجیے

وقت وہ آگیا ہے کہ فریاد کرتے کرتے زبان مین فریاد کرنے کی طاقت باقی نہین رہ گئی ہے مگر جوشِ غم اب بھی اتنا ہے کہ دل کا برابر یہی تقاضہ ہے کہ جہان تک ہوسکے فریاد کیے جائے۔

خود جان دیکے روح کو آزاد کیجیے　　تاکے خیالِ خاطرِ جلاد کیجیے

اب تک یہ انتظار رہا کہ جلاد ظالم کبھی نہ کبھی ہماری گردن پر تلوار رکھدیگا اور ہم اس بہانے قیدِ ہستی سے رہا ہو جائیں گے۔ مگر عمر گزری جاتی ہے وقت نکلا جاتا ہے اور جلاد کو یہ خیال نہین آتا کہ ہماری گردن کے بوجھ کو ہلکا کر دے۔ لہذا اب بہتر یہ ہے کہ جان دیکر روح کو آزاد کر دیا جاے۔ اور اس انتظار کو الوداع کہا جائے۔

بس ہے دلون کیواسطے اک جنبشِ نگاہ　　اُجڑے ہوئے گھرون کو پھر آباد کیجیے

وہ دل جو تمھاری عدم توجہی کی وجہ سے ویران اور برباد ہو گئے ہین انکے

آباد کرنے کی اگر کوئی صورت ہے تو یہی ہے کہ آپ ایک نگاہ ان کو دیکھیں اور چاہئے بھی یہی کہ جو گھر ویران ہیں ان کو پھر آباد کر دیجئے۔ کوئی کہتا ہے ؎

ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلا دل کا
بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

کچھ دردمند منتظرِ انقلاب ہیں　　جو شاد ہو چکے انھیں ناشاد کیجئے

کچھ لوگ ایسے ہیں جو دل کے درد سے بے چین ہیں تباہ و برباد ہو چکے ہیں کوئی سہارا باقی نہیں رہا اب وہ غریب انقلاب عالم کا انتظار دیکھ رہے ہیں۔ اور پریشان ہیں لہذا آپ کو چاہیئے کہ آپ انقلاب برپا کیجئے اور ہوائے عالم کا رخ بدلئے۔ جو لوگ کہ اب تک آپ کے لطف و کرم سے خوش شاد ہشاش بشاش ہوتے چلے آئے ہیں اُن کو ذرا ستائیے اور جو اس وقت تک برابر ستائے جاتے رہے ہیں اُن کو شاد کیجئے۔

شاید کہ یاس باعثِ افشائے راز ہو　　لطف و کرم بھی شاملِ بیداد کیجئے

معشوق کو ترکیب بتاتے ہیں اور بدنامی سے بچاتے ہیں کہتے ہیں کہ تم نے نادانی کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ آپنا کسی کو مایوس نہ کرو کہ اس کی مایوسی کا ایسا اثر پڑے اور سب لوگ سمجھ جائیں پھر زمانہ بھر میں تمھارے ظلم و ستم کا راز فاش ہو جائے لہذا اس کی مناسب اور بہتر ترکیب یہ ہے کہ ظلم و ستم میں تھوڑا سا لطف و کرم بھی شامل کر لیجئے ایک جگہ کہا ہے کہ ؎

جان کر کیجئے تغافل کہ کچھ امید بھی ہو
یہ نگاہ غلط انداز تو سم ہے ہم کو

بیگانۂ رسوم جہاں ہے مذاقِ عشق　　طرزِ جدید ظلم کچھ ایجاد کیجئے

عشق راہ و رسم کی پابندی نہیں چاہتا وہ اس سے بیزار ہے لہذا یہی فرسودہ اور پامال ظلم جو ہمیشہ سے ہوتے چلے آئے ہیں کہاں تک بھر کئے جائیے گا۔ اب

انھین چھوڑ دے میرا عشق جدت پسند ان رسوم کی پابندی نہین کرنا چاہتا کچھ نئے نئے طریقے ظلم و ستم کے نکالئے کوئی کہتا ہے ؎

وصل سے انکار ہے یہ تو پرانی بات ہے
اب نئے انداز سیکھو جی جلانے کے لئے

زیر مطلوبہ ہمسے خوبان جہان پہلو تہی کرتے رہے ہم ہمیشہ مشق از خود رفتگی کرتے رہے

خوبان جہان برابر ہم سے پہلو تہی کرتے رہتے ہین اسی واسطے ہم ہمیشہ از خود رفتگی کی مشق مین محو اور مشغول رہتے ہین اور کبھی اپنے ہوش مین نہین آتے۔

کثرت آرائی خیال ماسوا کی وہم تھی مرگ پر غافل گمان زندگی کرتے رہے

ماسوا کا خیال اور وحدت کے علاوہ کثرت کا ذکر یہ کچھ بھی نہ تہا صرف ایک وہم تہا دراصل کثرت کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ جو کچھ تھی وحدت ہی وحدت تھی کثرت کا خیال اپنے دل مین مضبوط کرنے کی مثال ایسی ہی ہے کہ ان جاہلون اور غافلون نے موت کے اوپر زندگی کا گمان کیا۔

داغہائے دل چراغ خانہ تاریک تھے تا مغاک قبر پیدا روشنی کرتے رہے

میرے دل کے جلتے ہوے داغ اندھیرے گھر کا چراغ تھے اور انھون نے آخر تک اپنا کام کیا یعنی قبر کے تاریک گڑھے تک برابر روشنی دیتے رہے۔

شور نیرنگ بہار گلشن ہستی نہ پوچھ ہم خوشی اکثر رہین ناخوشی کرتے رہے

باغ ہستی کی بہار کی نیرنگی کی حقیقت کیا پوچھتا ہے یہ کہنے والی بات نہین ہے بڑا دل دکہانے والا قصہ ہے عالم یہ ہے کہ اکثر ایسی باتین جو اول اول بادی النظر مین ہم کو اپنی خوشی کی معین اور مددگار نظر آئین آخر آخر مین انھین کو رنج اور غم کا رہین بنانا پڑا یعنی دنیا کی اکثر باتین جو ظاہرا سامان طرب تھین وہ باعث رنج ثابت ہوئین۔

رخصت اے تمکینِ آزارِ فراقِ ہمرہاں   ہو سکا جب تک غمِ واماندگی کرتے رہے

اے دوستون کے فراق کے رنج اور اے اس رنج کی تمکنت خدا کے لئے اب ہمارا پیچھا چھوڑ اور ہمارے دل سے رخصت ہو جا۔ جب تک کہ ہم سے تمکن ہوا اور جب تک کہ ہم سے ہو سکا ہم اپنے تھک کر گر پڑنے کا رنج کرتے رہے مگر آخر بتا تو سہی کہ کب تک اس دکھڑے کو روئین اور کہان تک بیٹھے ہوئے یہ سوچا کرین کہ ہم اپنے ساتھیون سے چھٹ گئے۔

غیر مطبوعہ

درد ہو دل مین تو دوا کیجیے   دل ہی جب درد ہو تو کیا کیجیے

علاج ہوا کرتا ہے درد کا لہٰذا اگر دل مین کوئی درد ہو تو ہم اس کا علاج کرین مگر مشکل تو یہ آپڑی ہے کہ درد درد نہین رہا ہے بلکہ وہ دل بن گیا ہے اور اس نے پریشان کر رکھا ہے اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے میرا ایک شعر ہے۔

احساسِ درد ہو تو کرین درد کا علاج
لیکن یہان تو درد کی پہچان ہی نہین

ہم کو فریاد کرنی آتی ہے   آپ سنتے نہین تو کیا کیجیے

مدتون چیختے چیختے ایک مجبورِ فراق بدقسمت عاشق خاموش ہو کر بیٹھ گیا ہے اس کے اس بیٹھے رہنے اور اس خاموشی پر یہ گمان ہوتا ہے کہ اس کو فریاد کرنی نہین آتی آخر معشوق اس سے پوچھتا ہے کہ کیا بات ہے تب وہ جواب دیتا ہے کہ ظالم تیرا یہ خیال غلط ہے کہ مجکو فریاد کرنی نہین آتی۔ یہ بات نہین ہے۔ مجھے فریاد کرنی تو آتی ہے مگر جب تو اُسے سنتا ہی نہین تو فائدہ کیا ہے میرے خیال مین یہ شعر اسی قبیل کا ہے ؎

ہم بھی منہ مین زبان رکھتے ہین
کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے

بلکہ وہان تو مدعا کا ذکر بھی ہے یہان تو مدعا کا ذکر ہی اڑا دیا ہے صرف فریاد ہی رہ گئی ہے

اِن بتون کو خدا سے کیا مطلب توبہ توبہ خدا خدا کیجیے

ان ظالم سنگدل بتون کو خدا سے کیا مطلب ہے کون خدا کیسا خدا توبہ کرو توبہ کرو - یہ ظالم ان باتون کو کیا جانین - اس شعر مین لطف زبان ایسا ہے کہ بیساختہ داد دینا پڑتی ہے یہ سہل ممتنع انھین شعرون کا نام ہے حالانکہ اس مین رعایت لفظی بھی موجود ہے - دونون شعر نہایت عمدہ ہین -

رنج اٹھانے سے بھی خوشی ہو گی پہلے دل دردآشنا کیجیے

اُن لوگون سے خطاب ہے جو دنیا کے رنج و غم اور ہجر کے صدمون سے گھبراتے اور رنج کے نام سے دور بھاگتے ہین - فرماتے ہین کہ بیخبرو - اگر تم اپنے دلکو دردآشنا بنالو تو پھر رنج اٹھانے سے بھی تم کو خوشی ہو -

عرض شوخی نشاط عالم ہے حُسن کو اور خودنما کیجیے

ہر چند کہ خودنمائی بُری اور بدترین چیز ہے مگر کیا کیا جائے دنیا کی خوشی اور نشاط و تفریح اور انبساط کا اسی پر انحصار ہے لہذا جہان تک ہوسکے خودنما بنیے اور حسن کو اور خودنما کیجیے یہی شوخی دنیا کی جان ہے -

دشمنی ہوچکی بقدر وفا اَب حق دوستی اَدا کیجیے

حقیقت یہ ہے کہ یہ شعر وہ ہے جو شرح و بیان کے بار کا تحمل نہین کرسکتا اور بیساختہ کہنا پڑتا ہے کہ

خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست

ہائے کہتا ہے کہ جتنی ہم نے وفا کی تھی اتنی تم نے دشمنی تو کرلی اُس کا حق ادا کرچکے اب دوستی کا حق ادا کیجیے - اس فقرہ کی شرح صرف ذوق سلیم پر منحصر ہے -

موت آتی نہین کہین غالب کبتک افسوس زیست کا کیجیے

اے غالب زندگی کا افسوس اور رنج کرنے سے اگر موت آجائے تو ایک بات بھی ہے مگر موت ان باتوں سے نہیں آسکتی لہٰذا یہ رنج وغم کرنا کیوں ہیں فضول اور لایعنی ہے چھوڑو اس قصہ کو اس کا کچھ حاصل نہیں ہے۔

غیر مطبوعہ

سکوت و خامشی اظہار حال بے زبانی ہے کمین درد میں پوشیدہ راز شادمانی ہے

کہتے ہیں کہ سکوت اور خاموشی کیا ہیں یہ بے زبانی کے حال کا اظہار ہیں یعنی خاموش رہنے ہی سے دنیا پر بے زبانی کے درد کا اظہار ہوتا ہے یوں سمجھئے کہ درد کی آڑ میں یہاں شادمانی پوشیدہ ہے۔ اور اس رنج میں خوشی پنہاں ہے۔

عیاں ہیں حال و قال شیخ سے انداز دلچسپی مگر رند قدح کش کا ابھی دور جوانی ہے

یہ معلوم ہے کہ شیخ کے حال اور قال۔ وضع و لباس۔ طور و طریق سے دلچسپی ٹپکتی ہے اس کی گفتگو میں دل کشی ہے اُس کے حال سے ہر شخص نصیحت پکڑ سکتا ہے مگر رند پر ان سب باتوں کا اثر پڑنا اک ذرا دشوار معلوم ہوتا ہے اس کا ابھی جوانی کا عالم ہے۔ اور جوانی دیوانی ہوتی ہے وہ ان سب باتوں کی پروا نہیں کرتی اور کبھی ان سے لطف اندوز نہیں ہوتی۔

حیات چند روزہ کار فرمائے غم و حسرت اجل سرمایہ دار دور عیش و کامرانی ہے

اس شعر میں موت و حیات کا تقابل کیا گیا ہے اسی بنا پر کہتے ہیں کہ زندگی غم و حسرت پیدا کرتی اور اُن کی کارفرمائی کرتی ہے۔ اور موت عیش اور کامرانی کی سرمایہ دار ہے یعنی اس کے بعد پھر کوئی حسرت اور غم نہیں رہتا۔

گداز داغ دل شمع بساط خانہ ویرانی تپش گاہ محبت میں فروغ جاودانی ہے

داغ دل کا پگھلنا خانہ ویرانی کی بساط اور فرش کے لئے ایک شمع ہے گویا کہ اس کے ذریعہ سے تپش گاہ محبت میں ہمیشہ اُجالا رہے گا۔ اس واسطے کہ داغ دل کو اپنی سوختگی اور اپنی گرمی سے ہمیشہ گداز ہوگا اور وہ شمع کا کام دے گا۔

غیر مطبوعہ

وفور خود نمائی رہن ذوق جلوہ آرائی　　بوہم کامرانی جذب دل کو شادمانی ہے

میرے معشوق کو خود نمائی کا ذوق حد سے زیادہ ہے اور یہ ذوق منجر ہو کر جلوہ آرائی تک آ پہونچا ہے یعنی وہ خود نمائی کے شوق مین دنیا کو اپنا حسن عالم سوز دکھا رہا ہے ادہر تو یہ عالم ہے ادہر حضرت دل پھولے نہین سماتے وہ سمجھتے ہین کہ ہمارے جذب عشق نے اثر کیا ہے اور یہ کامرانی اسی جذب کا نتیجہ ہے حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔

دل حرمان لقب کی داد دے اے چرخ بے پروا　　بغارت دادہ رخت و متاع کامرانی ہے

اے چرخ بے پروا اے ظالم آسمان داد دے میرے اس دل کی جس کا کثرت بدنصیبی کی وجہ سے لقب ہی حرمان نصیب ہو گیا ہے اُسے دیکھ کر اس کا تمام سرمایہ عیش و مسرت لٹ گیا ہے اور اب سوائے حسرت و افسوس کے اس کے پاس کچھ نہین۔

غیر مطبوعہ

کسکی برق شوخی رفتار کا دل دادہ ہے　　ذرہ ذرہ اس جہان کا اضطراب آمادہ ہے

اے خدا دنیا کے ہر ذرہ مین کس کی شوخی کی بجلی اثر کر گئی ہے - اور کس کا اس کو عشق ہے کیونکہ مین دنیا کے جس ذرہ پر نظر ڈالتا ہون وہ اضطراب آمادہ ہے اور برابر تڑپ رہا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ کسی کی برق رفتاری نے اُن کے اندر اثر کیا ہے اور وہ اُسپر فریفتہ ہین۔

ہے غرور سرکشی صورت نمائے عجز بھی　　منقلب ہو کر بسان نقش پا افتادہ ہے

یہی سرکشی کا غرور عاجزی کی صورت بھی دکھاتا ہے اور یہی پست بھی کرتا ہے اس کی مثال بالکل نقش قدم کی طرح ہوتی ہے کہ جب وہ منقلب ہوتا ہے تو فوراً اُسمین افتادگی اور پستی کی صورت پیدا ہو جاتی ہے ایسے ہی یہ سرکشی کا غرور بھی عاجزی کی طرف کھینچتا جاتا ہے۔

خانہ ویران سازی عشق جفا پیشہ نہ پوچھ　　نامرادون کا خط تقدیر تک بھی سادہ ہے

عشق کے ظلم وستم کی روداد کیا پوچھتا ہے کچھ نہ پوچھ اس نے عاشقون کے گھر کو تو لوٹ کر تباہ و برباد کیا ہی تھا خیر یہان تک تو کوئی نئی بات نہین ہے گر ستم تو یہ ہے کہ نامرادون کے خط تقدیر کو بھی لوٹ لیا وہ بھی سادہ پڑا ہے یعنی اس مین بھی کچھ نہین اور یہ ظاہر ہے کہ نامرادون کی قسمت مین کچھ بھی نہین ہوتا -

خود نشاط و سرخوشی ہے آمد فصل بہار　　آج ہر سیل روان عالم مین موج بادہ ہے

فصل بہار کی آمد ہی بذات خود نشاط اور سرخوشی ہے کوئی ضرورت نہین کہ میکشی کی طرف رغبت کی جائے بہار کے زمانہ مین ہر بہتی ہوئی سیل بھی موج بادہ معلوم ہوتی ہے -

زندگانی رہرو راہ فنا ہے اے اسد　　ہر نفس ہستی سے تا ملک عدم اک جادہ ہے

اے اسد زندگی ایک مسافر ہے جو فنا کی راہ کو طے کر رہا ہے گویا کہ زندگی کا ہر نفس ایک جادہ ہے جو ملک ہستی سے شروع ہو کر سرحد نیستی تک جا پہنچتا ہے - زندگی کا مسافر اسی پر اپنے سفر کو طے کر رہا ہے - یہ شعر بھی نہایت ہی عمدہ شعر ہے -

رقیب پر ہے اگر لطف تو ستم کیا ہے　　تمھاری طرز روش جانتے ہین ہم کیا ہے

اگر تم رقیب پر مہربان ہو تو کون سے بڑے تعجب کی بات ہے اور کیا حیرانی کی جگہ ہے ہم کو معلوم ہے کہ تھاری طرز روش کیا ہے - اور تمھاری مہربانی مین کیا کیا ستم نہان ہوتے ہین دوسرا مصرع نہایت ہی کثیر المعنی ہے مثلاً یہ کہ ہم کو معلوم ہے کہ دو دن بھی تم کسی سے برابر نہین ملتے اور دو دن بھی نہین نباہتے ادھر دوستی کی اور ادھر دشمنی یہی تمھارا طریقہ ہے - یا یہ کہ تمھارا طریقہ ملنے کا جو کچھ ہے وہ ہم کو معلوم ہے در اصل تم ملتے کسی سے بھی نہین ہو - ایک نمایش ہوتی ہے - یا یہ کہ تمھاری طرز روش ہم کو معلوم ہی ہے آج اس سے ملے ہو - کل کسی اور سے ملوگے - غرضکہ اس مین بہت سے لطیف پہلو نکلتے ہین -

کٹے تو شب کہین کاٹے تو سانپ کہلاوے　　کوئی بتاوے کہ وہ زلف خم بخم کیا ہے

اگر وہ کٹ جاے تو اس کو رات کا کٹنا کہین گے - اور اگر وہ کاٹ لے تو ہکو سانپ کا کاٹنا کہین گے - خدا کے لئے کوئی ہم کو بتاؤ کہ وہ زلف خم بخم آخر کیا ہے اور اس کو کیا کہین یہ شعر صرف الفاظ کی مناسبتون کی بنا پر کہا گیا ہے معنویت کچھ اچھی نہین ہے -

لکھا کرے کوئی احکام طالع مولود	کسے خبر ہے کہ وہان جنبش قلم کیا ہے

بڑے لوگون اور بعض قومون مین دستور ہے کہ بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کا زائچہ بنایا جاتا ہے اور اس کے احکام لکھے جاتے اور اس کی آیندہ زندگی کا حال بیان کیا جاتا ہے اُسی کی طرف اشارہ کرکے فرماتے ہین کہ طالع مولود کے احکام دینا لکھا کرے اس سے کیا حاصل ہوا اور اس سے ہوتا کیا ہے یہ کس کو معلوم ہے کہ ہونے والا کیا ہے اور کلک قدرت نے اس کی قسمت مین کیا لکھا ہے -

جو حشر و نشر کا قائل نہین کسی صورت	خدا کو واسطے ایسے کی پھر قسم کیا ہے

اس کی قسم کا اعتبار کرنا چاہئے جو حشر کو مانتا ہو حشر کے دن کی جزا و سزا کو برحق جانتا ہو مگر جو حشر و نشر کا قایل ہی نہین پھر ایسے کی قسم سے کیا فائدہ اور اسپر اعتبار کون کرے وہ تو سراسر بیکار اور بے فائدہ ہے -

وہ داد و دید گرانمایہ شرط ہے ہمدم	وگرنہ مہر سلیمان و جام جم کیا ہے

بات تو جب ہے کہ ویسا ہی انصاف ہو ویسی ہی روش اور طرز ہو وگرنہ اس مہر سلیمان اور جام جم سے کیا نتیجہ بیکار ہے -

سخن مین خامۂ غالب کی آتش افشانی	یقین ہے ہکو بھی لیکن اب اسمین دم کیا ہے

ہم کو بھی معلوم ہے کہ غالب جیسا لکھنے والا ہے اور جیسا اس کا خامہ آتش افشانی کرتا ہے مگر اب اس غریب مین رہا کیا ہے اور وہ ہے کس قابل -

اس جور و جفا پر بھی بدظن نہین ہم تجھ سے	کیا طرفہ تمنا ہے امید کرم تجھ سے

غیر مطبوعہ

باوجودیکہ تو ہم پر اس قدر ظلم کرتا ہے اور اس درجہ ہم کو ستاتا ہے مگر ہم تجھ سے بدظن نہیں ہوئے اور تجھ سے بدگمانیاں ہمارے دل میں نہیں پیدا ہوئیں اور اس وقت تک تجھ سے کرم کی امید چلی جاتی ہے۔ حقیقتاً یہ تمنا عجب تمنا ہے اور یہ امید عجب امید ہے۔

امید نوازش میں کیوں جیتے ہیں ہم آخر سہتے ہی نہیں کوئی جب درد و الم تجھ سے

خود ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم امید نوازش میں کیوں زندہ ہیں اور کس سبب سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ تو ہم پر لطف و کرم کرے گا در انحالیکہ ہم کوئی درد و الم تیری طرف سے نہیں سہتے تو پھر ہمیں امید کس بات کی ہے اگر ہم ظلم سہتے تو لطف کی امید ہوتی۔

وارفتگی دل ہی یا دست تصرف ہے ہیں اپنے تخیل میں دن رات بہم تجھ سے

یہ ہمارے دل کی از خود رفتگی ہے۔ دیوانہ پن ہے یا کوئی دست تصرف ہے کہ اس عالم وارفتگی میں ہم دن رات تجھ سے ملے ہوئے ہیں گویا از خود رفتگی دست تصرف بن گئی ہے اور تجکو ہمارے پاس کھینچ لائی ہے۔

یہ جور و جفا سہنا پھر ترک وفا کرنا اے ہرزہ پژوہی بس عاجز ہوے ہم تجھ سے

مدتوں ایک شخص ظلم و ستم اٹھاتا رہا ہے مدتوں تک جفائیں سہتا رہا ہے آخر عاجز ہو کر ترک وفا کا ارادہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اب ہم بھی وفا کو ترک کردینگے اسی پر شاعر کہتا ہے اتنے دنوں تک تو یہ سب کچھ کیا یہ ظلم اٹھائے یہ رنج سہے۔ اب آپ یہ خیال ظاہر فرما رہے ہیں اے ہرزہ پژوہی یعنی فکر بیہودہ بس کر ہم تجھ سے عاجز ہوگئے۔ تو ہمارا اچھا چھوڑ آخر پہلے تو نے ظلم کیوں سہے تھے اور اب کیوں عاجز ہے جب کیا تھا اور اب کیا ہے۔

غالب کی وفا کیشی اور تیری ستم رانی مشہور زمانہ ہے اب کیا کہیں ہم تجھ سے

تو نے غالب پر جیسے جیسے ظلم کئے ہیں اور اس پر بھی وہ وفا کر رہا ہے۔ اسے بیان کرنے کی اور تجھے جتانے کی کیا ضرورت ہے زمانہ جانتا ہے اور تجھے خود معلوم ہے

یہ محاورہ نہایت عمدہ صرف ہوا ہے کہ اب کیا کہیں۔ الخ

صبح ناپیدا ہی کلفت خانۂ ادبار مین — توڑنا ہوتا ہی رنگ یک نفس ہر شب مجھے

یہ بھی ایک خیالی مضمون ہے فرماتے ہین کہ ادبار اور نحوست کے کلفت خانہ مین صبح کہان رکھی ہے بجائے صبح مین روزانہ ایک نفس کا رنگ منتشر کرتا ہون۔ جس سے صبح معلوم ہوتی ہے چونکہ تنفس صبح کے روشن ہونے اور سانس لینے کو کہتے ہین یہین سے شاعر کے ذہن مین مضمون پیدا ہوا۔ اور واقعات کے بجائے شعر کی بنا صرف خیال پر رہ گئی۔

شومی طالع سے ہون ذوق معاصی مین اسیر — نامۂ اعمال ہے تاریکی کوکب مجھے

میرا ذوق معاصی مین اسیر ہونا صرف میری شومی طالع کی وجہ سے ہے اور بدنصیبی نے مجکو اس جال مین پھنسا رکھا ہے یہ سمجھ لیجئے کہ میرے تارے کی سیاہی ہی میرا سیاہ اعمال نامہ ہے یعنی میری تاریکی نصیب ہی سے میرا اعمال نامہ سیاہ ہوا ہے۔

درد ناپیدا و بیجا تہمت وارستگی — پردہ دار یاوگی ہر وسعت مشرب مجھے

نہ کہین درد کا دل مین نشان ہے اور نہ آزادی ہی ہے یہ بھی ایک تہمت ہے وہ بھی کچھ بھی نہیں مین ایک یاوہ اور بیہودہ ہون اور اس بیہودگی کا پردہ یون رہ گیا ہے کہ مین نے اپنے آپ کو ایک وسیع المشرب مشہور کر رکھا ہے جس کی وجہ سے کوئی پابندی اور کسی قسم کی ذمہ داری میرے اوپر عاید نہین ہوتی۔

اسد بہار تماشائے گلستان حیات — وصال لالہ عذاران سرو قامت ہے

اے اسد باغ زندگی کی بہار تماشا بس یہی ہے کہ لالہ عذارون اور سرو قامتون کا وصال نصیب ہو۔

شوخی مضراب جولان آبیار نغمہ ہے — برگ ریز ناخن مطرب بہار نغمہ ہے

مضراب اس چھلّے کو کہتے ہیں جس سے ستار وغیرہ بجاتے ہیں اور برگ سبز دوڑ دھوپ کو کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مضراب کی جولانی نغمہ کی آبیاری ہے اور مضراب کے ناخن کی جو تار پر دوڑ دھوپ ہوتی ہے وہ نغمہ کی بہار ہے گویا نغمہ ایک چمن ہے جس کی پرورش اس طرح ہوتی ہے۔

کس سے اے غفلت تجھے تعبیر آگاہی ملے
گوشہا بیتابی و دل بیقرار نغمہ ہے

غفلت کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اے غفلت آخر کونسی ایسی شے ہے جس سے تجھے درس آگاہی حاصل ہو اس کے دو ہی ذریعہ ہیں۔ یا کان سے کچھ اس قسم کی باتیں سنے یا دل خود کوئی عبرت حاصل کرے یہاں یہ دونوں بیکار ہیں کان ہیں تو ان میں پارہ بھرا ہوا ہے جس سے وہ بہرے ہو گئے ہیں اور دل ہے تو اس کو نغمہ کی تاثیر یا اشتیاق نے بیتاب و بیخود و بنار کہا ہے۔

ساز عیش بیدلی ہے خانہ ویرانی مجھے
سیل یاں کوک صدائے آبشار نغمہ ہے

میری بیدلی بنائے فراغت ہے اور اس عیش بیدلی کا ساز میرے لئے میری خانہ ویرانی ہے اور وہ سیلاب خانہ ساز آبشار نغمہ کی صدائے کوک ہے۔ جو باعث عیش ہے۔

سنبلی خواں ہے بہ ذوق تار گیسوئے دراز
نالۂ زنجیر مجنوں رشتہ دار نغمہ ہے

سنبلی اور عل گیسو۔ موسیقی میں دو آوازوں یا دو دھنوں کا نام ہے اور سنبل کو گیسو سے تشبیہ بھی دیتے ہیں اسی لفظی رعایت پر شعر کے خیال کی بنیاد ہے کہتے ہیں کہ زنجیر مجنوں کی آواز گویا نغمہ کی رشتہ دار ہے یعنی نغمہ سے ملتی جلتی اور اسی کے قریب ہے کیونکہ یہ بھی محبوب کے گیسوے دراز کی یاد میں سنبلی خواں ہے۔ سنبل۔ گیسو سنبلی زنجیر ایک طرف رشتہ۔ تار نغمہ سنبلی ایک طرف سب مراعات لفظی ہیں اور بس۔

خود فروشی ہائے ہستی بسکہ جائے خندہ ہے
تا شکست قیمت دلہا صدا خندہ ہے

چونکہ ہستی کی خودنمائیان اور خودفروشیان قابل تضحیک ہین اس لئے وہ صدا جو شکست قیمت ہائے دل سے آتی ہے اُس سے بھی خندہ حقارت کی صورت ترشح ہوتی ہے اور وہ دلون کی شکست قیمت کی آواز بھی فرمایشی قہقہہ معلوم ہوتی ہے

نقش عبرت درنظر ہا نقد عشرت دربساط　　دوجہان وسعت بقدر یک فضا خندہ ہے

حالت یہ ہے کہ نقوش عبرت نظر مین ہین اور نقد عشرت بساط مین ہے گویا کہ دوجہان کی فراخی بقدر ایک فضاے خندہ کے ہے۔

جلوہ استہزا ہی عشرت کوشی ہستی اسد　　صبح و شبنم فرصت نشو و نماے خندہ ہے

اے اسد دنیا یا ہستی کی کوشش عشرت ہنسنے اور مذاق اڑانے کے قابل ہے تجھے معلوم ہے کہ یہ صبح اور شبنم کیا ہین۔ صبح بھی ایک خندہ کی فرصت ہے اور شبنم بھی یعنی صبح بھی روزانہ ایک مرتبہ بطریق استہزا دنیا کی عشرت کوشی پر ہنس لیا کرتی ہے اور شبنم بھی۔ خندہ صبح شعرا مین مسلم ہے شبنم کا خندہ اس وجہ سے کہا کہ قطرات کو صاف دانتون سے تشبیہ دیتے ہین اسی وجہ سے شبنم کو شبنم کا ہنسنا کہا گیا ہے۔

حسن خوبان بسکہ بےقدر تماشا ہی اسد　　آئینہ اک دست رد امتناع جلوہ ہے

حسینون کے تماشاے حسن کی چونکہ اس زمانہ مین بالکل قدر جاتی رہی ہے اسلئے اس زمانہ مین آئینہ بھی ایک ایسا ہاتھ معلوم ہوتا ہے جو اشارہ سے جلوہ کو اپنی طرف آنے سے منع کرتا ہے۔

تمثال جلوہ عرض کر اے حسن کبتلک　　آئینہ خیال کو دیکھا کرے کوئی

اے حسن دوست جلوہ کی کوئی تصویر پیش کر۔ کہان تک کوئی بیٹھا ہوا خیال کے آئینہ کو دیکھا کرے مطلب یہ ہے کہ خیال کرتے کرتے عاجز آگئے اب ضرورت اس کی ہے کہ جلوہ دکھائے۔

وحشت کہان کہ بیخودی انشا کرے کوئی　　ہستی کو لفظ معنی عنقا کرے کوئی

ایسی وحشت کہاں سے آئے کہ کوئی بیخودی پیدا کرے اور ہستی کو معدوم یا جب کرے

عرض سرشک پر ہی فضائے زمانہ تنگ　　صحرا کہاں کہ دعوت دریا کرے کوئی

اگر میں رونے پر آؤن تو میرے آنسو اس قدر ہیں کہ زمانہ میں سما نہیں سکتے اسی لئے میں رونے کا ارادہ ہی نہیں کرتا۔ اگر صحرا ہو تو دریا کی دعوت کریں جب صحرا ہی نہیں تو دریا کی دعوت بیکار ہے۔

وہ شوخ اپنے حسن پہ مغرور ہی اسد　　دکھلا کے اسکو آئینہ توڑا کرے کوئی

آئینہ دکھا کر توڑنا اس لئے ہے کہ وہ اپنے جواب کو اپنی آنکھ سے دیکھ لے اور اُس کا غرور یکتائی قائم در ہے اور آئینہ کے ہر ٹکڑے میں اس کا ایک جواب نظر آے۔ کسی کا شعر ہے ؎

نظر آتے کبھی کا ہے کو اتنے خوبرو اک جا
یہ حسن اتفاق آئینہ اُن کے روبرو ٹوٹا

باغ تجھ بن گل نرگس سے ڈراتا ہی مجھے　　چاہوں گر سیر چمن آنکھ دکھاتا ہی مجھے

میں ہجر کے عالم میں تیرے بغیر اگر سیر گلشن کے واسطے جاتا ہوں تو باغ مجکو ڈراتا ہے اور یہ ڈرانا اس طرح ہے کہ مجھے نرگس کے پھول دکھاتا ہے میں گل نرگس کو دیکھ کر سمجھتا ہوں کہ مجھے چشم نمائی کی جا رہی ہے۔ آنکھ دکھانا محاورہ نہیں ہے بلکہ آنکھیں دکھانا محاورہ ہے اور غالباً اسی نقص پر نظر رکھ کر مرزا نے اس مطلع کو یون بدل دیا ہے ؎

باغ پا کر خفقانی یہ ڈراتا ہے مجھے
سایۂ شاخ گل افعی نظر آتا ہے مجھے

شور تمثال ہی کس رشک چمن کا یارب　　آئینہ بیضۂ بلبل نظر آتا ہے مجھے

اے خدا یہ کس رشک چمن کے عکس نے اس کو سودائی بنایا ہے کہ آئینہ بیضۂ

بلبل معلوم ہوتا ہے ظاہر ہے کہ بلبل گل کی عاشق ہے اور بیضہ بلبل سبب خلقت بلبل ہے جس سے عشق پیدا ہوگا یعنی آئینہ ہیولائے عشق بن کر رہ گیا ہے۔

مین ہون اور حیرت جاوید مگر ذوق خیال
بہ فسون نگہ ناز ستاتا ہے مجھے

میری حالت تو یہ ہے کہ ہمیشہ کے واسطے سراپا حیرت بن کر رہ گیا ہون مگر میرا ذوق بر ابر نگاہ ناز کے افسون میرے اوپر دم کر رہا ہے اور مجھے ستا رہا ہے یعنی خیال بر ابر امید وصال دلا رہا ہے اور مجھے عاجز کر رہا ہے۔

حیرت فکر سخن ساز سلامت ہے اسد
دل پس زانوئے آئینہ بٹھاتا ہی مجھے

فکر سخن مین جو مجھے حیرانی ہوتی ہے یہ میرے واسطے ساز سلامتی ہے میرا دل گویا اس حالت مین مجھے ایک آئینہ کی آڑ مین چھپا کر اور محفوظ کر کے بٹھا دیتا ہے اور مین دنیا کے دوسرے افکار سے نجات پا تا رہتا ہون۔

یاد رکھئے التفات نازہائے اولین
آشیان طائر رنگ حنا ہو جائیے

معشوق کے گزشتہ التفات ناز کو یاد کئے جائیے وہ التفات ناز گویا کہ ایک طائر رنگ تھا۔ جواب اڑ گیا ہے مگر اس صورت مین کہ اس التفات ناز کو خیال مین رکھئے تو گویا رنگ حنا کا آشیانہ ہو جاتا ہے۔ خیال کے الجھاوے مین سررشتہ معانی مین گتھلکین پڑ گئی ہین

لطف عشق ہر یک انداز دگر دکھلائے گا
بے تکلف اک نگاہ آشنا ہو جائیے

ہر ایک کے عشق کا لطف ایک دوسرا انداز دکھلائے گا اور طرح طرح کے تجربے ہون گے لہذا مناسب یہ ہے کہ سراپا ایک نگاہ آشنا ہو جائیے۔ اس کے ذریعہ سے ہر ایک سے عشق پیدا ہوگا۔ اور اس کے ذریعہ سے تنوع تجربات کا فائدہ ہوگا۔

داد از دست جفائے صدمۂ ضرب المثل
گر ہمہ افتادگی جون نقش پا ہو جائیے

دنیا کے آلام و مصائب سے چھٹکارے کی کوئی صورت ہی نہیں ہے اور اس سے
کسی طرح نجات ہو ہی نہیں سکتی اگر سراپا عجز بن کر اور سراسر افتادگی کی صورت اختیار
کر کے نقش قدم بن جائیے تب بھی انہیں آفتوں اور مصیبتوں کا سامنا ہوتا رہے گا۔
نقش قدم پر بھی برابر دوسرے نقش قدم پڑتے ہیں اور یہ گویا صنعت ضرب المثل میں
پایہ کہ اگر ہمہ افتادگی ہو جائیے تب بھی نقش قدم سے پامال ہو جائے گی اور یہ بھی
باعث جفا و صدمہ ہوگی۔ ضرب المثل میں خود لفظ ضرب موجود ہے جس کے معنی تکلیف
اور رنج پہونچنے کے ہیں۔ غرض دنیا میں کسی صورت سے آسودگی ممکن نہیں۔ اس
شعر میں نقطی گورکھ دھندا ہے جس کا سلجھانا اور الجھنے کا باعث ہو جاتا ہے۔

غم و عشرت قدم بوس دل تسلیم آئین ہے — دعائے مدعا گم کردگان عشق آمین ہے

غم ہو یا عشرت ہو جو دل کہ خوگر تسلیم ہو چکے ہیں یہ دونوں ان کی قدم بوسی
کرتے ہیں اور دونوں اُن کے پاؤں چومتے ہیں گے۔ کیونکہ وہ لوگ محو عشق ہو کر تعین مدعا
سے بے نیاز ہو گئے ہیں نہ غم سے اُن کو کوئی صدمہ پہونچتا ہے اور نہ عشرت سے ان کو
کوئی راحت ہوتی ہے۔ اُن کی دعا صرف آمین ہے۔ وہ غم پر بھی آمین کہتے ہیں
اور عشرت پر بھی لبیک کہتے ہیں۔

تماشا ہے کہ ناموس وفا رسوائے آئین ہے — نفس تیری گلی میں خون ہوا بازار رنگین ہے

ہائے کیا قیامت ہے کیا تماشا ہے کہ آئین و قانون دنیا نے تیری ناموس
وفا کو رسوا کر دیا ہے بھلا اس رسوائی کی کوئی حد ہے اور اس ظلم کا کوئی ٹھکانا ہے۔
کہ میں قتل تیرے کوچہ میں ہوا۔ اور میرا خون (تیری) گلی میں ہوا اور تمام بازار اس سے
رنگین ہو رہا ہے۔ ریاض کا ایک شعر ہے۔

ہمارا خون مقتل کی زمین پر
نہ دامن پر نہ انکی آستین پر

ہمارا دیکھنا گر ننگ ہے سیر گلستان کر — شرار آہ سے موج صبا دامان گلچین ہے

معشوق سے خطاب ہے کہ اچھا اگر ہمارا دیکھنا تیرے لئے باعث ننگ ہے
تو یہی سہی ہم کو نہ دیکھ۔ بلکہ یہ سمجھ کر دیکھ کہ ہم گلستان کی سیر کر رہے ہیں کیونکہ ہماری
آہ کے شراروں سے سوج صیاد اس گلچین بنی ہوئی ہے۔ اور فضا میں تمام شرار ہی
شرار ہیں یا یہ کہ دونوں صورتیں بہتر ہیں ہمارا حال اور رنگ گلستان ملتا جلتا ہے
ہم کو نہ دیکھ سیر گلستان کر لے اسی سے ہمارا حال آئینہ ہو جائے گا۔

پیام تعزیت پیدا ہے انداز عیادت سے — شب ماتم تہ دامان دود شمع بالیں ہے

شمع بالیں بظاہر تو ہماری عیادت کے لئے بالیں پر آئی ہوئی ہے مگر اس کا
انداز ایسا ہے کہ اس سے تعزیت کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں کیونکہ اس کے دامان دود
میں ایک شب ماتم چھپی ہوئی ہے جو سیاہ ہے اور یہ سیاہی نشان تعزیت ہے دود شمع
کے دامن کے نیچے شب ماتم ہونا یا بہ لحاظ واقعہ کہا ہے یا اس لئے کہ ماحصل دود شمع سیاہی
ہے جو مشابہ ہے رات سے۔

ز بس جز حسن منت ناگوارا ہے طبیعت پر — کشاد عقدہ محو ناخن دست نگاریں ہے

میری طبیعت کو حسن کے سوا کوئی احسان پسند نہیں ہے اور معشوق سے اور کسی چیز کی
تمنا نہیں ہے اسی وجہ سے میرے عقدہ مشکل کی کشائش اس کے ناخن دست رنگین میں
محو ہو کر رہ گئی ہے۔ اور سلجھنے کا نام نہیں لیتی۔

نہیں ہے سرنوشت عشق غیر از بیدماغی ہا — جبیں پر میری مدخامہ قدرت خط چیں ہے

عشق کی تقدیر میں بے دماغی ہی بے دماغی ہے۔ قلم قدرت نے پیشانی پر جو خطوط تقدیر
کھینچے ہیں وہ چین پیشانی بن کر رہ گئے ہیں جو نشان بے دماغی اور علامات نازک
مزاجی ہیں۔

بہار باغ پامال خرام جلوہ فرمایاں — حنائے دست خون کشتگان تیغ رنگیں ہے

محبوبان جلوہ فرما کا خرام ناز اس انداز اور اس بلا کا ہے کہ بہار باغ اس کے

سامنے پس کر رہ گئی ہے اُن کے ہاتھوں میں مہندی ہے اور کشتوں کے خون سے تلوار رنگین ہے اور اس عالم میں رشک بہار بنے ہوے ہیں۔

بیابان فنا ہی بعد صحرائے طلب غالب
پسینہ توسن ہمت کا سیل خانہ زین ہے

اے غالب صحرائے طلب کے بعد بیابان فنا آتا ہے توسن ہمت کا پسینہ خانہ زین کو بہا لیجاتا ہے۔ یعنی اس عالم کے بعد عالم بے نیازی آتا ہے۔

دیکھتا ہوں وحشت شوق خروش آمادہ سے
فال رسوائی سرشک سر بصحرا دادہ ہے

وہ شوق جو جوش خروش پر آمادہ ہے اُس کی وحشت کی وجہ سے میں رسوائی کے آثار پا رہا ہوں کیونکہ حالت یہ ہے کہ آنسو اس قدر بہے ہیں کہ بہکر جنگل تک پہونچ گئے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ اب دنیا پر میرا حال ظاہر ہوگا اسی وجہ سے مجھے فال رسوائی نظر آرہی ہے۔ سرشک سر بصحرا دادہ ایک جگہ یا دو جگہ اور بھی کہا ہے۔

سرشک سر بصحرا دادہ نور العین دامن ہے
دل بے دست و پا افتادہ برخوردار بستر ہے

بزم ہستی وہ تماشا ہی کہ جس کو ہم اسد
دیکھتے ہیں چشم از خواب عدم نکشادہ سے

اے اسد بزم ہستی کی حالت نہ پوچھ یہ ایک تماشا ہے۔ اس کو ہم دیکھتے تو ہیں مگر اس آنکھ سے جو ابھی خواب عدم میں ہے یعنی ہستی کا وجود ابھی حالت عدم ہی میں ہے اور یہ بود سراپا بے بود ہے۔

منت کشی میں حوصلہ بے اختیار ہی
داماں صد کفن تہ سنگ مزار ہے

حوصلہ اور ہمت کا اقتضا یہ ہے کہ کسی کا کوئی احسان اپنے سر نہ لیا جاے مگر افسوس کہ منت کشی کے لئے حوصلہ قطعاً بے اختیار ہو جاتا ہے اور مجبوراً منت کشی کرنا پڑتی ہے چنانچہ کفن پانا ایک قسم کی منت کشی ہے۔ اگر حوصلہ اس سے روگردانی کرے بھی۔ اور اس احسان سے منہ موڑے بھی تب بھی مجبوراً اس داماں کفن کا احسان اپنے

سر لینا پڑتا ہے جو سنگ مزار کے نیچے ہے سنگ مزار کی سطح زیرین خود دامان صد کفنی کی برابر ہے پھر اس صورت مین حوصلہ غریب کیا کرے منت کشی کے لئے مجبور ہے۔

دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہین کہ منت کشی کی صورت مین حوصلہ بے اختیار ہو جاتا ہے دامان کفن کو دیکھ لو کہ اسی منت کشی کی بدولت وہ سنگ مزار کے نیچے دبا ہوا ہے پتھر کے نیچے دامن دبنا۔ مجبور ہونے کے معنی مین آتا ہے جیسا کہ گلزار نسیم کا یہ شعر ہے۔

قسمت سے مفر ہے اب نہ امن
پتھر کے تلے دبا ہے دامن

عبرت طلب ہے حل معمائے آگہی   شبنم گداز آئینہ اعتبار ہے

کیون پوچھتا ہے اور کیا پوچھتا ہے آگاہی ایک معما ہے اور اس کا حل ہونا یا حل کرنا عبرت ناک ہے پہلے عبرت پیدا کر پھر معمائے آگاہی کو حل کر۔ واقعہ یہ ہے کہ شبنم آئینہ اعتبار کا ایک گداز ہے۔ اب خیال تو کر کہ یہ بات کسقدر عبرت ناک ہے کہ ایک ایسی چیز جو بظاہر زینت معلوم ہوتی ہے اصل مین تباہی ہے اور یہ تمام عبرت معمائے آگاہی کے حل ہونے سے حاصل ہوئی ہے۔

خجلت کش وفا کو شکایت نہ چاہئے   اے مدعی طلسم عرق بے غبار ہے

جو لوگ وفا کی خجلت اٹھا رہے ہین اور شرمندہ ہو رہے ہین اُن کو شکایت نہ کرنا چاہئے۔ اے مدعی وفا کچھ خبر بھی ہے وہ عرق جو خجلت وفا سے آتا ہے اس کی مثال ایک طلسم کی ہے جو شکایت کے گرد و غبار سے بالکل پاک ہے۔ لہذا خجلت وفا کا مدعی ہے تو شکایت نہ کر۔

کیفیت ہجوم تمنا رسا اسد   خمیازہ ساغر مئے رنج خمار ہے

اے اسد ہجوم تمنا کی کیفیت کو تو کیا سمجھتا ہے یہ نہایت ہی رسا ہے۔ خمیازہ کو خمیازہ نہ سمجھ بلکہ یہ ایک ساغر ہے جس مین رنج و تکلیف خمار کی شراب بھری ہوئی ہے یہ کیفیت ہجوم تمنا نہایت ہی رسا ہے۔

زنجیر یاد پڑتی ہے جادے کو دیکھ کر   اس چشم سے ہنوز نگہ یادگار ہے

جادہ سے مراد نشان زنجیر - اور وہ خطوط جو زنجیر کے کھنچنے سے پڑ جاتے ہیں - کہتے ہیں جیسے زنجیر کے نشانات دیکھ کر زنجیر یاد آجایا کرتی ہے - اسی طرح مجھے نگاہ کی صورت دیکھنے سے وہ آنکھ یاد آتی ہے

سودائی خیال ہے طوفان رنگ و بو   یاں ہے کہ داغ لالہ دماغ بہار ہے

خیال کا سودائی یعنی وہ سودائی جس کو ہزارہا خیال آرہے ہیں جس کے سامنے خیال کے ذریعہ سے باغ کی ایک تصویر کھنچی ہوئی ہے - وہ اصل میں رنگ و بو کا ایک طوفان ہے - ایک لالہ کے داغ میں سارا بہار نہیں پیدا ہو سکتا - مگر یہاں یہ حال ہے کہ سودائی خیال لالہ کا داغ ہے اور اس کا خیال ایک طوفان رنگ و بو ہے جسے دماغ بہار کہا جا سکتا ہے -

بھونچال میں گرا تھا یہ آئینہ طاق سے   حیرت شہید جنبش ابروئے یار ہے

حیرت ایک آئینہ تھی اور معشوق کی جنبش نگاہ ایک زلزلہ جب سے کہ ابروئے یار کو جو طاق کی مانند ہے جنبش ہوئی حیرت جاتی رہی اور شہید ہو کر رہ گئی اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ زلزلہ میں طاق پر سے ایک آئینہ گر کر ٹوٹ جائے -

حیران ہوں شوخیٔ رگ یاقوت دیکھ کر   یاں ہے کہ صحبت خس و آتش برابر ہے

میں یاقوت اور یاقوت کے خطوط باریک کو دیکھ رہا ہوں اور حیران ہو رہا ہوں - آج تک میں نے آگ اور پھونس کو کہیں ایک جگہ نہیں دیکھا تھا - مگر یہاں دیکھ رہا ہوں - خطوط یاقوت کی تشبیہ رگ یاقوت سے اور سرخی کو آگ سے استعارہ کیا ہے -

بہ حلقۂ خم گیسوے راستی آموز   دہان مار سے گویا صبا نکلتی ہے

معشوق کی زلف خم بہ خم کے حلقوں سے صبا کا گزرنا ایسا ہے۔ جیسا کہ سانپ کے منہ سے ہوا نکلتا یا ہوا کا سانپ کے منہ سے ہو کر گزرنا ہے۔ خم گیسو کی صفت راستی آموز اس لئے لائی گئی ہے کہ وہ آمادہ راستی ہیں۔ یا یہ کہ راستی سکھاتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ حلقہ سے جو چیز نکلے گی وہ سیدھی ہو کر گزرے گی۔

بر رنگ شیشہ ہون یک گوشۂ دل خالی کبھی پری مری خلوت مین آنکلتی ہے

جیسے شیشہ ایک دل خالی کی طرح ہے ایسے ہی مین بھی ایک شیشہ کی طرح دل خالی ہون جیسے شیشہ مین کبھی کبھی پری آ جاتی ہے اسی طرح یہان بھی کوئی خیال معشوق آنکلتا ہے۔

ہوا انتظار سے شرر آباد رستخیز مژگان کوہ کن رگ خارا کہین جسے

مژگان کوہ کن جو رگ سنگ بن کر رہ گئی ہین وہ انتظار کی وجہ سے نمونہ قیامت کی طرح معلوم ہوتی ہین شرر آباد اس لئے کہا گیا کہ وہ رگ سنگ کی طرح ہین اور رگ سنگ سے ہمیشہ آگ نکلتی ہے رستخیز اس لئے کہ پلکون مین بھی اٹھنے اور بیٹھنے کا مادہ ہوتا ہے۔

کس فرصت وصال پہ ہے گل کو عندلیب زخم فراق خندۂ بیجا کہین جسے

اے بلبل تونے کچھ سمجھا یہ کیا ماجرا ہے گل نے اپنے محبوب سے آخر ایسا کتنا وصل کا زمانہ پایا تھا۔ اور ایسی کونسی فرصت وصل اور فراغت عیش اسے نصیب ہوئی تھی جواب اسکے فراق مین اس کے دل مین یہ زخم پڑے ہوے ہین جنھین اہل دنیا غلطی سے خندۂ بیجا کہتے ہین۔ گل کے خندہ کو خندۂ بیجا اسلئے کہا ہے کہ اس کی ہنسی کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی۔

یارب ہمین تو خواب مین بھی مت دکھائیو یہ محشر خیال کہ دنیا کہین جسے

دنیا کو معدوم سمجھ کر ایک محشر خیال سے تعبیر کیا گیا ہے اسی کے لئے خدا سے

التجا ہے کہ اے خدا اس محشرِ خیال سے خواب میں بھی ہمارا واسطہ نہ ڈالنا۔ دنیا کو محشرِ خیال کہنا بیحد لطیف ہے اور خواب میں محشرِ خیال لطیف تر۔

پھونکتا ہے نالہ ہر شب صورِ اسرافیل کی — ہم کو جلدی ہے مگر تو نے قیامت ڈھیل کی

اے ہنگامۂ محشر ہم رات کو نالہ کر کے صورِ اسرافیل پھونکتے ہیں اور صور کا پھونکنا نشان ہے قیامت کے آنے کا مگر اے قیامت تو نے بڑا اندھیر مچایا ہے اور بڑی ڈھیل ڈال رکھی ہے کہ تو آ ہی نہیں چکتی۔ یہ خیال عرفی نے پہلے اس صورت میں ادا کیا تھا۔

صبحم چون دردمد این صور شیون زائے من
آسمان صحن قیامت گردد از غوغائے من

صور مذکر ہے مگر غالب نے جمہور کے خلاف مونث لکھا ہے۔

کی ہیں کس پانی سے یاں یعقوب نے آنکھیں سفید — ہے جو آئی پیرہن ہر موج رودِ نیل کی

الفاظ کی رعایت پر خیال کی بنا رکھی گئی ہے اور طلسم الفاظ کے سوا شعر میں اور کچھ نہیں ہے کہتے ہیں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ دریائے نیل کی ہر موج آبی ہے۔ آبی ہلکے ہلکے نیلے رنگ کو کہتے ہیں پھر جب یہ ہے تو آخر یعقوب نے کون سے پانی سے آنکھیں سفید کی ہیں۔ حالانکہ ہر موج کا پیرہن آبی ہے۔

عرش پر تیرے قدم سے ہے دماغِ گردِ راہ — آج تنخواہِ شکستن ہے کلہ جبریل کی

تیرے قدموں کی برکت سے گردِ راہ کا دماغ عرش پر پہونچ گیا ہے آج جبریل کی کلاہِ افتخار سزاوارِ شکستن ہے۔

مدعا در پردہ یعنی جو کہوں باطل سمجھ — وہ فرنگی زادہ کھاتا ہے قسم انجیل کی

وہ فرنگی زادہ محبوب انجیل کی قسم کھاتا ہے اور در پردہ اس کا مدعا یہ ہے کہ میں جو کچھ کہوں اس کو باطل سمجھ کیونکہ انجیل وہ کتاب آسمانی ہے جو منسوخ ہو چکی ہے اور جس کا کوئی حکم قابلِ عمل نہیں۔

خیر خواہ دید ہون ازبہر دفع چشم زخم   کھینچتا ہون اپنی آنکھون مین سلائی نیل کی

مین وہ طالب دید ہون کہ جمال یار کا ہر حالت مین خیر خواہ ہون اس لئے ہنگام
دید اپنی آنکھون مین دفع نظر بد کے لئے نیل کی سلائی پھیر لیتا ہون۔ نیل کی سلائی پھیرنا
اندھا کرنے کو کہتے ہین اور قاعدہ ہے کہ دفع نظر بد کے لئے کالا ٹیکا یا نیل کا ٹیکا بچون
کے لگا دیا کرتے ہین۔ یا اپنی دید کا خیر خواہ ہون اور اس کے نظر نہ لگنے کے لئے یہ سب
کچھ کرتا ہون۔ اس شعر مین بھی الفاظ کا طوفان ہے جو معانی کو بہانے پر آمادہ ہے۔

ناز کھینچا ہی سراپا داغ الفت ہون اسدؔ   کیا سزا ہی میرے جرم آرزو تاویل کی

اے اسد مین نے ناز کیا ہے اور اس جرأت نے مجھے سراپا داغ کر دیا ہے واقعی
مین نے یہ جرم کیا ہے اگرچہ اس کی یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ آرزو نے ایسا کرنے پر مجھے
مجبور کیا پھر بھی یہ جرم ہے اور کیا بتاؤن کہ اس کی کیا سزا ہے۔

کیا ہی ترک دنیا کاہلی سے   ہمین حاصل نہین بے حاصلی سے

ہم نے دنیا کو کاہلی سے ترک کیا ہے از راہ قناعت ترک نہین کیا ہمارے یہ شیوۂ
بے حاصلی جو ہم نے اختیار کیا ہے ہم کو اس سے کچھ حاصل نہین ایک جگہ اسی خیال
کو یون کہا ہے ؎

ضعف سے ہے نے قناعت سے یہ ترک جستجو
ہین وبال تکیہ گاہ ہمت مردانہ ہم

خراج دیہہ ویران یک کف خاک   بیابان خوش ہون تیری عاملی سے

دہ ویران کا محصول کچھ نہین ہوتا۔ جیسا کہ سعدی علیہ الرحمہ کہتے ہین ؎
کہ سلطان نخواہد خراج از خراب
اسی لئے بیابانون کو خوشی کا موقع ہے کہ تو عامل ہے۔ اور کچھ ان کو دینا
نہین ہے۔

پرافشان ہو گئے شعلے ہزاروں   رہے ہم داغ اپنی کاہلی سے

ایک شعلے ہیں کہ پر افشان ہو گئے اور آزاد رہے ہیں اور ایک ہم ہیں کہ اپنی کاہلی کی بدولت وہی داغ کے داغ رہے اور کوئی ترقی نہ کر سکے ۔

عرش گیا وہی ۔۔ ایک ہم ہیں کہ کبھی ضعف نے اٹھنے نہ دیا
ایک ذرہ ہیں ہوا پر جو سنبھل جاتے ہیں

اسد قربان لطف جور بیدل   خبر لیتے ہیں لیکن بیدلی سے

اس شعر میں بھی معنی کی بجائے زیادہ تر مراعات الفاظ سے کام لیا ہے مطلب شعر صاف ہے ۔

نگاہ اس چشم کی افزون کرے ہے ناتوانائی   پر بالش ہر وقت دید مژگان تماشائی

اس آنکھ کی نگاہ دیکھنے والے کے ضعف میں اضافہ کر دیتی ہے لوگ جس کو مژگان تماشائی کہتے ہیں دراصل وہ تماشائی کی نگاہ یا خود تماشائی کے تکیہ بالین بیماری کے پر ہیں ۔

شرار سنگ سے پا در حنا گلگون شیرین ہے   ہنوز اے تیشہ فرہاد عرض آتشین پائی

اے تیشۂ فرہاد تیری شرر فشانی سے شیرین کے سمند تیز رفتار کی کیفیت یہ ہے کہ برابر شرار سنگ کو روندتا جا رہا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پاؤں میں حنا لگی ہے مگر ہنوز تیری وہ بیقراریاں اور آتش افشانیاں کم نہیں ہوئی ہیں یعنی اب تیری بیقراری سے محبوب بھی بے قرار ہے مگر تو باز نہیں آتا ۔

غرور دست رد نے شانہ توڑا فرق ہدہد پر   سلیمانی ہے ننگ بیدماغان خود آرائی

دست رد ۔ کسی چیز کو رد کرنے والا ہاتھ ۔ واپس دینے والا ہاتھ ۔ شانہ شکستن خائف کر دینا ۔ خائف ہو جانا ۔ شانہ سر ۔ ہدہد ۔ ہدہد ایک معروف پرندہ ۔ سلیمانی حکمرانی ۔ بیدماغ

نازک مزاج - خود آرائی زینت - مطلب یہ ہو کہ نازک مزاجون اور بے دماغون کے لئے سلیمانی ننگ ہے - یعنی وہ لوگ جو خود آرائی کی وجہ سے بے دماغ ہو گئے ہین اُن کے واسطے سلیمانی اور بادشاہی یا ملک گیری باعث شرم ہے انھون نے اپنے دست رد سے سلیمانی کو واپس دیکر ہدہد کو خائف کر دیا - خائف کرنا اس وجہ سے ہے کہ سلیمانی ہدہد کے لئے ایک بہت بڑی چیز ہے وہ بھی ان کے استغنا کو دیکھ کر خائف ہوا - مناسبات لفظی کی اس شعر مین بھی بھرمار ہے - اور تخئیل کا زیادہ حصہ اسی مناسبت کے کام آیا ہے - شانہ - شانہ سر - فرق - ہدہد - سلیمانی - خود آرائی - یہ سب الفاظ شطرنج کے مہرون کی طرح ایک دوسرے کے زور مین اپنا اپنا کام کر رہے ہین مگر کوئی چال نہین نکلتی -

جنون افسردہ و جان ناتوان اے جلوہ شوخی کر　　گئی یک عمر خودداری بہ استقبال رعنائی

میری خودداری کی پوری زندگی رعنائی کا استقبال کرتے کرتے گزر گئی اور اب یہ عالم ہے کہ جنون افسردہ ہو گیا ہے - اور جان ناتوان ہو کر رہ گئی ہے - اے جلوۂ حسن یار اب تو خدا کے لئے اپنی شوخی دکھا کہ جنون کی افسردگی اور جان کی ناتوانی جائے -

نگاہ عبرت افسون گاہ برق و گاہ مشعل ہے　　ہوا ہر خلوت و جلوت سے حاصل ذوق تنہائی

ہماری نگاہ جو ہر وقت ہمارے اوپر عبرت کا افسون دم کرتی ہے یا ہماری وہ نگاہ جسے افسون عبرت یاد ہے اپنی تاثیر افسون گری سے ہمین برابر نیرنگیان دکھا رہی ہے کبھی برق کی صورت بن کر جلوت مین تمام عالم و کائنات عالم کو جلا دیتی اور نظرون سے پنہان کر دیتی ہے اور کبھی شمع کنج خلوت بن جاتی ہے - غرضکہ ہر جگہ ہم تنہا رہتے ہین - اسی مضمون کو بالکل برعکس فرماتے ہین ؎

ہے آدمی بجائے خود اک محشر خیال
ہم انجمن سمجھتے ہین خلوت ہی کیون نہ ہو

خدایا خون ہو رنگ امتیاز اور نالہ موزون ہو　　جنون کو سخت بیتابی ہے تکلیف شکیبائی

اگرچہ ضبط نالہ و زاری سے مجھ مین ایک صورت امتیازی ضرور ہے مگر اے میرے خدا

مین اس سے باز آیا زنگ امتیاز کو خون کر کے میرے نالے کو موزون بنا دے میرے جنون کے لئے یہ شکیبائی کی تکلیف بیتابی کا کام دے رہی ہے۔

خرابات جنون مین ہے اسدؔ وقت قدح نوشی بعشق ساقی کوثر بہار بادہ پیمائی

اے اسدؔ میخانہ جنون مین قدح نوشی کے وقت ساقی کوثر کے عشق مین بہار بادہ پیمائی کا لطف آتا ہے۔

بسکہ زیر خاک با آب طراوت راہ ہے ریشے سے ہر تخم کا دلو اندرون چاہ ہے

چونکہ خاک کے نیچے آب طراوت مخفی ہے اور اسی کے نیچے سے یہ راستہ ہو کر جاتا ہے اس لحاظ سے ہر تخم مین جو ایک ریشہ نکلتا ہے وہ گویا ہر ایک تخم کا ڈول ہے جو چاہ زیر زمین سے آب طراوت اس کے ذریعہ سے کھینچ رہا ہے۔ نباتات کے نشو نما کی حقیقت بیان کی ہے گویا خاک مین ملنا طراوت کی طرف رستہ پیدا کر لینا ہے ؎
خاک مین ملتا ہے دانہ سبز ہونے کے لئے

عکس گلہائے سمن سے چشمہائے باغ مین فلس ماہی آئینہ پرداز داغ ماہ ہے

چنبیلی کے پھولون کا عکس جو باغ کے چشمون مین پڑ رہا ہے اس سے ماہیان چشمہ کے فلس ایسے معلوم ہوتے ہین جیسے چاند کے اندر داغ۔ یعنی پانی چاند کی طرح جگمگا رہا ہے اور اس مین مچھلیون کے فلس داغ ماہ ہین۔

وان سے ہے تکلیف عرض بیدماغی ہائے دل یان صریر خامہ مجکو نالۂ جان کاہ ہے

ان کی بے پروائی یا استغنا کی وجہ سے ضرورت ہے اس بات کی کہ مین اپنی بے دماغیون اور دل کی نازک مزاجیون کا حال لکھون یا ان کی خواہش ہے کہ مین اپنے دل کی یہ کیفیات قلم بند کرون اور میری حالت یہ ہے کہ قلم کی آواز تحریر مجکو ایک نالۂ جان کاہ معلوم ہوتی ہے۔

حسن رعنائی مین وہم صد سر گردن ہے فرق سرو کی قامت یہ گل اک دامن کوتاہ ہے

حسن اور رعنائی مین سوسرون اور گردنون کا فرق معلوم ہوتا ہے سرو کے قد پر گل کی بیلین چڑھی ہوئی ہین - وہ ایسی معلوم ہوتی ہین کہ ایک تنگ پیراہن پہنے ہوئے ہے - یعنی وہم ہوتا ہے کہ حسن اور رعنائی مین کافی فرق ہے - اس شعر مین تخئیل ناتمام رہ گئی ہے - ایک جگہ ایک ایسا ہی مضمون مکمل صورت مین یون کہا ہے ؎

سمجھ اس فصل مین کوتاہی نشو ونما غالب
اگر گل سرو کے قامت پہ پیراہن نہو جائے

رشک ہے آسایش ارباب غفلت پر اسدؔ　　پیچ وتاب دل نصیب خاطر آگاہ ہے

اے اسد مجھے اُن لوگون پر بڑا رشک آتا ہے جو غافل ہین اور جنھین کوئی غم اور فکر نہین ہے پیچ وتاب اُن لوگون کے لئے ہے جو آگاہ ہین اور ہر مصیبت اور اندیشہ انھین کے واسطے ہے میرا شعر ہے ؎

دشمن راحت ہے آتسی میرا احساس خرد
مجکو دور بے حسی مین ہر جگہ آرام تھا
لی ہوش مین آنے کی جو ساقی سے اجازت
فرمایا خبردار کہ نازک ہے زمانا　　(حالی)

بسکہ چشم از انتظار خوش خطان بے نور ہے　　یک قلم شاخ گل نرگس عصائے کور ہے

چونکہ خوشخطون کا انتظار دیکھتے دیکھتے آنکھین بے نور ہو گئی ہین اس وجہ سے نرگس کے پھول کی شاخ اندھے کے ہاتھ کی ایک لاٹھی معلوم ہوتی ہے -

بزم خوبان بسکہ جوش جلوہ سے پرنور ہے　　پشت دست عجز یان ہر برگ نخل طور ہے

معشوقون کی محفل چونکہ جلوون سے بھری ہوئی ہے اور نور سے معمور ہے تو اسکے سامنے نخل طور جسپر وادی ایمن مین جلوہ چمکا تھا - عاجز معلوم ہوتا ہے اور اسکا ہر پتہ ایک پشت دست عجز معلوم ہوتا ہے -

ہون تصور ہائے ہمدوشی سے بدمست شراب　　حیرت آغوش خوبان ساغر بلور ہے

مین ہمدوشی کا تصور کر رہا ہون اور اس مین ایسا مست و مدہوش ہون کہ معلوم ہوتا ہے مین نے شراب پی لی ہے۔ معشوقون کے آغوش کا خیال میری بادہ کشی کیلئے ساغر بلور بن گیا ہے۔

ہے عجب مُردون کو غفلتہائے اہل دہر سے
سبزہ جون انگشت حیرت در دہان گور ہے

مردون کو اہل دنیا کی غفلتون سے تعجب آتا ہے اور وہ سخت حیران ہین اُن کا سبزۂ تربت گویا کہ ایک انگشت حیرت ہے۔ یعنی گور انگشت حیرت در دہان ہے۔

حسرت آباد جہان مین ہے الم غم آفرین
نوحہ گویا خانہ زاد نالۂ رنجور ہے

دنیا ایک حسرت آباد ہے یہان الم سے غم پیدا ہوتا ہے کیونکہ نالۂ رنجور کا نوحہ ایک غلام خانہ زاد ہے یعنی نالہ کے بعد ہی نوحہ کی نوبت آتی ہے۔

کیا کرون غمہا پنہان لے گئے صبر و قرار
دزد گر ہو خانگی تو پاسبان مجبور ہے

صبر و قرار بھی دل مین رہتے ہین اور غم بھی دل ہی مین رہتے ہین میرے غمون نے میرے صبر و قرار کو تاراج کر دیا جب چور خانگی ہے تو مین کیا کر سکتا ہون۔ گھر کا بھیدی لنکا ڈہائے والا مضمون ہے۔

ہے زپا افتادگی ہی نشۂ حیرت مجھے
بے سخن تبخالۂ لب دانۂ انگور ہے

میرا عاجز ہو جانا میرے لئے نشۂ حیرت کا کام دیتا ہے بغیر سخن کہے ہوے میرے لب پر جو چھالا پڑا ہوا ہے وہ گویا انگور کا دانہ ہے۔ جو باعث ایجاد شراب حیرت ہے۔

جس جگہ ہو مسند آرا جانشین مصطفےٰ
اس جگہ تخت سلیمان نقش پائے مور ہے

یہ منقبت کا شعر ہے۔ کہتے ہین کہ جانشین رسولؐ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جس جگہ مسند آرائے حکومت ہون اس جگہ پر تخت سلیمان ہیچ اور بے وقعت معلوم ہوتا ہے۔

ہے وہاں تکلیف عرض بیدماغی ادا سد   یاں صریر خامہ مجکو نالۂ رنجور ہے

ایک شعر جو ابھی لکھا ہے یہ بھی وہی ہے صرف اس کی ردیف بدل دی گئی ہے لہذا اس کی شرح اسی کے تحت میں ملاحظہ کیجئے شعر یہ ہے۔

وان سے ہے تکلیف عرض بیدماغیہائے دل
یان صریر خامہ مجکو نالۂ جانکاہ ہے

اے خیال وصل نادر ہے مے آشامی تری   پختگی ہائے کباب دل ہوئی خامی تری

اے خیال وصل تیری شراب نوشی بھی عجیب قسم کی شراب نوشی ہے اور تجھ مین بہت عجیب باتین ہین چونکہ تو خام ہے اس سے دل عشاق کباب ہوے جاتے ہین خامی سے پختگی پیدا ہونا ایک عجیب بات ہے۔ یا خیال وصل کی خود شراب نوشی یا خیال وصل سے شراب نوشی دونون صورتین ممکن ہین۔

رچ گیا جوش صفائے زلف کا اعضا مین عکس   ہے نزاکت جلوہ اے ظالم سیہ فامی تری

زلف کے جوش صفا کا اعضا کے اندر عکس رچ گیا ہے اے ظالم تیری سیاہ فہمی کسقدر نزاکت سے بھری ہوئی ہے۔ عجیب شعر کہا ہے کہ زلف کے سیاہ ہونے کے بجائے معشوق کو سیاہ فام کہا ہے۔

ہے گریزی ہائے گل ہے ضع زرافشاندنی   باج لیتی ہے گلستان سے گل اندامی تری

پھولون کی پتیان جھڑنا ایک قسم کی سونے کی نچھاور ہے جو تیرے اوپر کی جا رہی ہے اے ظالم تیری گل اندامی اور نزاکت باغ سے خراج وصول کرتی ہے۔

بسکہ ہے عبرت ادیب ا وگی ہائے ہوس   میرے کام آئی دل مایوس ناکامی تری

عبرت ایک ادیب ہے جو ہوس کی بیہودگیون کو روکتی ہے۔ اے دل تو جو مایوس ہوا

اور اس سے مجھے عبرت حاصل ہوئی اس وجہ سے تیری ناکامی میرے کام آگئی کہ
ہوس و خیرہ سری اور بیہودگی جاتی رہی۔

ہم نشینی رقیبان گرچہ ہے سامان رشک　　لیکن اس سے ناگوار تر ہے بدنامی تری

اگرچہ تیرے پاس رقیبوں کا بیٹھنا میرے واسطے رشک کا سامان ہے اور اس سے
مجھے تکلیف ہوتی ہے مگر اس قسم کے رشک اور تکلیف کی مجھے کوئی پروا نہیں ہے اس سے
بھی زیادہ مجھے تیری بدنامی ناگوار ہے اور اس سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔

سر بزانوئے کرم رکھتی ہے شرم ناکسی　　اے اسد بیجا نہیں ہے غفلت آرامی تری

اے اسد غفلت سے تیرا آرام کرنا اور مست آرام رہنا کچھ بیجا نہیں ہے تیری ناکسی
کی شرم اس سے اپنا سر زانوئے کرم پر رکھے ہوئے ہے اور حقیقتاً یہ تیرے کام
آ رہی ہے۔

یہ سرنوشت میں میری ہے اشک افشانی　　کہ موج آب ہے ہر ایک چین پیشانی

مجھ بدنصیب کی قسمت میں ہمیشہ کے لئے آنسو بہانا ہے اور اس سے کسی حالت
میں نجات نہیں ہے یہ حالت ہے کہ ہر چین پیشانی جو میری پیشانی میں ہے وہ ایک
موج آب معلوم ہوتی ہے۔

نظر بغفلت اہل جہان ہوا ظاہر　　کہ عید خلق پہ حیران ہے چشم قربانی

اہل جہان کی غفلت کو دیکھتے ہوئے یہ بات ظاہر ہوئی کہ دنیا کو محو عید قربان
دیکھ کر ذبیحہ کی آنکھیں محو حیرانی ہو گئی ہیں اور سوچتی ہیں کہ اے خدائے برتر انسان
کس قدر فریب خوردہ ہستی ہے کہ اس اسباب ظاہر سے شاد اور ہشاش وبشاش
نظر آتا ہے۔

کہوں وہ مصرع برجستہ وصف قامت میں　　کہ سرو ہو نہ سکے اسکا مصرع ثانی

میرا ارادہ ہے کہ تعریف قد معشوق میں ایسا مصرع برجستہ کہوں کہ سرو بھی اسکا مصرع ثانی نہ بن سکے یعنی سرو باوجود برجستگی اور راستی و موزونی اس کا مقابل نہ ہو سکے۔

اسد نے کثرت ہائے یار سے جانا ‌ ‌ ‌ کہ زلف یار ہے مجموعہ پریشانی

اسد نے یہ دیکھ کر کہ دنیا کے ہزاروں دل اس میں اُلجھے ہوئے ہیں اور وہ سب پریشان ہیں اُس کی زلف کو یہ سمجھا کہ یہ ایک مجموعہ پریشانی ہے۔

دیوانگی ہے تجکو درس خرام دینا ‌ ‌ ‌ موج بہار یکسر زنجیر نقش پا ہے

تجکو خرام ناز کی تعلیم دینا جنون اور دیوانگی سے کم نہیں ہے تیرے نقش پا ہمیشہ موج بہار ہیں یعنی زمین پر جو تیرے قدم سے نقش پڑے ہیں وہ ایک زنجیر معلوم ہوتے ہیں اور وہ زنجیر موج بہار کی طرح معلوم ہوتی ہے۔

دریائے مے ہے ساقی لیکن خمار باقی ‌ ‌ ‌ تا کوچہ دادن موج خمیازہ آشنا ہے

اس میں شک نہیں کہ ساقی ایک دریائے مے ہے لیکن اس کا دریا ہونا خمار کو نہیں مٹا سکتا۔ کیونکہ اس دریا کی موج میں بھی صورت خمیازہ معلوم ہوتی ہے کوچہ دادن کے معنی راستہ چھوڑنے کے ہیں۔

اے غنچہ تمنا یعنی کف نگارین ‌ ‌ ‌ دل دے تو ہم بتادین مٹھی میں تیری کیا ہے

شاعر کف نگارین کو غنچہ تمنا کہکر خطاب کرتا اور کہتا ہے کہ اے کف نگارین اگر تو ہمارا دل ہم کو دے تو ہم بتائیں کہ تیری مٹھی میں کیا ہے۔

آشیان بند بہار عیش ہوں ہنگام قتل ‌ ‌ ‌ یاں پر پرواز رنگ رفتہ بال تیر ہے

میں قتل کے وقت میں بہار عیش کا آشیانہ بنا رہا ہوں اور تیر کے پر میرے واسطے پر پرواز بنے ہوئے ہیں۔

وقت حسن افروزیٔ زینت طرازان جائے گل　از نہال شمع پیدا غنچۂ گلگیر ہے

زینت اور بناؤ سنگار کرنے کے وقت گل کی جگہ نہال شمع سے غنچہ گلگیر پیدا ہو رہا ہے اور یہ سب ان کی زینت طرازی کا اثر ہے

ریزش خون وفا ہے جرعہ نوشیہائے یار　یاں گلوئے شیشۂ مے قبضۂ شمشیر ہے

دوست کی شراب نوشی گویا خون وفا کی خونریزی ہے شیشہ کا گلا گویا تلوار کا قبضہ ہے جو خونریزی کر رہا ہے۔

جو بہ شام غم چراغ خلوت دل تھا اسدؔ　وصل میں وہ سوز شمع مجلس تقریر ہے

اے اسد وہ سوز غم جو شام تنہائی خلوت دل میں شمع بنا ہوا تھا شب وصل میں وہی سوز شمع مجلس تقریر بن گیا ہے۔

ذوق بے پروا خراب وحشت تسخیر ہے　آئینہ خانہ مری تمثال کو زنجیر ہے

میرا ذوق بے پروا وحشت تسخیر کی وجہ سے خراب اور برباد ہو رہا ہے خانۂ آئینہ جسنے کہ میری تصویر کو چاروں طرف سے مسخر کر رکھا ہے۔ وہی اس کے لئے زنجیر بن گیا ہے۔

بیخودی بسکہ خاطر بیتاب بن گئی　مژگان باز ماندہ رگ خواب ہو گئی

میرا دل چونکہ بے انتہا بیتاب ہے اور نہایت بے قرار ہے اسی وجہ سے میری رگ خواب بھی مژگان باز ماندہ بن گئی ہے یعنی میری حالت خواب بھی بیداری بنگئی ہے رگ خواب ایک اصطلاح ہے جس سے سلسلہ خواب یا عالم خواب مراد ہے۔

موج تبسم لب آپ لو وہ مسی　میرے لئے تو تیغ سیہ تاب ہو گئی

وہ ہونٹ جسپر مسی لگی ہے انکی موج تبسم میرے واسطے تیغ سیہ تاب بن گئی ہے۔

رخسار یار کی جو ہوئی جلوہ گستری زلف سیاہ بھی شب مہتاب ہو گئی

یار کے رخساروں کی جو جلوہ گستری ہوئی یعنی اس کے رخساروں کا جو نور پھیلا تو اس کی زلف سیاہ بھی چاندنی رات معلوم ہونے لگی۔

بیدل تو انتظار کی طاقت نہ لا سکی اے جان برلب آمدہ۔ بیتاب ہو گئی

انتظار کے ظلم نہ اٹھا سکی۔ واہ اے جان برلب آمدہ واہ بس دیکھ لیا کیا تو بیتاب ہو گئی۔ آخر میں استفہام ہے۔

غالب بسکہ سوکھ گئے چشم میں سرشک آنسو کی بوند گوہر نایاب ہو گئی.

اے غالب چونکہ آنکھوں میں آنسو سوکھ گئے لہذا حالت یہ ہوئی ہے کہ اب ایک آنسو کی بوند بھی گوہر نایاب کا درجہ اور قیمت رکھتی ہے

ہر رنگ سوز پردہ یک ساز ہے مجھے بال سمندر آئینۂ ناز ہے مجھے

سوز خواہ وہ کسی قسم کا ہو۔ کہیں ہو میرے واسطے ساز کا ایک پردہ ہے یعنی میرے لئے موجب انبساط ہے۔ چنانچہ دیکھئے بازوے سمندر کو کہ اس کے بازو اور بھی میرے لئے موجب ناز و افتخار رہیں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ اس میں بھی سوز موجود ہے۔

طاؤس خاک حسن نظر باز ہے مجھے ہر ذرہ چشمک نگہ ناز ہے مجھے

خاک ایک طاؤس ہے (طاؤس بوجہ خاک کے ذروں کی درخشانی کے کہا گیا) جو مجکو ایک ایسا حسن معلوم ہوتا ہے جو نظر بازی کر رہا ہے اس لئے خاک کا ہر ایک ذرہ نگاہ ناز کی چشمک اور اشارہ بازی معلوم ہوتا ہے۔

آغوش گل ہے آئینۂ ذرہ ذرہ خاک عرض بہار جوہر پرواز ہے مجھے

ایک ایک ذرۂ خاک آئینہ میرے واسطے آغوش گل ہے اور بہار کی آمد میرے لئے

بہ ہر پرواز ہے غرض سے مراد آمد بہار۔

ہے بوئے گل غریب تسلی گہ وطن ہر حرزِ واآشیان پر پرواز ہے مجھے

پھولون کی خوشبو ایک مسافر ہے جو تسلی گاہ وطن کو جا رہی ہے گویا کہ آشیانے

کا ہر ایک جنوب پر پرواز بنا ہوا ہے مجھے پرواز میں لا رہا ہے

وحشت بہار نشۂ و گل ساغر شراب چشم پری شفق کدۂ راز ہے مجھے

مجھے وحشت نشہ کی بہار معلوم ہوتی ہے اور پھول ساغر شراب معلوم ہوتا ہے

اور چشم پری ایک راز کا گھر شفق کدہ بوجہ سرخی چشم کے کہا گیا۔

فکر سخن بہانۂ پرواز خامشی دود چراغ سرمۂ آواز ہے مجھے

میری فکر سخن میرے واسطے خاموشی کا ایک بہانہ بن گئی ہے اور دود چراغ

سرمۂ آواز بن گیا ہے۔ جو کوئی پوچھتا ہے کہ آخر چپ کیون ہو تو مین اُس سے

کہتا ہون کہ فکر سخن مین مصروف ہون اور جو کوئی کہتا ہے کہ کیون نہین بولتے تو

کہدیتا ہون کہ سرمہ چراغ نے آواز گرفتہ کردی ہے اس لئے بول نہین سکتا۔

ہے خامہ فیض بیعت بیدل بکف اسد یک نیستان قلم و اعجاز ہے مجھے

اے اسد قلم میرے ہاتھ مین بیعت بیدل کے فیض سے ایک نیستان ولایت

اعجاز بن گیا ہے۔

نگاہ یار نے جب عرض تکلیف شرارت کی دیا ابرو کو چھیڑ اور اس نے فتنے کو اشارت کی

جب نگاہ یار نے چاہا کہ کوئی شرارت برپا ہو جائے تو ابرو کو چھیڑ دیا اور ابرو نے

اشارہ کرکے فتنے کو آمادہ شرارت کردیا۔ لے لیجئے اچھا خاصا ایک فتنہ برپا ہو گیا

شہ گل نے کیا جب بندوبست گلشن آرائی عصائے سبز نے نرگس کو دی خدمت نظارت کی

گل ایک بادشاہ ہے جب اس نے گلشن آرائی کا انتظام کیا تو نرگس کو ناظر مقرر کیا اور اس کو ایک سبز عصا مرحمت کر دیا - نرگس کا ناظر ہونا بہ سبب اس کے ہے کہ نرگس کو چشم سے مشابہ کرتے ہیں اور سبز عصا بلحاظ اس کی شاخ کے کہا ہے۔

نہیں ہے ریزش عرق کی اب سے اعضا کی ذوبان ہے — تپ خجلت نے کیا نبض رگِ گل سے حرارت کی

طب کا مسئلہ ہے کہ حرارت کے لازم ہونے سے اعضا کا ذوبان یعنی پگھلنا اور گھلنا شروع ہو جاتا ہے اسی بنا پر شاعر کہتا ہے کہ آخر تپ خجلت نے رگ گل کی نبض میں اتنی حرارت پیدا کی ہے کہ اس کو ذوبان اعضا شروع ہو گیا - کیونکہ یہ ریزش عرق نہیں ہے بلکہ اعضا کا ذوبان ہے جو خجلت سے پیدا ہوا۔

زبس نکلا غبار دل بوقت گریہ آنکھوں سے — اسد کھائے ہوئے سُرمے نے آنکھوں میں بصارت کی

غبار دل جو روتے وقت آنکھوں سے نکلا تو گویا اس سرمہ نے جو کھایا گیا تھا (جس سے مراد خاموشی رہے) آنکھوں میں روشنی پیدا کی - کیونکہ وہ آنکھوں کی راہ سے ہو کر گزرا - غبار کو بوجہ باریکی سرمے سے تشبیہ دی اور تشبیہ بہ ادنی ملابست جائز ہے - غبار دل کا نکلنا - بخار اس نکلنا -

خدایا - دل کہاں تک دن بصد رنج و تعب کاٹے — خم گیسو ہو شمشیر سیہ تاب اور شب کاٹے

اے میرے خدا میرا فراق زدہ دل کہاں تک رنج و غم کی حالت میں دن بسر کرے اب ایسا ہو تو مناسب ہے کہ وہ خم گیسو سیہ تاب تلوار بن جائے اور رات کو کاٹ دے صرف مراعات لفظی ہے -

کریں گر قدر اشک دیدۂ عاشق خود آرایاں — صدف دندان گوہر سے بہ حسرت اپنے لب کاٹے

کاش اگر کہیں ایسا ہو کہ معشوق عاشقوں کے آنسوؤں کی قدر کرنے لگیں تو سیپ گوہر کے دانتوں سے رشک اور حسد کی وجہ سے اپنے ہونٹ چبانے لگے - لب صدف نہایت ہی عمدہ استعارہ ہے اور دندان گوہر بھی بہت مناسب ہے -

دریغا وہ مریضِ غم کہ فرطِ ناتوانی سے ۔۔۔ بہ قدرِ یک نفس جادہ بصد رنج و تعب کاٹے

ہائے افسوس ہے اس مریضِ غم کی حالت زار پر جو اتنا کمزور اور ناتوان ہو گیا ہو کہ سانس بھی دشواریون کے ساتھ لے - یعنی ایک جادہ نفس بھی سیکڑون مصیبتون سے طے کرے -

یقین ہے آدمی کو دستگاہِ فقر حاصل ہو ۔۔۔ دمِ تیغِ توکل سے اگر پائے سبب کاٹے

امید نہین بلکہ یقین کامل ہے کہ آدمی کامل فقیر ہو جائے اگر وہ توکل کی تلوار سے سبب کے پاؤن کاٹ ڈالے یعنی توکل کرے اور اسباب سے قطع نظر کر لے - کرے کرون گا تو یہ ہوگا اور یہ ہوگا تو یہ ہوگا ان سب خیالات کو چھوڑ دے اور توکل کر کے بیٹھ جائے -

اسد مجھ مین ہے اسکے بوسۂ پا کی کہان جرأت ۔۔۔ کہ مین نے دست و پا باہم بہ شمشیرِ ادب کاٹے

اے اسد مجھ مین اس کے پاؤن چومنے کی اب جرأت کہان ہے مین نے ادب کی تلوار سے اپنے ہاتھ پاؤن دونون کاٹ ڈالے ہین - یعنی مین اس قدر پابندِ ادب ہو گیا ہون کہ اس قسم کی جرأت میرے ہاتھ پاؤن سے ممکن ہی نہین ہے - ایک جگہ کہا ہے ؎

لے تو لون سوتے مین اسکے پاؤن کا بوسہ مگر
ایسی باتون سے وہ کافر بدگمان ہو جائے گا

ہوا جب حسن کم خط پر عذارِ سادہ آتا ہے ۔۔۔ کہ بعد از صاف ساغر مین دُردِ بادہ آتا ہے

جب حسن کم ہو جاتا ہے تو رخسار صاف پر خط کی نمود ہوتی ہے اور یہ کیون نہ ہو قاعدہ مقررہ ہے کہ ہمیشہ صاف شراب کے بعد پیالہ مین شراب کی تلچھٹ آتی ہے ایک جگہ کہا ہے اور اسی مضمون کو یون ادا کیا ہے ؎

آمدِ خط سے ہوا ہے سرد جو بازارِ دوست ۔۔۔ دودِ شمعِ کشتہ تھا شاید خطِ رخسارِ دوست

نہیں ہے مزرعِ الفت میں حاصل غیر پامالی ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ نظر دارِ شک بر زمین افتادہ آتا ہے

مزرعِ الفت کا حاصل سوائے اسکے کہ وہ پامال ہو اور کچھ بھی نہیں ہے گویا کہ آنسو ایک دانہ ہے جو بوجہ پامالی کے خوشے سے جدا ہو کر زمین پر گر گیا ہے یا ایک دانہ ہے جو زمین پر پڑا ہے اور روندا جا رہا ہے۔

محیط دہر میں بالیدن از ہستی گزشتن ہے ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کریاں ہر اک حباب آشکست آمادہ آتا ہے

دنیا ایک دریائے بے پایان ہے یہاں بڑھنے اور نشوونما پانے کے معنی یہ ہیں کہ ہستی گزر جائے اور ترک ہستی کرے۔ حباب کو دیکھو کہ اسکا بڑھنا اُسکے واسطے شکست کا سامان اور ٹوٹنے کا دیباچہ ہے اور اسکی نشوونما سامان فنا ہے۔

دیارِ عشق میں جاتا ہے جو سوداگری ساماں ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ متاعِ زندگانی ہا بغارت دادہ آتا ہے

عشق کا استعارہ کیا ہے دیار سے اس سے استعارہ کر کے کہتا ہے کہ اس ولایت میں جو کوئی سوداگری کرنے کے لئے جاتا ہے اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اپنی زندگانی کا مال و متاع لٹوا کر آتا ہے۔ زندگانی ہا سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بہت سی زندگانیوں پر پانی پھیر تا آتا ہے۔

اسد وارستگاں باوصف ساماں بے تعلق ہیں ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ صنوبر گلستاں میں با دل آزادہ آتا ہے

اے اسد وارستہ مزاج باوجود ساماں کے بے تعلق ہیں صنوبر باغ میں باوجودیکہ اس میں سب برگ و بار موجود رہتے ہیں پھر بھی بالکل آزاد آتا ہے۔

بہ فکر حیرت رم آئینہ پرواز زانو ہے ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کہ مشک نافہ تمثال سواد چشم آہو ہے

شک رمیدگی کی حیرت میں مستغرق ہو کر گویا آئینہ بن گیا ہے کیونکہ مشک نافہ سراسر چشم آہو کی تمثال نظر آتا ہے جس سے اس کی حیرانی اور رمیدگی کا پتہ چلتا ہے۔ اس مضمون کو تغیر الفاظ کے ساتھ مرزا نے اکثر جگہ کہا ہے چنانچہ یہ شعر ؎

ہی عدم مین غنچہ محو عبرت انجام گل
یک جہان زانو تامل در قفائے خندہ ہے

ترحم مین ستم کوشان کے ہی سامان خونریزی
سرشک چشم یار آب دم شمشیر ابرو ہے

ستم کوشون کے رحم مین بھی ظلم اور خونریزی کی شان ہے اور اس مین بھی ستم کے سامان موجود ہین دوست کی آنکھ کے آنسو جو وہ میرے حال پر از راہ ترحم بہاتا ہے شمشیر ابرو کی آبداری معلوم ہوتے ہین جو خونریزاو سفاک ہے۔

ہوا چرخ خمیدہ ناتوان بار علایق سے
کہ ظاہر پنجۂ خورشید دست زیر پہلو

یہ چرخ کوزہ پشت کی کمر تعلقات کے بوجھ کی وجہ سے جھک گئی ہے ظاہرا پنجۂ خورشید ایک ہاتھ ہے جو بوجھ کو سنبھالنے یا تکان کو دور کرنے کے واسطے اسنے کمر کے نیچے لگا لیا ہے اور یہ قاعدہ عام ہے کہ تھک جانے یا بوجھ سنبھالنے کے لئے مزدور کمر کے نیچے ہاتھ لگا لیتے ہین۔

اسد کے طبیعت طاقت ضبط الم لائے
فغان دل بہ پہلو نالۂ بیمار بدخو ہے

اے اسد طبیعت غریب کہان تک ضبط غم کیا کرے اور کہان تک اس مین تاب ضبط باقی رہے حالت یہ ہے کہ دل جو پہلو مین شور و فغان کرتا ہے وہ ایک بیمار بدمزاج کا نالہ معلوم ہوتا ہے۔

خبر نگہ کو نگہ چشم کو عدو جانے
وہ جلوہ کر کہ نہ مین جانون اور نہ تو جانے

خبر نگاہ کو اور نگاہ آنکھ کو اپنا دشمن سمجھے اور ایک کی دوسرے کو کانون کان خبر نہو مین اسی جلوہ کا متمنی ہون کہ نہ مجھے خبر ہو اور نہ تجھے معلوم ہو نہایت ہی نازک اور لطیف شعر کہا ہے جس کا وجدان ذوق سلیم پر منحصر ہے۔

نفس نہ انجمن آرزو سے باہر کھینچ
اگر شراب نہین انتظار ساغر کھینچ

نفس نہ نالۂ رقیب نگہ بہ اشک عدو
زیادہ اس سے گرفتار ہون کہ تو جانے

نفس نالہ کا رقیب ہے اور نگر آنسوؤں کی دشمن ہے۔ اور یہ رقابتیں باہم
چل رہی ہیں۔ ہر چیز بلا شرکت غیرے تیری خواستگار ہے۔ تجھے ان حالات کی کیا خبر
ہے۔ میری گرفتاری تیری معلومات سے بہت زیادہ ہے۔

بہ کسوت عرق شرم قطرہ زن ہے خیال مباد حوصلہ معذور جستجو جانے

میرا خیال عرق شرم کے لباس میں قطرہ زنی کر رہا ہے اور برابر اپنی مسافت
طے کرتا جاتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ حوصلہ یہ سمجھ لے کہ وہ معذور جستجو ہو گیا ہے۔

جنوں فسردہ تمکیں ہے کاش عہد وفا گداز حوصلۂ پا کو آبرو جانے

میرے جنوں کو معشوق کی تمکنت حسن نے افسردہ کر دیا ہے کاش کہ عہد وفا میرے
حوصلۂ پا کے گداز کو اپنی آبرو سمجھے۔ گداز حوصلۂ پا کو آبرو سمجھنا نہایت عجیب چیز ہے
یعنی عہد وفا کو یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ پاؤں درماندہ جستجو ہو گیا۔ بلکہ اس کو اس کے
گداز سے کام لینا چاہیئے۔

نہ ہوئے کیونکہ اسے فرض قتل اہل وفا لہو میں ہاتھ کے بھرنے کو جو وضو جانے

جو ظالم ہاتھ میں لہو لگ جانے کو وضو سمجھے پھر بھلا وہ اہل وفا کے قتل کو فرض
کیوں نہ جانے اس کے لئے تو یقینی فرض ہے۔

زباں سے عرض تمنائے خامشی معلوم مگر وہ خانہ برانداز گفتگو جانے

یہ تو ممکن ہی نہیں ہے کہ کبھی میری خامشی زبان سے تمنا کرے گی یہ تو محالات سے
ہے بس اب تو اسی طرح کام چل سکتا ہے کہ وہ خانہ برانداز میری خامشی کو بھی گفتگو
سمجھ لے۔

مسیح کشتۂ الفت ببر علی خاں ہے کہ جو اسد تپش نبض آرزو جانے

اے اسد ببر علی خان کشتۂ الفت کا مسیحا ہے کہ جو اچھی طرح نبض آرزو کی تپش کو سمجھتا ہے۔

دیکھ تری خوے گرم دل بہ تپش مدام ہے — طائر سیماب کو شعلہ رگ دام ہے

تیری خوے گرم کو دیکھ کر میرا دل مطیع تپش ہو گیا ہے گویا طائر سیماب شعلہ کے جال مین پھنسا ہوا ہے۔ طائر سیماب دل ہی اور دام شعلہ اس کی خوے گرم۔

شوخی چشم حبیب فتنۂ ایام ہے — قسمت بخت رقیب گردش صد جام ہی

گویا معشوق کی آنکھ کی شوخی فتنۂ ایام اور گردش دوران ہی جس سے بخت رقیب کی قسمت مین سیکڑون جام کی گردش آگئی ہی جو اس کے لئے وجہ آسایش و عیش ہے۔

کو نفس و چہ غبار جرات عجز آشکار — در تپش آباد شوق سرمہ صدا نام ہی

یہان نفس اور غبار کہان ہی عجز مین جسقدر جرات ہو سکتی ہے وہ ظاہر ہی حالت عجز مین کیا نفس اور کیسا غبار۔ یہان ان چیزون کا وجود ہی نہین بلکہ حالت یہ ہے کہ شوق کی تپش آباد مین سرمہ رنگو ہونے یا خاموش رہنے کا نام صدا ہے۔ بالکل ایسا ہی شعر ہے جیسا کہ اس سے پہلی غزل مین لکھا گیا ؎

گر وہ خانہ بر انداز گفتگو جانے

غفلت افسردگی تہمت تمکیں نہو — اے ہمہ خواب گران حوصلہ بدنام ہی

افسردگی نے دل مین اپنا اثر پھیلا کر ایک غفلت کی صورت پیدا کر دی ہے۔ شاعر اس سے ڈر رہا ہے اور کہتا ہے کہ یہ غفلت کہین میرے اوپر تمکنت اور غرور کی تہمت قائم نہ کرائے۔ اسکے بعد اسی غفلت کو خواب گران کہہ کے کہتا ہے کہ اے خواب گران یہ کیا اندھیر اور کیا غضب ہے دیکھ حوصلہ بدنام ہو رہا ہے اور دنیا اس کو مشکوک نگاہون سے دیکھ کر میرے اوپر نہ معلوم کیا کیا تہمتین تراش رہی ہے۔

بزم وداع نظر یاس طرب نامہ بر — فرصت رقص شرر بوسہ بہ پیغام ہی

شاعر اپنی ایک حالت بربادی کا بیان کرتا ہوا کہتا ہے کہ میری بزم اب صرف وداع نظر ہے اور میرے لئے یاس طرب کی نامہ بر ہے۔ میری فرصت ہستی ایک رقص شرر کے برابر ہے اور پیغام میرے لئے بو ہے۔

گریہ طوفاں رکاب نالہ محشر عناں بے سروساماں اسدؔ فتنہ سرانجام ہے

اس کے گریہ کی رکاب میں طوفان ہے اور اس کا نالہ محشر عنان ہے۔ تم اسدؔ کو بے سروسامان سمجھتے ہو مگر در اصل وہ فتنہ سرانجام ہے۔ یعنی اس سے بڑے بڑے فتنوں کا سرانجام ہو گا۔

ریشہ شہرت دوانیدن ہے رفتن زیر خاک خنجر جلاد برگ بید مجنون ہے مجھے

میری ترقی اور میری شہرت رفتن زیر خاک پر منحصر ہے گویا کہ خنجر جلاد میرے حق میں برگ بید مجنون کا کام دے گا جو نیچے ہی نیچے پھیلتا اور ترقی کرتا رہتا ہے۔ یعنی خنجر جلاد سبب ہو گا میرے خاک میں جانے کا۔ اور خاک میں جانا سبب ہوتا ہے ریشہ شہرت دوانیدن کا۔ تو خنجر جلاد میرے لئے برگ بید مجنون خود ہی بن جائے گا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ہر دانہ ریشہ جبھی پیدا کرتا ہے جب وہ خاک میں ملتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے ؂

خاک میں ملتا ہے دانہ سبز ہونے کے لئے

جیسے تخم ریشہ سرسبزی خاک میں مل کر نکالتا ہے۔ اسی طرح عاشق خاک میں مل کر مشہور ہوتا ہے۔

ساقیا دے ایک ہی ساغر میں سب کو مے کہ آج آرزوئے بوسۂ لبہائے میگوں ہے مجھے

اے ساقی میری خواہش اور تمنا یہ ہے کہ آج تو ایک ہی ساغر میں سب پینے والوں کو شراب پلائے تاکہ اس بہانے سے میں اُن ہونٹوں کے بوسے لے سکوں یعنی اس کا ہونٹ جو پینے کو لگے گا اور اسکے بعد وہی ساغر میرے لب تک پہونچے گا تو گویا میں اُن ہونٹوں کے بوسے لوں گا۔ یا یہ کہ پہلے اگر میں پیوں تب بھی وہی اثر ہو گا۔ اسی مضمون کو مختلف طریقے سے لوگوں نے کہا ہے کسی کا ایک مشہور شعر ہے ؂

پس از مردن بنائے جائیں گے سبوئے گِل کے
لب جانِ عشق سے بوسے ملیں گے خاک میں مل کے

ہو گئی باہم گر جوشِ پریشانی سے جمع   گردشِ جامِ تمنا دورِ گردوں ہے مجھے

اس قدر جوشِ پریشانی ہوا کہ دونوں باہم جمع ہو گئے میرے لئے گردشِ جامِ تمنا دورِ گردوں ہے۔ غرضکہ دورِ گردوں بھی پریشان کن ہے اور گردشِ جامِ تمنا بھی۔

دیکھ لے جوشِ جوانی کی ترقی بھی کہ اب   بدر کے مانند کاہش روز افزوں ہے مجھے

چاند جب پورا ہو جاتا ہے تو اس کی کاہش شروع ہوتی ہے اور وہ کاہش ہر روز زیادہ ہوتی جاتی ہے لہٰذا میرے جوشِ جوانی کی ترقی کو دیکھ کہ میں جوان ہو کر برابر گھٹ رہا ہوں۔

غنچگی ہے بر نفس سنجیدنِ فکر اے اسدؔ   در شگفتن ہائے دل دررہنِ مضموں ہے مجھے

فکرِ شعر کی حالت میرے لئے حالتِ غنچگی کی ہے کہ جب میرے دل پر یا میرے دماغ پر فکرِ شعر غالب ہوتی ہے تو بستگی اور گرفتگی سے مجھ میں صورتِ غنچگی پیدا ہوتی ہے گویا میرے دل کی شگفتگی مضمون یابی کی مرہون ہے۔ جب میں مضمون کی فکر کرتا ہوں تو میرا دل صورتِ غنچہ تنگ اور بستہ ہوتا ہے اور جب مضمون پالیتا ہوں تو پھول کی طرح کھل جاتا ہے۔

دلا عبث ہے تمنائے خاطر افروزی   کہ بوسۂ لبِ شیریں ہے اور گلو سوزی

اے دل اس تمنائے دل افروزی و آرزوئے روشندلی فضول ہے بوسۂ لبِ شیریں صرف گلو سوزی ہی کر سکتا ہے۔ اور کچھ اس سے نہیں ہو سکتا۔ گلوسوزی سے یہاں مراد رگِ جان کا جلانا ہے اور یہ معمول ہے زیادہ شیریں چیز گلوسوزی کرتی ہے۔

ہوئی ہے سوزشِ دل لیکہ داغ بے اثری   اُگی ہے دودِ جگر سے شبِ سیہ روزی

میری سوزش دل چونکہ بے اثر ہے اور وہی بے اثری ہے داغ پڑا ہو اسی لئے
میرے دود جگر سے شب یہ روزی پیدا ہوتی ہے ؎
آشفتگی نے نقش سویدا کیا درست
ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دود تھا

بہ پرفشانی پروانہ چراغ مزار — کہ بعد مرگ بھی ہے لذت جگر سوزی

چراغ مزار کے پروانے کی پرفشانی کی قسم ہے کہ مرنے کے بعد بھی جگر سوزی کی لذت باقی رہتی ہے۔

تپش تو کیا نہوئی مشق پرفشانی بھی — رہا میں ضعف سے شرمندۂ نوآموزی

تپش کیسی پرفشانی کی مشق بھی نہو سکی اور میں پر بھی نہ ہلا سکا۔ اس کا باعث ضعف تھا جس کی وجہ سے میں نوآموزی کا شرمندۂ احسان رہا۔ اور اس حد سے آگے نہ بڑھ سکا۔

اسد ہمیشہ پئے کفش پائے سیم تنان — شعاع مہر سے کرتا ہے چرخ زردوزی

اے اسد آسمان ہمیشہ سورج کی زرتار شعاعوں سے سیم تنوں کے کفش میں زردوزی کا کام کیا کرتا ہے۔

آرزوئے خانہ آبادی نے ویران تر کیا — کیا کروں گر سایۂ دیوار سیلابی کرے

مجھے خانہ آبادی کی آرزو نے اور بھی زیادہ ویران کیا اور سایہ دیوار سیلاب کا کام کرتا رہا۔ اب اسے کیا کروں اور اس کا کیا علاج ہے۔

نغمہا وابستۂ یک عقدۂ تار نفس — ناخن تیغ بتان شاید کہ مضرابی کرے

تمام نغمے تار نفس کے ایک عقدے سے وابستہ ہیں ممکن ہے کہ حسینوں کے ناخن کی تیغ مضراب کا کام دیکر اس تار سے کوئی صدا پیدا کرے۔

صبحدم وہ جلوہ ریز بے نقابی ہو اگر — رنگ رخسار گل خورشید مہتابی کرے

صبح کے وقت اگر وہ بے نقاب ہو کر جلوہ آرائے چمن ہو تو گل خورشید کا رنگ رخسار مہتابی کا کام دے یعنی سورج مکھی کا پھول باوجودیکہ زرد ہوتا ہے لیکن اس سے چاندنی پھیل جائے یا رخسار گل خورشید پر چاندنی پھیل جائے۔

زخمہائے کہنہ دل رکھتے ہیں جوں مردگی — اے خوشا گر آب تیغ تیز تیزابی کرے

میرے دل کے پرانے زخموں میں ایک حالت مردگی پیدا ہو گئی ہے کیا اچھا ہو اگر میرے محبوب کی تیز تلوار کا پانی ان پر پڑ کر تیزاب کا کام دے اور وہ صاف ہو جائیں۔

بادشاہی کا جہاں یہ حال ہو غالب تو پھر — کیوں نہ دلی میں ہر اک ناچیز نوابی کرے

اے غالب دلی کی بادشاہی ایسی ہی ہے جیسے ایک چھوٹے موٹے نواب کی۔ پھر جب بادشاہی یہاں کی یہ ہوئی تو ظاہر ہے کہ ہر ایک ناچیز اور ادنی آدمی بھی نوابی کا دعوی کر سکتا ہے یا یہ کہ جب دلی کی شاہی اس قدر کمزور ہو گئی ہے تو پھر کیوں نہ ہر ایک ادنی اعلی آدمی کو نوابی کا دعوی ہو۔

صبح سے معلوم آثار ظہور شام ہے — غافلاں آغاز کار آئینہ انجام ہے

صبح کا نمودار ہونا علامت شام کے ہونے کی تو اے غافلو تم کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہر ایک چیز کا آغاز انجام کا آئینہ ہے۔

بسکہ ہیں صیاد راہ عشق میں مصروف کمین — جادۂ رہ سر بسر مژگان چشم دام ہے

چونکہ جابجا راہ عشق میں صیاد گھاتوں میں لگے ہوئے ہیں تو جادۂ راہ کو سراسر رشتہ دام سمجھنا چاہیے یا جادے تمام چشم دام کے مژگان ہیں۔

بسکہ تیرے جلوۂ دیدار کا ہے اشتیاق — ہر بت خورشید طلعت آفتاب بام ہے

بجونکہ تیرے جلوۂ دیدار کا سب کو اشتیاق ہے اس واسطے ہر حسین خورشید طلعت
آفتاب لب بام بنا ہوا ہے یعنی تیری آمد کے اشتیاق میں بام پر جلوہ افروز ہے آفتاب
لب بام میں ایہام ہے یعنی ہر حسین خورشید طلعت رو بہ زوال اور قریب بہ اختتام ہے۔

کیا کمال عشق نقص آباد گیتی میں ملے ‌ ‌ ‌ پختگی ہائے تصور یاں خیال خام ہے

دنیا ایک نقص آباد یعنی نقص کی جگہ ہے یہاں کمال کا ملنا ناممکن اور محال ہے
اس قسم کے خیال پکانا محض خام خیالی ہے اور کچھ بھی نہیں۔

ہو جہاں وہ ساقی خورشید رو مجلس فروز ‌ ‌ ‌ واں اسدؔ تار شعاع مہر خط جام ہے

اے اسد جس جگہ وہ ساقی خورشید رو مجلس افروز ہو یعنی مجلس میں بیٹھے وہاں
آفتاب کے تار شعاع خط جام کا کام کریں گے۔ یعنی اہل مجلس کو سرشار ذوق کردینگے
یعنی چونکہ وہ ساقی خورشید رو ہے لہذا شعاع مہر خط جام ہو جائے گی۔

مستعد قتل یک عالم ہی جلاد فلک ‌ ‌ ‌ کہکشاں موج شفق میں تیغ خوں آشام ہی

جلاد فلک یعنی خود فلک ایک عالم کے قتل پر مستعد اور آمادہ ہے موج شفق
میں چھپی ہوئی کہکشاں کو تلوار خون آشام سمجھنا چاہئے۔ جو دنیا کے خون بہانے کیلئے
نکالی گئی ہے۔ جلاد فلک ستارہ مریخ کو بھی کہتے ہیں۔ مگر یہاں مریخ مراد نہیں ہے۔

اے خوشا وقتے کہ ساقی یک خمستاں وا کرے ‌ ‌ ‌ تار پود فرش محفل پنبۂ مینا کرے

وہ وقت اور وہ موسم بھی کیا اچھا ہوگا جب کہ ساقی ایک خمستان کھول دے
اور پنبۂ مینا سے فرش محفل کی تار و پود کرے۔ یعنی محفل بھر میں پنبہ مینا بچھا ہوا نظر آئے
خمستان سے مراد بہت سے ظروف شراب یا مٹکے یا شیشہ شراب ہیں۔

جو عزادار شہیدان نفس دزدیدہ ہو ‌ ‌ ‌ نوحہ ماتم بہ آواز پر عنقا کرے

جو شخص کہ ان لوگوں کا عزادار اور ماتم کرنے والا ہو جو دم چرائے ہوئے

اور زبان تالو سے لگائے ہوئے خاموش بیٹھے ہیں اس کو اس طرح ماتم کرنا چاہیے کہ عنقا
کی آواز سے ماتم کرے ۔ ظاہر ہے کہ عنقا خود ایک معدوم چیز کو کہتے ہیں اور جب وہ معدوم
ہے تو اس کے پر کی آواز بھی معدوم ہوگی اور اس کے پر کی آواز معدوم ہوگی تو ماتم بھی معدوم
ہوگا یعنی اس کو چاہیئے کہ وہ ماتم بھی اس طرح کرے کہ ماتم نہ معلوم ہو۔

توڑ بیٹھے جبکہ ہم جام و سبو پھر ہم کو کیا آسمان سے بادہ گلفام گو برسا کرے

جام و سبو توڑنے والے اور مے کشی کو چھوڑنے والے آدمی کو اس سے کیا خوشی
ہو سکتی ہے کہ آسمان سے شراب برس رہی ہے ۔ آسمان سے شراب برستی ہے تو برسا کرے
اس کے لئے سب بیکار اور فضول ہے ۔

ناتوانی سے نہیں سر در گریبانی اسد ہوں سراپا یک قلم تسلیم جو مولا کرے

اے اسد میں جو گریبان میں سر ڈالے خاموش بیٹھا ہوں اس کو یہ نہ سمجھنا چاہیئے
کہ میں ناتوان ہوں بلکہ میرا شیوہ اور میرا طریقہ تسلیم و توکل ہے میں راضی برضا ہوں
جو کچھ خدا کرے مجھے سب منظور ہے ۔

بہار تعزیت آباد عشق ماتم ہے کہ تیغ یار ہلال سپہر محرّم ہے

عشق ایک تعزیت آباد ہے جہاں کی بہار یہی ہے کہ ہمیشہ وہاں نوحہ ماتم ہوتا رہے
کیونکہ وہاں کا ہلال تیغ یار ہے اور وہ ماہ محرم سے مشابہ ہے اور ماہ محرم میں ہمیشہ نوحہ و
ماتم کی کثرت ہوتی ہے ۔

بہم ضبط ہے آئینہ بندی گوہر وگرنہ بحر میں ہر قطرہ چشم پرنم ہے

یوں کہئے کہ موتی کی آئینہ بندی محض ضبط ہے اور ضبط ہی نے اس کی آئینہ بندی
کو قائم رکھا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ دریا کا ہر قطرہ ایک چشم پرنم ہے ۔ اسی طرح موتی بھی دریا کا
ایک قطرہ ہے اگر اس کی آئینہ بندی کو ضبط روکے ہوئے نہ ہو تو کام خراب ہو جائے ۔

چمن میں کون ہے طرز آفرین شیوۂ عشق کہ گل ہنوز لب رنگین و بیضۂ شبنم ہے

سمجھ مین نہین آتا کہ چمن مین کون طرز آفرین عشق ہے یعنی چمن کو کون آئین عشق سکھا رہا ہے ہم دیکھتے ہین کہ گل ایک بلبل رنگین ہے اور شبنم بیضۂ بلبل ہی جو پیدائش عاشق کا سبب ہے۔ بلبل خود عاشق بیضہ سبب پیدائش عاشق تو لازم آیا کہ چمن مین ضرور کوئی طرز آفرین عشق موجود ہے۔

اگر نہووے رگ خواب صرف شیرازہ   تمام دفتر ربط مزاج برہم ہے

اگر رگ خواب شیرازہ بندی اجزائے مزاج نہ کرتی رہے تو مزاج کا تمام دفتر برہم اور ابتر ہو کر تباہ ہو جائے یعنی مزاج تباہ ہو جائے۔ طب کے قول کے موافق یقیناً اجزائے ما یتحلل کا بدل ہو جاتی ہے یہ صحیح ہے مگر مین یہ نہین سمجھا کہ یہ شعر ہے یا مسئلہ طب۔

اسد بہ نازکی طبع آرزو انصاف   کہ ایک وہم ضعیف و غم دو عالم ہے

اے اسد ذرا طبع آرزو کی نزاکت کی داد دینا اور انصاف کرنا کہ ایک ضعیف وہم پر دونون جہان کا بار پڑا ہوا ہے یا یہ کہ اے طبیع آرزو انصاف کی نزاکت کی قسم ہے کہ مین ایک وہم ضعیف ہون جس پر دونون جہان کا بوجھ ہے۔

زبان بہ کام خموشان ز فرط تلخی ضبط   بہ رنگ پستہ بہ زہر آب دادہ پیکان ہے

تلخی ضبط کی کثرت کی وجہ سے چپ رہنے والے لوگون کے تالو مین زبان پستہ کی طرح سبز ہو گئی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ زہر آب مین بجھا ہوا پیکان ہے۔

لب گزیدۂ معشوق ہے دل افگار   نشان برش شمشیر زخم دندان ہے

میرا زخمی دل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی معشوق کا کاٹا ہوا ہونٹ اس کے اوپر تلوار کے نشانات معلوم ہوتے ہین کہ دانت کے نشانات ہین۔

کشود غنچہ دلہا عجب نہ رکھ غافل   صبا خرامی خوبان بہار سامان ہے

اے غافل تو اس بات سے کیون تعجب کرتا ہے اور کیون اس بات کا منکر ہے کہ

غنچہ ہائے دل کھل ہی نہیں سکتے۔ تجھے کچھ معلوم بھی ہے معشوقوں کا ہوا کی طرح خرام ناز کرنا۔ بہار کے سامان پیدا کر دینے والا ہے لہٰذا دل کے غنچے کا کھلنا کونسی بڑی بات ہے۔

فغان کہ بہرِ شفا رد حصول ناشدنی دماغ ناز کش منت طبیبان ہے

فریاد ہے فریاد ہے کہ ایک ایسی چیز کے حاصل کرنے کے واسطے جو حاصل نہیں ہو سکتی دماغ زبردستی اطبا کا زیر بار احسان ہو رہا ہے یعنی شفا مجھے کبھی حاصل نہ ہوگی بے کار میں ان لوگوں کے احسانات اٹھا رہا ہوں۔

اسد جہان کہ علی پر سر نوازشس ہو کشاد عقدۂ دشوار کار آسان ہے

اے اسد جس جگہ حضرت علی کی مہربانیاں ہوں وہاں کوئی دشواری دشواری نہیں بلکہ عقدہ دشوار کا حل ہو جانا وہاں ایک آسان کام ہے۔

شفق بہ دعوی عاشق گواہ رنگین ہے کہ ماہ دزد حنائے کف نگارین ہے

ماہ شفق آلود کو دیکھ کر عاشق کا دعوی ہے کہ چاند نے میرے محبوب کے کف نگارین سے مہندی چرائی ہے اور اس کے دعوے پر گواہ رنگین شفق ہے جو یہ حال بتا رہا ہے۔

دوسرے یہ کہ ماہ دزد حنا ہے اور یہ وہ چور ہے جو میرے محبوب کے کف نگارین میں رہ گیا ہے۔ دزد حنا اس سفیدی کو کہتے ہیں جو مہندی لگاتے وقت سہواً ہاتھ میں رہ جاتی ہے یا نقش و نگار کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں۔ اسی نقش یا اسی خالی جگہ کو چاند کہکر شفق کو اپنے دعوے کا گواہ بنایا ہے۔ دزد حنا کے واسطے شفق کا گواہ ہونا نہایت موزون اور مناسب ہے یہی دوسرے معنی زیادہ مناسب معلوم ہوتے ہیں۔

جوہر آئینہ سان مژگان بہ دل آسودہ ہے قطرہ جو آنکھوں سے ٹپکا سو نگاہ آلودہ ہے

جیسے جوہر آئینہ آئینہ کے دل میں مقیم ہے بالکل ایسے ہی مژگان دوست کا مقام میرے دل میں ہے اور وہ یہاں آسودہ ہے۔ اب حالت یہ ہے کہ جو قطرۂ اشک میری آنکھوں سے ٹپکتا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ کسی نگاہ سے ملتا اور مس کرتا ہوا آیا ہے۔

دام گاہ عجز میں ساماں آسایش کہاں — پرفشانی بھی فریب خاطر آسودہ ہے

عاجزی کی دام گاہ میں آسایش کا سامان کہاں رکھا ہوا ہے یہ سمجھ لیجئے کہ پرفشانی دراصل پرفشانی نہیں ہے بلکہ دل آسودہ کا فریب ہے۔

ہے سواد خط پریشاں موئے اہل عزا — خامہ میرا شمع قبر کشتگاں کا دودہ ہے

میرے خط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل عزا کے ماتم میں بکھرے ہوئے بال ہیں اور میرا قلم گور غریباں کے چراغ کا جما ہوا دھواں ہے۔

جس طرف سے آئے ہیں آخر ادھر ہی جائینگے — مرگ سے وحشت نکر راہ عدم پیمودہ ہے

ہم جہاں سے آئے ہیں اسی جگہ ہم کو پھر جانا ہے مرنے سے گھبرانا کیلئے عدم کی راہ ہماری دیکھی ہوئی ہے۔ خوف کس بات کا ظاہر ہے کہ انسان کا وجود بین العدمین ہے پہلے عدم تھا پھر وجود ہوا پھر عدم ہوگا۔ منہا خلقناکم وفیہا نعیدکم الخ۔

پنبۂ مینائی بھی رکھ لو تم اپنے کان میں — ہے پریشاں ناصح بیصرفہ گو بیہودہ ہے

اے رند ناصح بڑا بیہودہ ہے فضول اپنی زق زق بق بق لگائے ہوئے ہے اس کی اس فضول جھک جھک کے سننے سے بچنے کی ترکیب بس یہی ہے کہ پنبۂ مینا یعنی وہ روئی جو کاگ کی بجائے یا کاگ کے ساتھ بوتل میں لگاتے ہیں تم اپنے کان میں رکھ لو تو اس کی اس خرافات کے سننے سے نجات حاصل ہوگی۔

کثرت انشائے مضمون تحیر سے اسد — ہر سر انگشت نوک خامہ فرسودہ ہے

اے اسد میں نے حیرت کے مضمون اس کثرت سے لکھے اور انشا کئے ہیں کہ ہر انگلی کا سر گھسے ہوئے قلم کی نوک معلوم ہوتا ہے۔ یعنی لکھتے لکھتے انگلیاں گھس گئی ہیں۔

بہر پروردن سراسر لطف گستر سایہ ہے — پنجۂ مژگاں بطفل اشک دست دایہ ہے

کسی کا سایہ سر پر ہونا لطف گستری کی علامت اور دلیل ہے گویا یہ سایہ پرورش ہے جب یہ مسلم ہے تو معلوم ہوا کہ پنجہ مژگان طفل اشک کے واسطے دست دایہ ہے۔ یعنی پنجۂ مژگان ہی طفل اشک کو پرورش دیتا اور پالتا ہے۔ کچھ لطیف مضمون نہیں ہے۔

فصل گل میں دیدۂ خونیں نگاہان جنون — دولت نظارۂ گل سے شفق سرمایہ ہے

بہار کے زمانہ میں مجنونان خونیں نگاہ کی آنکھیں پھولوں کے دیکھنے کی وجہ سے سرمایہ اندوز مسرت و رنگینی ہیں اور ایسی سرخ ہیں کہ اُنپر دھوکا ہوتا ہے کہ ان میں شفق بھری ہوئی ہے شفق سرمایہ سے مراد سرخی ہے۔

شورش باطن سے یان تک مجکو غفلت ہے کہ آہ — شیون دل یک سرود خانہ ہمسایہ ہے

شورش دل کے سبب سے میری غفلت اتنی بڑھ گئی ہے اور اتنی بیخبری مجھ میں پیدا ہو گئی ہے کہ اب میں خود اپنے دل کے شیون کو بھی نہیں پہچانتا اور دل کا شیون بھی ہمسایہ کے گھر کا گانا معلوم ہوتا ہے یعنی غفلت کا یہ عالم ہے کہ دل کو مجھ سے اور مجھے دل سے بالکل بیگانگی ہے۔

کیون نہ تیغ یار کو مشاطۂ الفت کہون — زخم مثل گل سراپا کے مرے پیرایہ ہے

مشاطہ کنگھی کرنے والی عورت کو کہتے ہیں اور مجازاً اس کو جو عورتون کا یا دلہن کا بناؤ سنگھار کرتی ہے اسی بنا پر شاعر کہتا ہے کہ میرے لئے تیغ یار مشاطۂ الفت ہو کہ اس نے میری محبت کو زینت دی میرے تن پر زخم ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے سراپا پھولون سے لدا ہوں یا پھولون کا لباس پہنے ہوئے ہون۔

اے اسدؔ آباد ہے مجھ سے جہان شاعری — خامہ میرا تخت سلطان سخن کا پایہ ہے

اے اسد جہان شاعری میرے ہی دم سے آباد ہے اور اس کی تمام زیب زینت مجھی سے ہے گویا سخن ایک بادشاہ تخت نشین ہے۔ اور میرا قلم اس کے اورنگ سلطنت کا پایہ ہے۔

چشم گریان بسمل شوق بہار دید ہے — اشک ریزی عرض بال افشانی امید ہے

میری چشم گریان شوق بہار دید کی بسمل ہے اور اشک ریزی کشایش بازوے امید
کا ظاہر کرتا ہے۔

دامن گردون مین رہ جاتا ہے ہنگام وداع　　گوہر شب تاب اشک دیدہ خورشید ہے

اکثر ہوتے وقت غم جدائی سے مل کر روتے اور آنسو بہاتے ہین اسی کو پیش نظر رکھکر
شاعر کہتا ہے کہ سورج روز غروب کے وقت آسمان سے رخصت ہو کر جاتا ہے اور آنسو بہاتا ہے
چلتے وقت جو آنسو اس کی آنکھ سے گر کر دامن گردون مین رہ جاتے ہین وہی رات کو
گوہر شب تاب بن کر چمکتے ہین اب خواہ گوہر شب تاب سے مراد چاند لیجئے یا کوئی تارا۔

رتبہ تسلیم خلت مشربان عالی ہے　　چشم قربانی گل شاخ ہلال عید ہے

وہ لوگ جن کا مذہب اور مشرب ہی دوستی ہے اُن کا رتبہ تسلیم بہت ہی بلند ہے۔
دیکھو قربانی ہونے والے جانور کی آنکھ شاخ ہلال عید اضحیٰ کا ایک پھول ہے یہ ایک خیالی
مضمون ہے زیادہ سے زیادہ تمثیلی ہے اور بس۔

کچھ نہین حاصل تعلق مین بغیر از کشمکش　　اے خوشا رندے کہ مرغ گلشن تجرید ہے

تعلق مین سوائے کشمکش کے کچھ حاصل نہین ہوتا وہ رند بہت اچھا جو مجرد ہے۔
اور تعلقات دنیوی سے علیحدہ رہ کر باغ تجرید کی بہار لوٹ رہا ہے۔

فرصت آئینہ صد رنگ خود آرائی ہے　　روز و شب یک کف افسوس تماشائی ہے

فرصت یعنی مہلت زندگی ایک آئینہ ہے جس مین سیکڑون قسم کی خود آرائیون کے
جلوے نظر آتے ہین مگر بجز شوق دیکھنے کا وقت نہین۔ اسی افسوس مین رات اور دن
ایک کف افسوس بن گئے ہین یعنی شب و روز اصل مین شب و روز نہین بلکہ تماشائی کا کف
افسوس ہین۔ شب و روز کی تشبیہ کف افسوس سے اسلئے دی ہے کہ افسوس مین بھی دونون
ہاتھ ملا کرتے ہین اور ان شب و روز مین سے گویا ایک ہاتھ دن ہے اور دوسرا ہاتھ
رات ہے۔

وحشت زخم وفا دیکھ کہ سر تا سر دل — بخیہ جون جوہر تیغ آفت گیرائی ہے

وہ زخم جو وفا کی وجہ سے میرے دل میں پڑا ہے اس کی وحشت نہ پوچھیے یہ حالت ہے کہ دل میں اس سرے سے اس سرے تک اس زخم کی بخیہ ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے تلوار کا جوہر اور وہ آفت خیز گیرائی ہو گئی ہے یعنی اس کی گیرائی نے ایک آفت برپا کردی ہے۔

شمع آسا-چہ سر دعوی دکو پائے ثبات — گل صد شعلہ بیک جیب تماشائی ہے

ہم سوختہ بخت شمع کی مانند ہیں نہ ہم کو دعوی کا خیال ہے اور نہ ہم میں قیام وثبات کی طاقت ہے ہم وہ ہیں کہ ہمارے دیکھنے والوں کے دامن میں ہم کو دیکھ کر سیکڑوں شعلے بھر جاتے ہیں یعنی بے قرار ہو جاتے ہیں۔

نوائے خفتہ الفت اگر بیتاب ہو جاوے — پر پروانہ تار شمع پر مضراب ہو جاوے

وہ نغمہ کیفیات جو محبت میں فی نفسہ موجود ہے اسباب غم وضبط کی وجہ سے دبا ہوا ہے اسی لئے اس کو نوائے خفتہ الفت کہا ہے یعنی محبت کی وہ آواز جو سو رہی ہے اگر اسکی خوابیدگی دفع ہو کر اس میں کیفیت اضطراب و بے قراری پیدا ہو جاوے تو اس کے اثر سے پروانہ سوختہ کے پر مضراب شمع پر مضراب کا کام کرنے لگیں یعنی اس کی تاثیر شمع پر بھی ہو گویا یہ ممکن نہیں ہے کہ عاشق کے جذب کا معشوق پر اثر نہ پڑے۔

ز بس طوفان آب و گل ہے غافل کیا تعجب ہے — کہ ہر اک گردباد گلستان گرداب ہو جاوے

چونکہ دنیا میں ہر طرف آب و گل کا ایک طوفان اٹھا ہوا ہے اسی لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ کوئی تعجب نہیں ہے کہ باغ میں جو بگولے نظر آتے ہیں وہ گرداب کی صورت اختیار کر لیں

اثر میں یا نتک اے دست دعا اعجاز پیدا کر — کہ سجدہ قبضہ تیغ خم محراب ہو جاوے

لہ بخیہ مذکر بھی بولا جاتا ہے مگر میری زبان پر مونث ہے۔

اے دست دعا تجکو چاہیے کہ تو دعا مین اس قدر اعجاز پیدا کرے کہ وہ سجدہ جو تو محراب مین ادا کرتا ہے وہ تیغ خم محراب کے لئے قبضہ بن جائے یعنی محراب اگرچہ خود ایک تیغ ہے مگر بغیر قبضہ کے بیکار ہے کہ تیرا سجدہ اس کو باکار بنا دے مطلب یہ ہے کہ سجدہ باعث نازش محراب ہو جائے ۔

برنگ گل اگر شیرازہ بند بیخودی رہیے ہزار آشفتگی مجموعہ یک خواب ہو جائے

گل دراصل بیخود ہے اور بیخودی اُسکی ایک ایک رگ مین چھپی ہوئی ہے مگر ہوا یہ کہ اُس نے اپنی بیخودی کو مجتمع کر لیا ہے اور اس اجتماع سے شیرازہ بندی کی صورت پیدا ہو کر اس مین ایک حسن پیدا ہو گیا ہے اسی طرح آپ بھی اگر پریشانیون کا ایک مجموعہ بنا لیجئے اور مجتمع رکھئے تو ہزار آشفتگیان ایک خواب راحت کا مجموعہ بن سکتی ہین ۔

اسد باوصف عجز بے تکلف خاک گردیدن غضب ہے گر غبار خاطر احباب ہو جائے

اسد باوصف اس کے کہ عجز سے خاک ہو کر رہ گیا ہے ۔ اب بھی اگر وہ غبار خاطر احباب ہو جائے تو بڑا ہی غضب ہے ۔ یعنی باوجود اتنے عجز کے بھی اگر لوگ اس سے کینہ رکھین تو بڑا ستم ہو ۔

تا چند ناز مسجد و بتخانہ کھینچیے جون شمع دل بہ خلوت جانانہ کھینچیے

کہان تک مسجد اور بت خانہ کے ناز اٹھائیے اور تابکے ان دونون مین قیام و مقام کی حرص کیجئے ۔ بہتر یہ ہے کہ شمع کی طرح خلوت خانہ محبوب مین جا کر گوشہ نشین ہو جائیے اور دیر و حرم سے کوئی واسطہ نہ رکھئے ۔

بہزاد نقش یک دل صد چاک عرض کر گر زلف یار کھینچ نہ سکے شانہ کھینچیے

اے بہزاد تو ایسے دل کی شبیہ کھینچکر دکھا دے جو غم و الم سے صد چاک ہو گیا ہے اگر تجھ سے یہ ممکن نہین ہے کہ معشوق کی زلف کی تصویر کھینچے تو خیر اچھا نہ سہی یہ تو ہو سکتا ہے کہ ایک شانہ یعنی دل صد چاک کی تصویر کھینچ دے یعنی اگر معشوق کا راز حسن نہ کھول سکے تو اپنے

رمز عشق کا اظہار کر۔

عجز و نیاز سے تو نہ آیا وہ راہ پر — دامن کو اسکے آج حریفانہ کھینچیے

اس سے ہزار کچھ عجز و نیاز کیا ہزار خوشامد درآمد کی مگر وہ ظالم کسی طرح سے راہ پر نہ آیا اب آرزو یہ ہے کہ زبردستی آج اس کا دامن کھینچ لیا جاے۔ یہ شعر ایسا ہی ہے ؎

ہم سے کھلجاؤ بوقت مے پرستی ایکدن
ورنہ ہم چھیڑینگے رکھ کر عذر مستی ایکدن

ہے ذوق گریہ عزم سفر کیجیے اسدؔ — رخت جنون سیل بہ ویرانہ کھینچیے

گریہ کا ذوق ہے تو اے اسد سفر کا ارادہ کر دآبادی کو چھوڑ دو اور اس سیل خانماں خراب کو ویرانہ کی طرف لے جاؤ۔

حیرت حجاب جلوہ و وحشت غبار راہ — پاے نظر بہ دامن صحرا نہ کھینچیے

حیرت جلوہ کا حجاب ہے یعنی حیرت جلوہ کو روکتی اور اس راہ مین سد راہ ہوتا ہے اور وحشت راستہ کا غبار بنی ہوئی ہے لہذا کبھی نظر کا پاؤں دامن صحرا کی طرف نہ اٹھائیے یہ بیکار اور فضول ہے اور سفر میں اس سے کوئی حاصل نہین۔

خود نامہ بن کے جائیے اوس آشنا کے پاس — کیا فائدہ کہ منت بیگانہ کھینچیے

وہ ایک آشنا اور دوست ہے پھر جب یہ آشنائی اور شناسائی ہے تو کیا ضرورت ہے کہ توسل ڈھونڈھئے۔ اور وسیلے تلاش کیجئے اگر اسکو خط بھیجنا ہے تو نہ نامہ بر کی ضرورت ہے اور نہ پیغامبر کی نہ نامہ کی بلکہ خود نامہ بن کر اسکے پاس پہونچ جائیے واسطے اور وسیلے بیکار ہین۔

گر صفحہ کو نہ دیجیے پرواز سادگی — جز خط عجز نقش تمنا نہ کھینچیے

اصل تو مناسب اور بہتر یہی ہے کہ صفحۂ دل کو تمام نقوش علائق سے پاک وصاف رکھئے اور اگر ایسا ممکن نہو اور آپ اس صفحہ کو سادہ نہ رکھ سکیں تو خبردار خبردار اس پر کوئی نقش تمنا نہ کھینچئے بلکہ اگر نقش کھینچنا ہی ضرور ہی تو اس پر خط عجز تمنا کھینچئے۔

دیدار دوستان لباسی ہے ناگوار　　صورت بہ کارخانہ دیبا نہ کھینچئے

وہ دوست جو صرف لباسی دوست ہیں یعنی دلی یا حقیقی دوست نہیں ہیں بلکہ انہوں نے صرف دوستوں کا لباس پہن رکھا ہو ان کی صورت سے نفرت ہے اور ان کا دیدار پسندیدہ نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ دیبا کے اوپر تصویریں نہ بنائی جاویں کیونکہ گو بظاہر یہ انیس وجلیس ہیں مگر درا صل ان کو نہ کوئی ہمدردی ہے نہ دوستی ہے۔ نقوش دیبا کو دوستان لباسی کہنا حد درجہ لطیف اور پاکیزہ ہے۔

ہے بے خمار نشہ خون جگر اسد　　دست ہوس بہ گردن مینا نہ کھینچئے

اے اسد خون جگر کی شراب میں خمار نہیں ہے لہذا اسی کو پی لیجئے۔ اور بیکار دست ہوس گردن مینا میں نہ ڈالئے اس شراب کا کوئی شراب مقابلہ نہیں کر سکتی۔

ہیں مشق وفا جانتے ہیں لغزش پا تک　　اے شمع تجھے دعوئ ثابت قدمی ہے

اے شمع ہم کو وفا کی مشق ہے اور مدتوں ہم نے اس وادی کی رہنوردی کی ہے ہمکو اس راہ کے نشیب وفراز سے بخوبی آگاہی ہے ہم سمجھتے ہیں کہ لغزش پا کس کہتے ہیں اور ثابت قدمی کس کا نام ہے تو ہمارے سامنے ثابت قدمی کا دعویٰ کرتی ہے بس رہنے دے ہم خوب سمجھتے ہیں اور ہم اچھی طرح تیری لغزش پا کو دیکھ رہے اور سمجھ رہے ہیں تیرے قدم راہ عشق میں ڈگمگا رہے ہیں۔ شمع کی لرزش کو لغزش پا کہا ہے اور کیا خوب کہا ہے۔

واماندۂ ذوق طرب وصل نہیں ہوں　　اے حسرت بسیار تمنا کی کمی ہے

اے میری حسرت بے پایاں کہیں غلطی سے یہ نہ سمجھنا کہ مجھے وصل کی خوشی اور مسرت نے واماندہ کر کے آئندہ کے واسطے بیکار کر دیا ہے اور اب تمنائیں باقی نہیں ہیں سیر ہو رہا ہوں

کہ اس افزونی اور کثرت تمنا کو کچھ نہیں سمجھتا اور میرے نزدیک ابھی آرزوؤں کی کمی ہے۔

مژہ پہلوئے چشم اے جلوہ ادراک باقی ہے ہوا وہ شعلہ داغ اور شوخی خاشاک باقی ہے

اس شعر میں آنکھ کو شعلے سے اور مژہ کو خاشاک سے استعارہ کیا ہے جو مصرع ثانی میں ہے کہتے ہیں کہ اے جلوۂ ادراک تیری تجلی نے میری آنکھ کو جلا دیا۔ مگر ہنوز مژہ باقی ہیں گویا کہ شعلہ تو جل کر خاک ہو چکا اور کچھ نہیں رہا مگر خار و خس کی شوخی ہنوز باقی ہے اور یہ نہایت ہی تعجب انگیز ہے کہ شعلہ جل بجھے اور خس و خاشاک رہ جائے۔

ہوا ترک لباس زعفرانی دلکشا لیکن ہنوز آفت نسب اک عقدہ یعنی چاک باقی ہے

میں نے لباس زعفرانی یعنی رنگین لباس کو چاک کر دیا ہے اور یہ میں وجہ میرے لیے باعث دلکشائی و تفریح ثابت ہوا مگر بذات خود چاک جو ایک چیز ہے وہ باقی ہے اور یہ بھی آفت نسب ہے ظاہر ہے کہ جو آفت آئی ہے وہ اسی کی صورت میں آئی ہے۔

چمن زار تمنا ہو گئی صرف خزاں لیکن بہار نیم رنگ آہ حسرتناک باقی ہے

میری چمن زار تمنا کی بہار کو خزاں نے لوٹ لیا اور وہ سب خزاں کے کام آگئی مگر حسرتناک آہ کی بہار نیم رنگ باقی رہ گئی ہے سراج اورنگ آبادی کا ایک شعر ہے ؎

چلی سمت غیب سے اک ہوا کہ چمن سرور کا جل گیا

مگر ایک شاخ نہال غم جسے دل کہیں سو ہری رہی

نہ حیرت چشم ساقی کی نہ صحبت دور ساغر کی مری محفل میں غالب گردش افلاک باقی ہے

شاعر اپنی حالت انقلاب کو بیان کرتا اور کہتا ہے کہ اے غالب زمانہ بدل گیا انقلاب ذرہ ذرہ پر چھا گیا۔ اب میری محفل میں نہ چشم ساقی کی حیرت رہی اور نہ دور ساغر کی صحبت رہی اب ان کے بجائے میری بزم میں گردش افلاک کا دور دورہ ہے۔

شکل طاؤس گرفتار بنایا ہے مجھے ہوں وہ گلدام کہ سبزے میں چھپایا ہے مجھے

طاؤس کے نقش و نگار کو حلقہ ہائے دام تصور کر کے طاؤس کو ایک مُرغ گرفتار دام بنایا گیا ہے شاعر اسی سے خود کو تشبیہ دیتا اور کہتا ہے کہ طاؤس کی مانند مجھے بھی گرفتار بنایا ہے اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر ان مین طاؤس کے سے نقش و نگار کہان ہین تو کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ اپنے آپ کو گلدام بتایا ہے اور گلدام کے لغوی معنی اگرچہ چھوٹے جال یا مطلق جال کے ہین مگر اس لحاظ سے کہ اس مین گل کا لفظ موجود ہے کہہ سکتے ہین کہ وہ جال جو پھولون کے واسطے یا پھولون سے بنایا ہوا اور اسی صورت مین طاؤس سے اس کی تشبیہ صحیح ہو گی - یعنی مین گل دام ہون کہ سبزہ پر بچھا ہون اور طاؤس کی طرح گرفتار ہون -

بیدماغ تپش و عرض دو عالم فریاد ہون مین وہ خاک کہ ماتم مین اڑایا ہے مجھے

تپش یا تڑپ کا مجھے دماغ نہین اور کثرت فریاد کی مجھے ضرورت ہے گویا کہ مین ایک خاک ہون جسے ماتم مین اڑایا گیا ہے جو خاک ماتم مین اڑائی گئی ہو اس کا یہی کام ہے کہ فریاد کا اظہار کرے -

جام ہر ذرہ ہے سرشار تمنا مجھ سے کس کا دل ہون کہ دو عالم سے لگایا ہے مجھے

دنیا کے ہر ایک ذرہ کو ایک جام فرض کر کے کہا ہے کہ ہر ذرہ کے جام مین میری تمنا بھری ہوئی ہے اور میری تمنا آموزی سے سرشار ہے اے خدا آخر مین کس کا دل ہون کہ مجھے دونون عالم سے وابستہ کیا ہے یعنی آخر کس شیفتہ و فریفتہ کا مین دل ہون کہ ہر ایک سے میرا تعلق رکھا گیا ہے -

جوش فریاد سے لونگا دیت خواب اسدؔ شوخی نغمۂ بیدل نے جگایا ہے مجھے

میرے عالم خواب کا جوش فریاد نے خون کر دیا - اب مین اسی جوش فریاد سے اپنے خواب اور اپنی نیند کا خون بہا لون گا - گویا کہ مین پڑا سو رہا تھا کہ مجھے مرزا بیدل کے شوخ نغمے نے بیدار کر دیا - یعنی مین بے خبر تھا مگر مجھے طرز کلام بیدل نے ہوشیار کیا -

فکر پرواز جنون ہے سبب ضبط نہ پوچھ اشک جون بیضۂ مژگان تہ پر پنہان ہے

آنسو کو بیضۂ مژگاں کہہ کر کہتے ہیں کہ مژگاں اسے اپنا بیضہ سمجھ کر پروں کے نیچے لئے بیٹھی ہے اور چونکہ نکلتے ہی یہ پرواز کرے گا اسی لئے مژگاں نے اس کو ابھی تک روک رکھا ہے۔ کیونکہ انڈے کی فکر پرواز اس کے مٹ جانے کا سبب ہے۔

ہوش اے ہرزہ درا تہمت بیدردی چند نالہ در گرد تمنائے اثر پنہاں ہے

اے بیہودہ گو کہاں تک میرے اوپر بیدردی کی تہمت لگائے گا اس کو چھوڑ میرا نالہ تمنائے اثر میں پوشیدہ ہے اور تمنائے اثر گویا کہ ایک گرد ہے جس نے میرے نالے کو چھپا رکھا ہے۔

وحشت دل ہے اسد عالم نیرنگ نشاط خندۂ گل بہ لب زخم جگر پنہاں ہے

اے اسد میرے دل کی وحشت کو وحشت نہ کہہ بلکہ یہ نیرنگ نشاط کا ایک عالم ہے اور میرے زخم جگر میں خندہ گل پوشیدہ ہے یعنی میرا زخم جگر خندۂ گل ہے۔

مستی بذوق غفلت ساقی ہلاک ہے موج شراب یک مژہ خواب ناک ہے

مستی بذات خود ساقی کے غافل کرنے کے ذوق میں ہلاک ہو کر رہ گئی ہے اور موج شراب سراسر ایک مژگاں خواب آلود معلوم ہوتی ہے۔

ہے عرض جوہر خط و خال ہزار عکس لیکن ہنوز دامن آئینہ پاک ہے

آئینہ میں ہزاروں خط و خال کے عکس پڑتے ہیں اور سیکڑوں جوہر خط و خال کو وہ دیکھتا یا دکھاتا ہے لیکن آئینہ کا دامن اس وقت تک پاک ہے کسی کے اثر سے متاثر نہیں ہوا۔

جز زخم تیغ ناز نہیں دل میں آرزو جیب خیال بھی ترے ہاتھوں سے چاک ہے

میرے دل میں کوئی آرزو اس کے سوا نہیں ہے کہ میں تیغ ناز یار کے زخم کھاؤں اس کے معنی یہ ہیں کہ دامان ظاہر کے علاوہ میرے خیال کا دامن بھی تیرے ہاتھوں سے

چاک چاک ہو رہا ہے۔ خیال کو دلان خیال کہا ہے اور اس مین زخم تیغ کے تمنا کو چاک ہونا سمجھا گیا ہے۔

خراب نالۂ بلبل شہید خندۂ گل   ہنوز دعوئ تمکین و بیم رسوائی

اے وہ شخص کہ تجھے نالۂ بلبل نے خراب اور خندۂ گل نے شہید و ہلاک کر دیا۔ کیا تو اس وقت تک رسوائی کا خوف کرتا ہے اور کیا تو اس وقت تک رسوائی کے خوف مین پھنسا ہوا ہے۔

ہزار قافلۂ آرزو بیابان مرگ   ہنوز محمل حسرت بدوش خود رائی

حالانکہ میری ہزارون آرزوؤن کے قافلے بیابان مایوسی مین پہونچکر جان دے چکے اور تڑپ تڑپ کر مر گئے مگر میری حسرت ہی کہ اب بھی خود رائی کے دوش پر محمل کش ہو رہی ہے اور برابر سفر کر رہی ہے یعنی مین بارہا مایوس ہوا ہون مگر ہنوز میرے دل کی حسرت آفرینی جاری ہی۔ میرے دوست مولانا عبدالعزیز منصورپوری کا ایک شعر ہی

اے دل مایوس بس کر آرزو پیدا نہ کر
تیری کتنی آرزوئین صرف حرمان ہو گئین

وداع حوصلہ توفیق شکوہ عجز وفا   اسد ہنوز گمان و غرور دانائی

حالانکہ حوصلہ رخصت ہو چکا شکوہ کی توفیق پیدا ہو گئی یعنی شکوؤن کی ضرورت آ پڑی وفا کرتے کرتے عاجز ہو گئے مگر اسد اب تک گمان وغرور دانائی سے باز نہین آئے اس غفلت اس بے خبری اس اندھیر کا کوئی ٹھکانا ہی

گدا ے طاقت تقریر ہی زبان تجھ سے   کہ خامشی کو ہی پیرایہ بیان تجھ سے

میری زبان ایک فقیر یا ایک بھکاری ہی جو تیرے در پر یہ سوال کر رہی ہے کہ مجھے بیان کی طاقت دیدے اور یہ سوال اس وجہ سے ہے کہ وہ جانتی ہے کہ تو خاموشی کو بھی بیلن کی طاقت دیدینا اور دے سکتا ہے اور خاموشی کو لباس گویائی پہنا سکتا ہی۔

فسردگی مین ہو فریاد بیدلان تجھ سے　　چراغ صبح و گل موسم خزان تجھ سے

حالت افسردگی مین بیدل تجھی سے فریاد کرتے ہین کیونکہ چراغ صبح کی افسردگی اور گل موسم خزان کی پژمردگی کا بانی مبانی تو ہی ہے پھر اور کس سے فریاد کرین -

پری بشیشہ و عکس رخ اندر آئینہ　　نگاہ حیرت مشاطہ خون چکان تجھ سے

تو پردے مین ہے اور تیرے جلوے اعیان و مظاہر مین نظر آ رہے ہین ان کی حالت ایسی ہے جیسے کہ پری شیشے کے اندر بند ہو اور اس کا عکس آئینہ مین پڑے اس بوالعجبی کو دیکھ کر مشاطہ کی نگاہ حیران ہو کر خونفشان ہو گئی ہے - مشاطہ سے مراد جلوۂ نیرنگ قدرت دیکھنے والے - حمد مین یہ شعر زبردست پایہ رکھتا ہے -

چمن چمن گل آئینہ در کنار ہوس　　امید محو تماشائے گلستان تجھ سے

تیری فیاضی اور تیرے لطف وجود کی کوئی حد و نہایت نہین ہر چیز پر تیرا لطف و کرم عام ہے ادہر ہوس کی آغوش مین تو نے سیکڑون چمن بھر دیے ہین - اور ادہر امید کی نظر کے سامنے تو نے ایک باغ لگا دیا ہے اور اس کو اس چمنستان کا تماشائی بنا دیا ہے -

نیاز پردہ اظہار خود پرستی ہے　　جبین سجدہ فشان تجھ سے آستان تجھ سے

اصل یہ ہے کہ تیرے سوا کوئی موجود نہین جو کچھ کہ ہے تو ہی ہے جو کچھ کہ ہے تجھ سے ہے ہم نے جس کا نام نیاز رکھا ہے وہ دراصل ایک پردہ ہے جس کی آڑ مین خود پرستی کی جاتی ہے یعنی کہتے ہین کہ ہمارا نیاز - ہم نے نیاز کیا - تو یہی ہم کے لفظ کی شرکت ایک قسم کی خود پرستی ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ سب باتین ہین - نہ کوئی چیز بجز ہے نہ نیاز ہے - جبین تیری سجدہ فشانی تیری آستان تیرا ہے کیا خوب کہا ہے ؎

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا

ڈبویا مجکو ہونے نے نہ ہوتا مین تو کیا ہوتا

بہانہ جوئی رحمت کمین گر تقریب — وفائے حوصلہ و رنج امتحان تجھ سے

تیری رحمت سب کے لئے عام ہے مگر در اصل وہ بہانہ ڈھونڈھ رہی ہے اور کسی تقریب کی گھات میں لگی ہوئی ہے کوئی تقریب پیش نظر ہو تو اپنی کارفرمائی کرے تو ہی حوصلہ کو طاقت وفا دیتا ہے اور تو ہی امتحان کا رنج دیتا ہے۔

اسد بہ موسم گل در طلسم کنج قفس — خرام تجھ سے صبا تجھ سے گلستان تجھ سے

اے فریاد رس فریاد ہے یہ گل کا موسم اور یہ بہار ہو اور غریب اسد کنج قفس میں قید اور دل حسرت بھرا ہوا سے کیا کہا جائے۔ حالانکہ خرام یعنی چلنا پھرنا تو نے پیدا کیا۔ صبا کو تو ہی نے بنایا۔ گلستان کی بنیاد تو نے ڈالی۔ پھر اسد غریب کیوں طلسم کنج قفس میں پڑا ہے۔

حکم بیتابی نہین اور آرمیدن منع ہے — باوجود مشق وحشت بارمیدن منع ہے

عاشق اپنے غم دائم اور اپنی کشمکش کی کیفیت بیان کرتا اور کہتا ہے کہ ہم لوگ عجب آفت و مصیبت میں ہیں کہ بیتاب و بے قرار ہونے کی ہم کو اجازت نہیں اور اس طرح یہ کہ آرام کرنے کی بھی ممانعت ہے۔ ہم کو مشق وحشت کا حکم ہے مگر رمیدگی کی اجازت نہیں۔ حافظ کہتا ہے ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہٴ
باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

شرم آئینہ تراش جبہہ طوفان ہے — آب گردیدن روا لیکن چکیدن منع ہے

شرم نے طوفان کی پیشانی کو آئینہ حیرت بنا دیا ہے اور وہ نہایت ہی شرمندہ ہے کیونکہ قانون عشق یہ ہے کہ آب ہو جائے لیکن چکیدن کی صورت پیدا نہ ہو۔

بیخودی فرمانروائے حیرت آباد جنون — زخم دوزی جرم و پیراہن دریدن منع ہے

جنون ایک ولایت ہی جسے حیرت آباد کہا جاتا ہی۔ حیرت آباد اس لئے کہ آئین حیرانی ہی حیرانی ہی یہان کی حاکم اور حکمران بیخودی اور از خود رفتگی ہے اور یہان کے آئین وقانون یہ ہین کہ زخم کا سینا جرم ہے اور پیراہن کا سینا منع ہے۔

مژدہ دیدار ہی رسوائی اظہار درد آج کی شب چشم کوکب تک پریدن منع ہی

آج کسی کے جلوۂ دیدار کی خوشخبری ملی ہے اور آج مین چاہتا ہون کہ رسوائی اظہار پاس نہ پھٹکے یعنی کیکو اس راز و نیاز عاشق و معشوق کی کانون کان خبر نہو۔ آج کی رات ستارون کو بھی آنکھین جھپکانا منع ہے اور ہر چیز کے لئے مقام ادب و احترام ہی۔

بیم طبع نازک خوبان سے وقت سیر باغ ریشۂ زیر زمین کو بھی دویدن منع ہی

جس وقت یہ ظالم حسینان گلگشت سیر باغ کے واسطے نکلتے ہین اس وقت درختون کے ان ریشون کو بھی جو زمین کے نیچے چھپے ہوے ہین چلنا اور نشو ونما کرنا ممنوع ہی اور یہ ممانعت بوجہ ان کی خوے نازک کے ہی۔

یار معذور تغافل ہی عزیزان شفقتے نالۂ بلبل بگوش گل شنیدن منع ہے

اے عزیزو میرے دوست کو تغافل نے معذور کر دیا ہی یعنی وہ تغافل کرنے پر مجبور و معذور ہی آجکل اس کے اسی تغافل کا سارے زمانہ مین اتباع ہونا چاہئے اور سب کو اسی پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ آج پھول کے کان کو بھی نالۂ بلبل کا سننا روا نہین ہی کیونکہ میرا محبوب مجھ سے تغافل برت رہا ہے لہذا پورے حسن کی قلمرو مین یہی آئین ہونا چاہئے۔

مانع بادہ کشی نادان ہی لیکن اے اسد بے ولائے ساقی کوثر کشیدن منع ہی

اے اسد اس مین شک نہین کہ جو شراب پینے کی ممانعت کرتا ہی وہ نادان ہے۔ شراب پینی چاہئے اور ضرور پینی چاہئے۔ مگر اتنی بات ہم بھی کہتے ہین کہ شراب ولائے علی ہی پینا چاہئے اور کسی شراب کے پاس جانا کچھ اچھا نہین۔

اس بیابان مین گرفتار جنون ہون کہ جہان موجہ ریگ دل پاے بزنجیر آوے

کیا پوچھتا ہے میرا حال مین مجنون ہون اور پابند زنجیر ہون اور گرفتار بھی اس جنگل مین ہون جہان کہ موج ریگ بیابان مجنون عشق کے لئے زنجیر کا کام دیتی ہے اور جہان ایک سودائی گردباد ریگ بیابان مین پھنس کر رہ جاتا ہے۔

زاہد کو جنون سبحہ تحقیق ہے یارب زنجیری صد حلقہ بیرون در آوے

اے میرے خدا مین دیکھ رہا ہون کہ زاہد کو تسبیح تحقیق وتدقیق کا جنون ہو گیا ہے۔ اس جنون کی وجہ سے وہ پابزنجیر رہے۔ اور صد حلقہ بیرون در کی اس کے پاؤن مین زنجیر ڈال دی جاے۔ یعنی اس کو معاملات حقیقت مین کبھی دخل نہو۔ اور یونہی اسرار رموز کی بارگاہ سے ہمیشہ باہر رہے۔

وہ تشنہ سرشار تمنا ہون کہ جس کو ہر ذرہ بہ کیفیت ساغر نظر آوے

تمنا نے مجھے ایسا تشنہ کیا ہے یا تمنا کا مین اس قدر تشنہ ہون کہ مجھے دنیا کا ہر ذرہ ایک ساغر لبریز معلوم ہوتا ہے یعنی دنیا کا ذرہ ذرہ میری تمنا آفرینی کا باعث ہو رہا ہے۔

تمثال بتان گر نہ رکھے پنبہ مرہم آئینہ بہ عریانی داغ جگر آوے

وہ تو کہیے کہ آئینہ کے داغ جگر پر معشوقون کی تصویرین پنبہ مرہم (مرہم کا پھاہا یا مرہم بھری ہوئی روئی) رکھدیتی ہین۔ ورنہ اگر ایسا نہو تو تم دیکھو کہ آئینہ داغ جگر کی عریانی کا ہم صورت اور ہم شبیہ ہو جاے۔ اور اس کی اصلی کیفیت کا اظہار ہو۔

ہر غنچہ اسد بارگہ شوکت گل ہے دل فرش رہ ناز ہے بیدل اگر آوے

باغ مین ہر غنچہ ہر کلی گویا کہ شاہ گل کی شوکت وعظمت کی ایک بارگاہ ہے کہ ہمیشہ تاجدار گل کا ورود وسعود اسی بارگاہ مین ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر حضرت بیدل کرم فرماین تو دل ان کے واسطے راہ مین فرش راہ بنا دیے جاوین۔ اس شعر اور دوسرے شعرون سے

معلوم ہوتا ہے کہ مرزا کو حقیقت میں مرزا بیدل علیہ الرحمۃ سے عشق اور ان کے کلام سے بھی محبت تھی اور یہ محبت اتباع کی حد سے گزر کر عقیدت و ارادت تک پہونچ گئی تھی۔

چارسوئے عشق میں صاحب دکانی مفت ہے ، نقد ہے داغ دل اور آتش زبانی مفت ہے

چارسو سے مراد قرب و حوالی ۔ اطراف ہے ۔ کہتے ہیں کہ عشق کے اطراف میں ہر صاحب ذوق متاع دل با خستگی رکھ کر دوکاندار بن سکتا ہے ۔ یہاں داغ دل کا سکہ اور آتش زبانی بغیر کسی قیمت اور زحمت کے ہر خریدار کو مفت دیدی جاتی ہے۔

گر نہیں پاتا درون خانہ ہر بیگانہ جا ، بر رو نگشودۂ دل پاسبانی مفت ہے

اگر ہر بیگانہ کو حریم دل میں بار نہیں ملتا اور ہر ایرا غیرا بے تکلف آمد و رفت جاری نہیں رکھ سکتا تو نہ سہی اس میں کیا ہرج ہے کہ دل کے بند دروازہ پر پڑے رہے اور یہیں پاسبانی کیا کرے ۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ہر کوئی صاحب دل نہیں ہوسکتا تو اپنے دل کی حفاظت تو کر سکتا ہے کہ اس میں کسی غیر کا دخل نہ ہو عرفی نے ایک ایسا ہی شعر کہا ہے۔

وقت عرفی خوش کہ نگشودند چون در بر رخش
بر در نگشودہ ساکن شد در دیگر نزد

صائب

غیر حق را می دہی رہ در حریم دل چرا
می کنی بیگانہ را ہمراہ این منزل چرا

بیدل

ستم است اگر ہوست کشد کہ بسیر سرو و سمن در آ
تو ز غنچہ کم نہ دمیدۂ در دل کشا بچمن در آ

چونکہ بالائے ہوس پر ہر قبا کوتاہ ہے ، بر ہوس ہا جہان دامن فشانی مفت ہے

چونکہ ہوس کے قد پر کوئی قبا صحیح اور موزون نہیں ہوسکتی یعنی ہوس باوجود حصول دو جہان بھی سیر نہیں ہوسکتی ۔ لہذا چاہیئے یہ کہ دنیا کی تمام ہوا و ہوس پر

دامن انشانی کردی جائے اور سب کو جھٹک کر پھینک دیا جائے اس سے بہتر اسکے لئے کوئی بنا موزون نہین ۔

اک نفس ہر اک نفس جاتا ہے قسط عمر مین حیف ہے انکو جو کہین زندگانی مفت ہے

جو لوگ کہ یہ کہتے ہین کہ زندگانی مفت مل گئی ہے ان کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ زندگانی ایک قرض ہے ۔ اور اس قرض کو قسط وار ادا کرنا ہوتا ہے ۔ چنانچہ دنیا کا ہر فرد ہر سانس میں ایک سانس ادا کر رہا ہے اور اسی طرح یہ قسط ادا ہو کر ایک دن یہ قرضہ چک جائے گا ۔

نوائے طائران آشیان گم کردہ آتی ہے تماشا ہے کہ رنگ رفتہ برگردیدنی جانے

مشاہدہ بیان کر کے کہتا ہے کہ وہ طائر جو بھٹک جاتے ہین اور اپنے آشیانو کو بھول جاتے ہین اور کچھ نہین تو دور سے ان کی آواز تو ضرور ہی آتی رہتی ہے ۔ مگر میرا طائر رنگ جب سے اڑا ہے اس کی نہ کوئی خبر آئی ۔ نہ کوئی آواز سنی مین چاہتا ہون کہ ایک مرتبہ تو دیکھ لے کہ میرے رنگ کو واپس ہونے کا ڈھنگ آ جائے ۔ اور وہ غریب بھی اپنے وطن مین واپس آئے ۔

اسد جان نذر الطافے کہ ہنگام ہم آغوشی زبان ہر سر مو حال دل پرسیدنی جانے

اسد میری جان اس الطاف اور اس انداز خاص پر قربان ہے کہ جب وہ ملتا ہے تو ہم آغوشی کے وقت اس کا ہر سر مو میرے دل ناشاد کا ایک حال پوچھتا ہے ۔ جی چاہتا ہے کہ مین اس لطف و کرم خاص پر اپنی جان قربان کر دون ۔ کیا خوب شعر کہا ہے ۔ سبحان اللہ ۔

شعر کی فکر کو اسد چاہئے ہے دل و دماغ عذر کہ یہ فسردہ دل بے دل و بے دماغ ہے

صاف صاف شعر ہے شرح کی احتیاج نہین ۔ یہ شعر صرف قال نہین بلکہ آئینہ حال معلوم ہوتا ہے ۔

تعریفِ چکنی ڈلی

مرزا غالب نے اپنے ایک دوست مولوی کرم حسین کی فرمایش سے کلکتہ مین چکنی ڈلی کی تعریف مین یہ چند تشبیہات نظم کی تھین چونکہ اس مین نہ کوئی مشکل اور مہمل اشعار ہین نہ یہ نایاب ہے اس لئے مین اس کی شرح نہین لکھتا بلکہ تکمیل دیوان کے لئے صرف وہ اشعار نقل کیے دیتا ہون۔

ہے جو صاحب کے کفِ دست پہ یہ چکنی ڈلی — زیب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا کہیے
خامہ انگشت بدندان کہ اسے کیا لکھیے — ناطقہ سر بگریبان کہ اسے کیا کہیے
مہرِ مکتوب عزیزانِ گرامی لکھیے — حرزِ بازوے شگرفانِ خود آرا کہیے
مسی آلود سرِ انگشتِ حسینان لکھیے — داغِ طرفِ جگرِ عاشقِ شیدا کہیے
خاتمِ دستِ سلیمان سے مشابہ لکھیے — سرِ پستانِ پریزاد سے اا کہیے
اخترِ سوختہ قیس سے نسبت دیجیے — خالِ مشکینِ رخِ دل کشِ لیلا کہیے
حجر الاسود دیوارِ حرم کیجیے فرض — نافہ آہوے بیابانِ ختن کا کہیے
وضع مین اس کو اگر سمجھیے قافِ تریاق — رنگ مین سبزۂ نوخیزِ مسیحا کہیے
صومعے مین اسے ٹھہرائیے گر مہرِ نماز — میکدے مین اسے خشتِ خمِ صہبا کہیے
کیون اسے قفلِ درِ گنجِ محبت لکھیے — کیون اسے نقطۂ پرکارِ تمنا کہیے
کیون اسے گوہرِ نایاب تصور کیجیے — کیون اسے مردمکِ دیدۂ عنقا کہیے
کیون اسے تکمۂ پیراہنِ لیلا لکھیے — کیون اسے نقشِ پےِ ناقۂ سلما کہیے

بندہ پرور کے کفِ دست کو دل کیجیے فرض
اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہیے

رُباعیات

ہر چند کہ دوستی میں کامل ہونا ممکن نہیں یک زبان و یکدل ہونا

میں تجھ سے ہوں اور مجھ سے تو پوشیدہ ہے مفت نگاہ کا مقابل ہونا

دوستی کسی قدر کامل ہو مگر تیرا یک زبان و یک دل ہونا غیر ممکن ہے۔ میں تجھ سے اور تو مجھ سے ابھی تک پردہ کرتا ہے اور پھر نگاہ ملے تو کیونکر ملے اور اگر ملے بھی تو بیکار ہے۔

سامان ہزار جستجو یعنی دل ساغر کش خون آرزو یعنی دل

پشت و رخ آئینہ ہے دین و دنیا منظور ہے دو جہان سے تو یعنی دل

میری ہزار جستجو کا سامان کیا ہے دل ہے۔ آرزو کے خون کی شراب پینے والا کون ہے دل ہے اسی آئینہ دل کی پشت اور رخ دین اور دنیا ہیں۔ مجھے نہ دین چاہئے نہ دنیا بلکہ بجاے دونوں جہان کے میں صرف دل کو پسند کرتا ہوں اور اسکے سوا کچھ مطلوب نہیں۔

اے کاش بتان کا خنجر سینہ شگاف پہلوے حیات سے گذر جاتا صاف

اک تسمہ لگا رہا کہ تا روز سے چند لے ہئے نہ مشقت گدائی سے معاف

جسکو حسینوں کے خنجر سینہ شگاف نے گھائل کر دیا ہے مگر پورے طور سے وہ میرے سینہ سے نہیں گزرا میری تمنا یہ تھی کہ کاش وہ میرے پہلو سے زندگی کو چیر ڈالتا یعنی زندگی کا خاتمہ کر دیتا۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ تسمہ لگا رکھا یعنی رمقے جان باقی

رکھی اس سے اس کی یہ غرض نہین تھی کہ مجھپر رحم کرتا بلکہ غرض یہ تھی کہ مین چند روز تک اور زندہ رہ کر دریوزہ گری حسن کرتا رہون یا موت کی بھیک مانگتا رہون اس شعر کو بھی دیکھیے اور مقابلہ کیجیے۔

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیم کش کو
یہ خلش کہان سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

نادان ہو جو کہتے ہو کہ کیون جیتے ہو غالب — قسمت مین ہے مرنے کی تمنا کوئی دن اور

اے کثرت فہم بیشمار اندیشہ — ہے اصل خرد سے شرمسار اندیشہ

یک قطرۂ خون و دعوت صد نشتر — یک وہم عبادت و ہزار اندیشہ

کثرت فہم کو مخاطب ٹھہرا کر کہا ہے کہ اے وہ کثرت فہم جس کے ساتھ سیکڑون ہزارون اندیشے لگے ہوے ہین اور اندیشہ اصل خرد سے اس وجہ سے شرمندہ ہے کہ تو نے میرے دل کے ساتھ جو ایک قطرہ سے زیادہ نہین ہے وہ سلوک کیا ہے جیسے کوئی ایک قطرہ خون کے لئے سو نشتر بہم پہونچاے اور ظلم و ستم پر آمادہ ہو جاے یا یہ کہ ایک عبادت کا وہم ہو اور ہزار اندیشے اس کے ساتھ لگے ہون یعنی عبادات در اصل عبادت بھی نہو صرف ایک وہم ہو اور پھر اس کے لئے ہزار اندیشے برداشت کر کے کوہ کندن و کاہ بر آوردن سے کام لیا جائے۔

دل سوز جنون سے جلوہ منظر ہے آج — نیرنگ زمانہ فتنہ پرور ہے آج

یک تار نفس مین جون طناب صناع — ہر پارۂ دل برنگ دیگر ہے آج

آج میرے دل کی سوز جنون کی وجہ سے یہ کیفیت ہے کہ معلوم ہوتا ہے اسپر جلوہ دیدار کی تجلی ہو رہی ہی گویا نیرنگ زمانہ آج تازے فتنے برپا کر رہا ہے ہر ایک تار نفس مین ایک دل کا ٹکڑا اس طرح بندھا ہوا چلا آرہا ہے جیسے کہ کوئی بازیگر یا کھلاڑی تماشہ دکھا رہا ہو۔ آج مین دیکھتا ہون کہ دل کے ہر ٹکڑے کا رنگ بدلا ہوا ہے۔ خدا معلوم کیا فتنہ برپا ہوا چاہتا ہے۔

گر جوہر امتیاز ہوتا ہم مین رسوا کرتے نہ آپ کو عالم مین
ہین نام و نگین کمینگر نقد شعور یہ چور پڑا ہے خانہ خاتم مین

مطلب یہ ہے کہ ہم مین قوت امتیازی بالکل نہین ہے اگر ہم مین کچھ عقل و شعور ہوتا تو کیون اپنے آپ کو دنیا مین بدنام کرتے واقعہ یہ ہے کہ یہ نگین اور یہ نقش نگین خانہ خاتم کے اندر ایک چور کی طرح گھس گئے ہین - اور ہمارے عقل و شعور کو چرائے لئے جا رہے ہین ظاہر ہے کہ نام و نگین ہی سے آدمی کی شہرت ہوتی ہے اور اسی کو شاعر نے رسوائی سے تعبیر کیا ہے -

تمام شد

ناشر........ نواز چودہری
مطبع........ گنج شکر پرنٹرز
قیمت....-/۷۵ روپے